ISSN 2395 - 1494
بیادگار: الحاج حافظ محمد قمرالدین رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان
مارچ ۲۰۲۲ء -/25
March - 2022
اہل سنت کا ترجمان
ماہنامہ
کنزالایمان
دہلی
خواجہ معین الدین چشتی کی سلطان الہند
غریب نوازی
دارالاسلام حقیقی اور حکمی
اقلیم
آبادی اور سلطنت کا مفہوم
فردوقت حضرت میاں
راج شاہ قادری
سوندھوی میواتی
ہندوستان میں عورت کی حیثیت کل اور آج
اعلیٰ حضرت اشرفی میاں اور خدمت اسلام وسنیت
کل وہابی دیوبندیوں کی، آج سنی بریلویوں کی باری ہے
۳۰ جنوری اتوار کی شب میں تحریک فروغ اسلام کے بانی وصدر مولانا قمر غنی عثمانی کو گجراتی گستاخ رسول کشن بھارواڑ کے قتل کے الزام میں دہلی سے گرفتار کرلیا گیا جس دن آزاد بھارت کے اولین آتنک وادی ناتھورام گوڈسے کے ذریعے گاندھی جی کے قتل کی برسی منائی جارہی تھی۔
مسلمانوں کی ستر سالہ سیاسی پالیسی کا جائزہ
ان ستر سالوں میں مسلمانوں نے ہر محاذ پر گنوایا ہی ہے، پایا کچھ نہیں جب کہ دوسری قوموں نے اپنی سیاسی پالیسی کو بدلا، نتیجے میں انہوں نے اپنی سیاسی پوزیشن کو مضبوط بنایا جس کی بدولت ان کی تعلیمی، سماجی اور اقتصادی حالت دن بدن بہتر ہوتی گئی بلکہ آج جو لوگ کسی زمانے میں ہندوستانی معاشرہ کے سب سے کمزور طبقات میں شامل تھے، آج وہ بھی ہمارے سیاسی مقتدا و مسیحا بنے ہوئے ہیں۔ ضرورت ہے کہ روایت شکن افراد سامنے آئیں اور ستر سالہ پالیسی پر نظر ثانی کرکے ایک نئی پالیسی بنائیں اور مخلص مفکرین قومی ذہن سازی کا کام کریں تاکہ ستر برسوں کی محرومی کے ازالے کی کوشش کی جاسکے۔ اگر ہم اس موقع پر بھی بیدار نہیں ہوئے تو یاد رکھیں کہ سیاسی محرومی کا یہ سفر اگلے ستر سال بھی ختم نہیں ہوگا۔
1

AL-BARKAAT ISLAMIC RESEARCH & TRAINING INSTITUTE ALIGARH

خوش خبری

ABIRTI

خوش خبری

البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ

میں چلنے والے دو سالہ کورس ''ایڈوانس ڈپلوما اِن اسلامک اسٹڈیز اینڈ پرسنالٹی ڈیولپمنٹ'' کا ساتواں بیچ شعبان ۱۴۴۳ھ مطابق مارچ ۲۰۲۲ء میں فارغ ہورہا ہے۔ ہمارے تربیت یافتہ علمائے کرام، جماعت اہل سنت کے معروف ادارے جامعہ اشرفیہ (مبارک پور) جامعہ امجدیہ رضویہ (قصبہ گھوسی) جامعۃ الرضا (بریلی شریف) جامعہ اسلامیہ (روناہی) جامع اشرف (کچھوچھہ شریف) دارالعلوم علیمیہ (جمدا شاہی) مدرسہ فیض الرسول (براؤں شریف) جامعہ منظر اسلام (بریلی شریف) سے امتیازی نمبروں سے فارغ التحصیل ہیں اور اِس ادارے سے دو سالہ تربیتی کورس مکمل کیا ہے۔ ان ذی شعور، بالغ نظر اور حساس علمائے کرام کو مندرجہ ذیل علوم وفنون میں مہارت حاصل ہے:

۱ تدریس (درس نظامی کا مکمل کورس پڑھانے کی صلاحیت) ۲ تنظیم (کسی بھی طرح کی دینی وملی تنظیم میں کام کرنے کی لیاقت)

۳ تبلیغ دین اسلام (دعوت وتبلیغ کے اصولوں کی جانکاری کے ساتھ عملی تجربہ)

۴ تحریر (اردو، عربی، انگریزی وغیرہ زبانوں میں مضامین، رسالے اور کتابیں لکھنے میں مہارت)

۵ تقریر (اردو، عربی، انگریزی وغیرہ زبانوں میں دینی واصلاحی تقریر کرنے کا عمدہ طریقہ)

۶ امامت (مساجد میں امامت کا عملی تجربہ اور عمدہ قراءت وشاندار خطابت کے ساتھ ہفتہ وار درس قرآن، درس حدیث کی صلاحیت)

۷ عربی زبان وادب کی تدریس (مدارس میں عربی زبان وادب پڑھانے کی مکمل صلاحیت)

۸ اسلامک ٹیچنگ (عصری اداروں میں اسلامیات پڑھانے کی صلاحیت)

۹ انگلش ٹیچنگ (دینی وعصری اداروں میں انگریزی پڑھانے کی صلاحیت)

۱۰ صحافت (روزنامہ، ہفت روزہ، ماہ نامہ وغیرہ اخبارات وجرائد میں رپورٹر وایڈیٹر بننے کی لیاقت)

۱۱ ترجمہ نگاری (اردو، عربی، انگریزی وغیرہ زبانوں میں لٹریچر، رسالے اور کتابیں ترجمہ کرنے کی صلاحیت)

۱۲ کمپیوٹر سائنس (کمپیوٹر ٹیچر، ویب سائٹ اور بلاگ منیجر، اردو، عربی اور انگلش کمپوزنگ، گرافک ڈیزائننگ اور ملٹی میڈیا)

۱۳ آن لائن اسلامک کورس (آن لائن اسلامک ڈپلوما اور درس نظامی وغیرہ کورسز کرانے کی صلاحیت)

۱۴ شخصیت سازی ورکشاب (مدارس کے طلبہ کی شخصیت میں نکھار پیدا کرنے کے لئے ورکشاپ کرانے کی اہلیت)

نوٹ: جن حضرات کو اپنے مدرسے، اسکول، مسجد، تنظیم، آفس یا میگزین کے لئے ایسے باصلاحیت علمائے کرام کی ضرورت ہو وہ مندرجہ ذیل پتے پر یا فون کے ذریعے ہم سے فوراً رابطہ کریں:

رابطہ ڈائرکٹر سید محمد امان قادری / البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ

پوسٹ: ADF، انوپ شہر روڈ، جمال پور، علی گڑھ (یوپی) فون: 202122، موبائل: 09359146872

دَارُالتَّرجَمَۃ وَالنَّشر کولکاتا کا ایک اور انقلابی قدم

دارالترجمہ والنشر، شہرنشاط کولکاتا میں اپنی نوعیت کا ایک منفرد ادارہ ہے جہاں حسب ضرورت اہل سنت کے کتب و رسائل کی تصنیف و تالیف کا کام جاری ہے اور طباعت و اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہے خاص طور پر بنگلہ اور انگریزی زبانوں میں اپنے رسائل منتقل کرنا اور اُن کی طباعت و اشاعت کرنا ادارے کا اہم اور اولین مقصد ہے، اسی کے پیش نظر ادارہ نے سب سے پہلے اسلامی عقائد سے کام کا آغاز کیا ہے اور صدرالافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی کی مایہ ناز **کتاب العقائد** کو ترجمہ اور طباعت کے مرحلے سے گزار کر ۱۴ مارچ ۲۰۲۱ء مطابق ۳۰ رجب ۱۴۴۲ھ کو شائع کیا گیا ہے جس کی رونمائی ادارہ کے سرپرست مولانا فیضان المصطفیٰ قادری مصباحی کے بدست ہوچکی ہے۔ اب ادارہ نے ایک ساتھ چار کتابوں کو دونوں زبانوں میں منتقل کرنے کا دشوار گزار مرحلہ طے کرلیا ہے یعنی چار کتابیں بنگلہ زبان میں اور چار انگریزی میں

انگریزی زبان میں	اور بنگلہ زبان میں
کتاب العقائد۔ مترجم: ڈاکٹر سجاد عالم مصباحی	انوار شریعت۔ مترجم: ڈاکٹر صدرالاسلام مصباحی
اسلامی معاشرت اور بندوں کے حقوق 〃	اسلامی معاشرت اور بندوں کے حقوق 〃
خواتین اسلام۔ مترجم: ڈاکٹر سجاد عالم مصباحی	خواتین اسلام مترجم: ڈاکٹر صدرالاسلام مصباحی
میاں بیوی کے حقوق۔ مترجم: ڈاکٹر علی رضا	میاں بیوی کے حقوق۔ مترجم: 〃

اب ایک ساتھ آٹھ کتابیں طباعت کے لئے تیار ہیں

اِن شاء اللہ اِن سب کی تقریب رونمائی ۲۶ فروری ۲۰۲۲ء کو دَارُالتَّرجَمَۃ وَالنَّشر گلشن کالونی کولکاتا میں منعقد ہوگی جس میں شہر کے ائمہ کرام اور علمائے عظام کی موجودگی میں شہزادۂ امین ملت حضرت مولانا سید محمد امان میاں قادری برکاتی مصباحی (ڈائرکٹر البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ) کے مبارک ہاتھوں رونمائی کی جائے گی۔ آپ ہمارے مقاصد کے تناظر میں اپنے مشورے پیش کرسکتے ہیں۔

ڈائریکٹر
مولانا روشن ضمیر نوری

نگران
مولانا قمرالدین مصباحی

DARUL TARJAMA WA NASHR
TRANSLATION & PUBLISHING HOUSE
49/d, Gulshan Colony, Martingpara, Pahnchannogram, Kolkata-100
e-mail : rosanjamir@gmail.com, mqmisbahi108@gmail.com - Contact : 9831309786, 9903216108

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوادِ اعظم اہلِ سنت وجماعت کے مشاہیر علمائے ہند

1. شیخ عبد الحق محدث دہلوی
2. مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی
3. علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
4. علامہ عبد العلی فرنگی محلی لکھنوی
5. شاہ عبد العزیز محدث دہلوی
6. شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی
7. شاہ احمد سعید مجددی رام پوری
8. علامہ فضل حق چشتی خیر آبادی
9. علامہ عبد العلیم فرنگی محلی لکھنوی
10. علامہ فضل رسول عثمانی بدایونی
11. سید شاہ آل رسول احمد مارہروی
12. مفتی ارشاد حسین مجددی رام پوری
13. مفتی غلام دستگیر قصوری لاہوری
14. علامہ عبد القادر برکاتی بدایونی
15. امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی
16. سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی
17. شیخ الاسلام شاہ انوار اللہ فاروقی حیدر آبادی

کے مسلکِ حق وصداقت کا نقیب وترجمان

بفیضِ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ مصطفےٰ رضا قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان

ماہنامہ کنز الایمان دہلی

مارچ ۲۰۲۲ء

جلد ۲۵ — رجب المرجب / شعبان المعظم ۱۴۴۳ھ — شمارہ ۳

Published, Printed & On Behalf Of
Mohammed Qamruddin Razvi
Printed At : **Javed Press** 2096 Rodgran, Lal Kuan, Delhi-06
Published From
Kanzul Iman Monthly
423, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-06

تفصیلِ ممبر شپ

قیمت فی شمارہ	۳۰ روپے
سالانہ	۳۵۰ روپئے
اعزازی	۱۱۰۰ر
تاحیات	۱۰۰۰۰ر
بیرونِ ممالک	۳۰ امریکی ڈالر
تاحیات	۲۰۰۰ امریکی ڈالر

ماہ نامہ کنز الایمان دہلی
آن لائن پڑھنے کے لیے لاگ ان کریں
www.razvikitabghar.com

Googlepay & Phonepay
9911941593
Contact-No.
9350505879

مراسلت وترسیلِ زر کا پتہ
ماہنامہ کنز الایمان دہلی
۴۲۳، مٹیا محل جامع مسجد، دہلی ۶
KANZUL IMAN MONTHLY
423, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6 (India)
Ph:.23264524 Email.kanzuliman.delhi@gmail.com

آئینۂ کنزالایمان

نمبرشمار	نشانِ منزل	شرکائے سفر	منزلیں	صفحہ نمبر
۱	اداریہ	محمد ظفرالدین برکاتی	کل وہابی دیوبندیوں کی، آج بریلوی کی باری ہے	۵
۲	انوارِ قرآن	حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی	اِن شاءاللہ بول کر جھوٹ کا راستہ مت نکالو بھائی!	۶
۳	انوارِ حدیث	سراج احمد قادری مصباحی	برائی اور ظلم کے خلاف آواز بلند نہ کرنے پر عذاب الٰہی	۹
۴	فقہی احکام	مفتی عرفان الحق نقشبندی	دارالاسلام حقیقی اور حکمی۔ اقلیم، آبادی اور سلطنت کا مفہوم	۱۱
۵	عقیدہ و نظریہ	شاکر احمد سری نگری	امام اعظم ابوحنیفہ اِس نام سے کچھ لوگوں کو چڑھ کیوں؟	۱۴
۶	اصلاحِ معاشرہ	انصار احمد مصباحی	طوفانوں سے لڑنے میں مزا ہی کچھ اور ہے	۱۷
۷	شخصیاتِ اسلام	محمد مدثر حسین اشرفی	سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی کی غریب نوازی	۲۰
۸	نقوشِ رفتگاں	نوشاد عالم اشرفی جامعی	اعلیٰ حضرت اشرفی میاں اور خدمت اسلام وسنیت	۲۳
۹	یادِ رفتگاں	منشی محمد حسن خان راج شاہی	فردِ وقت حضرت میاں راج شاہ قادری سوندھوی میواتی	۲۸
۱۰	پس منظر	سید صادق انوار اشرفی	شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی کی فلاحی زندگی	۳۷
۱۱	منظر نامہ	فیضان احمد نعیمی	ہندوستان میں عورت کی حیثیت۔کل اور آج	۴۰
۱۲	فکرِ امروز	محمد شہادت حسین فیضی	دس سالہ نکاتی پروگرام: اقدامی منصوبہ بندی	۴۳
۱۳	فکرِ فردا	خالد ایوب مصباحی شیرانی	ہجومی تشدد کے بڑھتے واقعات اور ہماری سرد مہری	۴۵
۱۴	ہمارا بھارت	غلام مصطفیٰ نعیمی	مسلمانوں کی ستر سالہ سیاسی پالیسی: ایک تجزیہ	۴۹
۱۵	بزمِ عام	محمد ظفرالدین برکاتی	مجلس شرعی کے رکن مفتی آل مصطفیٰ اشرفی مصباحی	۵۵
		انصار احمد مصباحی	مفتی حسن منظر قدیری۔ یادیں میری سنبھال کر رکھنا	۵۹
۱۶	بزمِ سخن	شعرائے اسلام	نعت رسول پاک، مناقب	۶۲

اداریہ

کل وہابی دیوبندیوں کی، آج سنی بریلویوں کی باری ہے

30 جنوری اتوار کی شب میں مولانا قمر غنی عثمانی کو گجراتی گستاخِ رسول کشن بھارواڑ کے قتل کے الزام میں دہلی سے گرفتار کرلیا گیا جس دن آزاد بھارت کے اولین آتنک وادی ناتھورام گوڈسے کے ذریعے گاندھی جی کے قتل کی برسی منائی جارہی تھی

محمد ظفر الدین برکاتی★

۱۴۴۹ءمیں سندھ سے احمد آباد گجرات کے ایک گاؤں میں پیر سید امام الدین شاہ باباتشریف لائے اور ہمیشہ کے لئے اپنی زمین خرید کرآباد ہو گئے جسے آج ''پیرانہ گاؤں'' کہتے ہیں۔آپ کے کردار وعمل کی وجہ سے آپ کی روش کو مقامی لوگ ''ست پنتھ دھرم'' کہنے لگے یعنی سچائی کا مذہب جب کہ گجراتی علمائے کرام نے انھیں جعفری حسینی نسل کے کفرشکن پیر طریقت لکھا ہے۔انہوں نے ۱۵۱۳ءمیں اپنی ''پیرانہ درگاہ'' اور'' پیرانہ مسجد'' کی نگرانی مقامی ہندو سنا بھائی پٹیل کے حوالے کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔وصال کے بعد اُسی کی نسل میں درگاہ کی نگرانی منتقل ہوتی رہی۔۲۰۰۲ء میں خونیں فساد کے بعد شر پسند ہندوؤں نے نگراں خاندان کی ۲۳ ویں نسل کو''ست پنتھ دھرم'' سے نجات دِلانے کے بعد''پیرانہ درگاہ'' کا نام بدل کر''پیرانہ پیٹھ'' اور درگاہ ومسجد کومندر میں تبدیل کر دیا ہے جسے ۱۹۸۷ء میں انڈیا ٹوڈے نے اپنی ایک رپورٹ میں ایک عظیم صوفی سنت کی درگاہ اور ہندو مسلم ایکتا کی مثال مسجد لکھا ہے۔

تحریک فروغ اسلام کے بانی اور صدر مولانا قمر غنی عثمانی کو دہلی پولیس کی مدد سے گجرات کے انسدادِ دہشت گردی دستہ (اے ٹی ایس) نے پیرانہ گاؤں کے قریب ہی واقع دُھندھکا گاؤں کے باشندہ کشن بھارواڑ کے قتل (میں شامل ہونے) کے الزام میں گرفتار کیا ہے،ٹھیک اسی دن جب ۱۹۴۸ءمیں ۳۰ جنوری کوآزاد بھارت کے اولین آتنک وادی ناتھو رام گوڈسے نے سب کے سامنے دن دہاڑے گاندھی جی کو تین گولیوں سے قتل کر دیا تھا جس کی اُس دن بھارت میں کہیں کہیں پوجا ہو رہی تھی۔اے ٹی ایس کا عجیب وغریب الزام ہے کہ کشن کے قاتل امتیاز پٹھان اور شبیر پٹیل نے کہا ہے کہ مولانا قمر غنی عثمانی نے ممبئ میں ہوئی ایک ملاقات میں ان کی برین واشنگ کی جس کے نتیجے میں انہوں نے کشن بھارواڑ کو گستاخ رسول سمجھ کرقتل کر دیا جس نے پیغمبر اسلام کی شان کے خلاف فیس بک پر کچھ پوسٹ کیا تھا یعنی گجرات کی پولیس کو بھی معلوم ہے کہ کشن بھارواڑ نے پیغمبر اسلام کی شان میں گستاخی کا دانستہ گناہ کیا ہے لیکن اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔

کہتے ہیں کہ آج اس کی،کل تمہاری باری ہے جیسا کہ اس سے پہلے مولانا کلیم الدین صدیقی اورمولانا عمر گوتم دیوبندی (وغیرہ) کوبھی برین واشنگ میں پولیس نے گرفتار کر کے جیل میں ڈال رکھا ہے،اب بریلوی عالم دین پر بھی وہی فرضی الزام لگا کر دہلی سے اٹھالیا ہے اوراحمد آباد پہنچ گئی ہے،ان سے پہلے مقامی بریلوی مولانا محمد ایوب کوبھی گرفتار کیا ہے۔ گجرات اے ٹی ایس کے امتیاز شیخ نے وضاحت کی ہے کہ دونوں کوقتل پر اُکسانے والی تقریر اور قاتلوں کی برین واشنگ کرنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا ہے حالانکہ پولیس کی گزشتہ سازشی حرکتوں کے پیش نظر سب جانتے ہیں کہ مولانا کو جان بوجھ کر پھنسایا گیا ہے،یہ قانونی چارہ جوئی کے بعد واضح ہوجائے گا جیسا کہ کورٹ نے ان سبھی کو بے قصور قرار دے کر رِہا کر دیا ہے لیکن پہلے کی طرح گودی میڈیا آج بھی کورٹ میں پیشی اور شنوائی سے پہلے ہی جہادی قاتل،آتنک وادی مولانا، پاکستانی جہادی ثابت کرنے میں مگن ہے حالانکہ جس وقت مولانا گرفتار ہوئے اسی دن پنجاب سے کسی بیرون ملک فرار ہونے نکلے جیش محمد پاکستان کے لئے جاسوسی کرنے والے تین ہندو بھی دہلی میں گرفتار کیے گئے لیکن اب تک گودی میڈیا نے ان کا نام تک نہیں لیا،آتنک وادوں کا جاسوس اور جہادی کہنا تو دور کی بات ہے۔

یعنی''ہم بھارت کے لوگ'' اور'' بھارت کے مسلمان'' آزاد بھارت کے جس آئین پر یقین رکھتے ہیں اور جس سے انصاف کی امید رکھتے ہیں،وہ پوری طرح حکمرانوں کی نیت اور منصوبہ بندی کے مطابق اندھا بہرا بھی ہوتا رہتا ہے اور ہمیں ذہن دیتا ہے کہ''قانون کے ہاتھ ہمیشہ لمبے نہیں ہوتے'' بلکہ ضرورت کے مطابق اتنے تنگ بھی ہو جاتے ہیں کہ اقتدارِ اعلیٰ کی مرضی کے بعد ہی لمبے ہوتے ہیں،اس لئے بھارت کے مسلمان اب یہ فیصلہ کریں کہ قانون کے ہاتھ تنگ نہ ہوجائیں،اس کے لئے ہمیں کیا کرنا ہے اور یہ بھی طے کریں کہ بھارت کے جمہوری دستور کو اپنی نیتوں کے مطابق استعمال کرنے والوں کی نظر میں سنی شیعہ،دیوبندی وہابی یکساں مسلمان ہیں یا پھر اُن میں سے کوئی ایک مسلمان ہے اور باقی صرف ہندوستانی ہیں۔

انوارِ قرآن

اِن شاءاللہ بول کر جھوٹ کا راستہ مت نکالو بھائی!

حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی★

کسی کام کے آغاز سے پہلے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ (اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا ہے) پڑھنا جس طرح بہتر و اعلیٰ ہے اور برکتوں کے نزول کا سبب بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح کسی کام کے ارادے یا آغاز سے پہلے اِن شَاء اللّٰہُ کہنے کا حکم بھی قرآن کریم نے دیا ہے۔ اِنۡ شَآءَ اللّٰه نہ کہنے کے نقصانات بھی قرآن کریم نے بیان فرمائے۔ اسی لئے ہمارے اسلاف کا یہی طریقہ رہا کہ وہ ہمیشہ اِنۡ شَآءَ اللّٰه کہتے اور اپنے چھوٹے بڑے سبھی کام اللہ کی مرضی کے تابع کرتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کے سلسلے میں سورۂ ہود کی آیت نمبر ۸۸ میں ہے کہ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا:

اِنۡ اُرِیۡدُ اِلَّا الۡاِصۡلَاحَ مَا اسۡتَطَعۡتُ وَمَا تَوۡفِیۡقِیۡۤ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَاِلَیۡہِ اُنِیۡبُ ۔ میں تو جہاں تک بنے سنوارنا ہی چاہتا ہوں اور میری توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف رجوع ہوتا ہوں۔ (کنز الایمان)

کام کے آغاز سے پہلے اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ کہنا۔ مقاصد میں کامیابی کا مجرب ترین نسخہ ہے۔ کسی بھی جائز کام کے ارادے اور آغاز کے پہلے اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ ناکامی و نامرادی سے مایوس ہونے والوں کو ہزاروں اُلجھنوں کا کامیاب علاج ہے۔ اس کے شواہد قرآن و احادیث میں موجود ہیں۔ آج کل جس طرح سے بہت سی چیزوں میں خرابیاں در آئی ہیں اُسی طرح ہماری نیتوں میں بھی فتور، خرابی در آئی ہے۔ دلوں کا حال تو مقلبُ القلوب، خدائے تعالیٰ ہی جانے۔ آج کل اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ، مَاشَآءَ اللّٰه، الحمدُ للّٰه کا وِرد خوب کیا جا رہا ہے، نیتوں کا حال رب تعالیٰ جانے۔ کسی کام کے ارادے یا کسی کو کچھ دینے کا ارادہ کرنے پر تو اِن شَاء اللّٰہُ کا استعمال باعث برکت و ثواب اور مجرب ہے بیشک لیکن اب کسی کو کچھ نہ دینے اور ٹالنے کے لئے بھی اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ کا استعمال خوب کیا جا رہا ہے۔ کوئی کام نہ کرنا، کچھ نہ دینا اور پیٹھ پیچھے اُس کی برائی کرنا عام سی بات ہے۔ کہنے پر کہ آپ نے وعدہ تو اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ کہہ کر کیا ہے تو ٹکا سا جواب کہ کون دینا ہے، ٹالنے کے لئے اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ کہہ دیا تو کیا ہوا۔ استغفر اللہ توبہ استغفر اللہ۔

اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ کہنے کا مطلب اور فائدہ قرآن کریم نے یہ فرمایا:

وَمَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا (۳۰) یُّدۡخِلُ مَنۡ یَّشَآءُ فِیۡ رَحۡمَتِہٖ وَالظّٰلِمِیۡنَ اَعَدَّ لَہُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا ۔ ترجمہ: تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے بیشک وہ علم و حکمت والا ہے، اپنی رحمت میں لیتا ہے جسے چاہے اور ظالموں کے لئے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (سورہ الدھر: ۷۶، آیت ۳۰۔۲۹)

وَمَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ ۔ تم کچھ نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے یعنی جب اللہ چاہے گا تب ہی کچھ ہوتا ہے اُسی کی مشیت سے ہوتا ہے، بیشک وہ اپنی مخلوق کے احوال جانتا ہے، انسان مختارِ مطلق نہیں، اسی عقیدے پر ایمان کا دار و مدار ہے۔ (تفسیر خازن: ج ۴، ص ۳۴۲)

جب خدا چاہے گا تبھی ہوگا بے شک، پر آپ بھی چاہیں گے ارادہ کریں گے تبھی ہوگا۔ اللہ نیتوں کو خوب جانتا ہے جب کچھ نہیں کرنا ہے، کچھ نہیں دینا ہے وغیرہ وغیرہ تو لفظ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ کا استعمال کر کے جھوٹ بولنے کی راہ نکال کر کیوں گناہ گار ہو رہے ہیں۔ اللہ دِلوں میں چھپے ارادہ والے اِس گناہ سے بچائے۔ آمین

اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ نہ کہنے کے نقصانات کو بیان کرتے ہوئے رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَلَقَدۡ فَتَنَّا سُلَیۡمٰنَ وَاَلۡقَیۡنَا عَلٰی کُرۡسِیِّہٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ۔ ترجمہ: بیشک ہم نے سلیمان کو جانچا، اس کے تخت پر ایک بے جان بدن ڈال دیا پھر رجوع لایا۔ (سورہ ص، آیت ۳۴)

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آزمایا جس کو قرآن کریم نے اِلقاءِ جسد (واقعہ) سے تعبیر کیا ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ قانون ابتلاء (آزمائش) بھی ایک مستقل سنت اِلٰہی ہے، خاصانِ خدا بھی اس سے دوچار ہوتے ہیں۔ یہ بات اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے کہ نیکوں کی آزمائش میں جہاں درجات کی بلندی مقصود ہوتی ہے وہاں

اور بہت سی حکمتیں پوشیدہ رہتی ہیں۔ علامہ ابوالسعود علیہ الرحمہ اس آیتِ کریمہ کا پس منظر بیان کرتے ہوئے اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش کے سلسلے میں سب سے صحیح قول وہ ہے جو حضور ﷺ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضرت سلیمان نے فرمایا: آج رات میں اپنی ستر بیویوں کے پاس جاؤں گا۔ سب سے ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جو راہِ خدا میں جہاد کرے گا، لیکن آپ نے سب سے خلوت کی، کسی سے کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا، سوائے ایک عورت کے کہ اس سے بھی نا تمام بچہ پیدا ہوا۔ حضور رحمت عالم ﷺ فرماتے ہیں: **والذی نفسی بیدہ لو قال اِنْ شَآءَ اللّٰهُ یجاھدوا فی سبیل اللہ فرسانا۔** اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر سلیمان اِنْ شَآءَ اللّٰهُ کہہ دیتے تو ہر ملاقات کے نتیجے میں ایک ایک بچہ پیدا ہوتا اور سب کے سب راہ خدا میں جہاد کرتے۔

اسی طرح کی ایک روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **لو قالھا یجاھدوا فی سبیل اللہ۔** اگر آپ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ کہہ دیتے تو سب لڑکے پیدا ہوتے اور مجاہد بنتے۔ (کتاب احادیث الانبیاء حدیث: ۳۴۲۳)

آپ غور فرمائیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک مرتبہ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ نہیں کہا تو آپ کی ستر کوششیں رائیگاں چلی گئیں اور اگر ایک مرتبہ بھی اِنْ شَآءَ اللّٰهُ کہتے تو آپ کو ستر مجاہدین عطا ہوتے۔ اس سے بڑھ کر اِنْ شَآءَ اللّٰهُ کی اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے؟

تمام مفسرین کرام نے اِس واقعہ کی تفصیل میں دو عنوان اختیار فرمایا ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ قرآنی واقعات میں قیاس اور تخمین (اندازہ، گمان، اٹکل) سے کوئی رائے قائم نہیں کرنی چاہئے۔ صرف اسی قدر یقین رکھنا چاہیے کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ نے آزمائش میں ڈالا، کیوں ڈالا گیا؟ اس میں کس قسم کی آزمائش تھی؟ قیاس سے بچنا چاہیے لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام نے دیگر انبیا و رسل کی طرح فوری بارگاہِ الٰہی میں رجوع کیا، مغفرت طلب فرمائی اور اس کے بعد ایسی دُعا کی جو بے نظیر اور بے مثال تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دُعا قبول فرمائی اور ان کی مقبولیت اور عظمت شان کو بڑھا دیا۔ قرآن کریم نے اِنْ شَآءَ اللّٰهُ نہ کہنے کے نقصانات کے کئی واقعات بڑے سبق آموز اور دلچسپ بیان فرمائے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ (۱) نہ کہنے سے کام بگڑ جاتے ہیں (۲) اِنْ شَآءَ اللّٰهُ نہ کہنے سے کام معلق (بیچ میں اٹک جانا، جس کا کوئی فیصلہ نہ ہو سکا) ہو ہو جاتا ہے (۳) اِنْ شَآءَ اللّٰهُ نہ کہنا بہر صورت ہمارے لئے خسارے کا باعث اور خدا کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ کہنے سے اللہ کی مدد شامل ہوتی ہے جب کوئی شخص اِنْ شَآءَ اللّٰهُ کہتا ہے تو اس کے کام بن جاتے ہیں۔ وہ شخص اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم نے جس طرح اِنْ شَآءَ اللّٰهُ نہ کہنے کے نقصانات بیان کیے ہیں بالکل اسی طرح اِنْ شَآءَ اللّٰهُ کہنے کے فوائد و برکات بھی بیان کیے ہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام کے داماد جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے پاس پہنچے اور کہا:

قَالَ لَهُ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۔ اس سے موسیٰ نے کہا کیا میں تمہارے ساتھ رہوں اس شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو گے نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی۔ (کہف: ۱۸ آیت ۶۶)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ (۱) آدمی کو علم کی طلب میں رہنا چاہئے خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم ہو۔ (۲) آدمی کو چاہیے کہ اپنے سے بڑے علم والے کے ساتھ (خواہ وہ استاد ہو یا کوئی اور) عاجزی اور ادب سے پیش آئے۔ (مدارک ص: ۶۵۸) تو خضر علیہ السلام نے فرمایا: **قَالَ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا** کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے اور اس بات پر کیونکر صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواباً فرمایا: **قَالَ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا** ۔ اے خضر! اگر خدا نے چاہا تو آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں آپ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا۔ (سورہ، کہف: ۱۸ آیت: ۶۷-۶۸)

اس واقعے میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صبر کو مشیتِ الٰہی کے تابع کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا نے چاہا تو ضرور صبر کا دامن میرے ہاتھوں میں رہے گا، ورنہ نہیں۔ قرآن کریم میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے رب تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ۔ (الصفت: آیت: ۱۰۲)

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کام کرنے کے لائق ہو گئے تو آپ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اے میرے نورِ نظر! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تمہیں راہِ خدا میں ذبح کر رہا ہوں بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ نیاز مند بیٹے نے اپنے والد سے عرض کیا کہ آپ بلا تامل حکم الٰہی کی تعمیل کیجئے۔

اِنْ شَاءَ اللہُ آپ مجھے صابرین میں سے پائیں گے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنی کم سنی میں ہی میں لوگوں کو یہ ذہن دے دیا کہ مقام تسلیم ورضا میں صبر کا مظاہرہ کرنا مشیت ایزدی کے بغیر ناممکن ہے۔ اِنْ شَاءَ اللہُ کہنے نہ کہنے پر قرآن کریم نے دونوں کے فائدے، نقصانات تفصیل سے بیان فرمائے ہیں، اپنے سارے کام خدا سپرد کردیں، وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ کو اپنا عنوانِ زندگی بنائیں۔ جتنے زمینی حادثات رونما ہوئے، انسانوں کو جتنی مصیبتیں لاحق ہوئیں، سب کے سب تخلیق انسانی سے پہلے لوح محفوظ میں لکھے جا چکے تھے اور یہ کام خدا کے لئے انتہائی آسان تھا۔ اللہ رب العزت نے ایسا اس لئے کیا تا کہ کسی نعمت کے فوت ہو جانے پر تم غمگین نہ ہو جاؤ اور کسی نعمت سے مالا مال ہونے کے بعد حد سے زیادہ خوش نہ ہو جاؤ۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحاً إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ۔ لوگوں سے بات کرتے وقت اپنا رُخسار ٹیڑھا نہ کرو اور زمین میں اکڑتے ہوئے نہ چل، بیشک اللہ کو ہر اکڑنے والا، تکبر کرنے والا، ناپسند ہے۔

یہاں حضرت لقمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ نصیحت ذکر کی جا رہی ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے کو دی تھی کہ سبھی کے ساتھ عاجزی وانکساری کے ساتھ پیش آنا اور زمین پر اکڑ کر نہ چلنا، بیشک اکڑ کر چلنے والا اور تکبر کرنے والا کوئی بھی شخص اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔

آج کل بہت سے لوگ کسی چیز کے ضائع ہو جانے پر یا کام نہ بننے پر افسوس کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر ایسا کیا ہوتا تو ویسے ہو جاتا۔ اگر ایسا نہ کرتا تو شاید ہمارا کام بن جاتا۔ یاد رہے کہ لفظ ''اگر، مگر'' شیطان کی کنی (چال) ہے۔ امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا صابك شئ فلا تقل لو انی فعلت كان كذا و كذا ولكن قل قدرُ الله وَمَاشَاء فعل فان لو تفتح عمل الشيطان۔ یعنی اگر تمہیں کوئی مصیبت لاحق ہو جائے تو یہ مت کہو کہ اگر ایسا ہوتا تو ویسا ہو جاتا بلکہ یوں کہو کہ اللہ کی مرضی اور اس کی تقدیر سے ہوا، اس نے جو چاہا کیا۔ ''اگر، مگر'' مت کہو کیونکہ 'اگر' شیطانی عمل کی تمہید ہے۔ شیطان کی کنجی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اللہ ہمیں اِنْ شَاءَ اللہُ کہنے کی عادت سے مالا مال فرمائے اور نیتوں میں بھلائی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

☆☆☆

☆امام وخطیب وامام مسجد ہاجرہ رضویہ، اسلام نگر، کپالی، جمشید پور (جھارکھنڈ) 9431332338

مشاورتی وملاقاتی نشست دار الترجمہ والنشر کولکاتہ

۲۸ دسمبر ۲۰۲۱ء بروز منگل۔ النواز ریسٹورینٹ۔ نزد جامعہ تھانہ اوکھلا، جامعہ نگر نئی دہلی۔ ۲۵

تلاوت قرآن: قاری محمد آفتاب عالم غازی پوری ونعت خوانی۔ **تعارف موضوع:** مولانا قمر الدین مصباحی

میزبانی: مولانا روشن ضمیر نوری، ڈائریکٹر دار الترجمہ پنچو گرام کولکاتہ

موضوع گفتگو: (۱) عصری جامعات میں زیر تعلیم غریب طلبہ کی مالی کفالت۔ (۲) انگریزی اور بنگلہ زبان میں سنی لٹریچر کا ترجمہ واشاعت وطباعت دار الترجمہ کی یقین دہانی مولانا روشن ضمیر کی زبانی: (۱) دینی مدارس سے فارغ عصری جامعات میں زیر تعلیم غریب طلبہ کی مالی مدد کریں گے۔ تعلیمی فیس کے ساتھ رہائشی کمرے کا کرایہ اور سالانہ خرچ بھی ادا کریں گے۔ (۲) دار الترجمہ کولکاتہ میں بنگلہ زبان کی تعلیم وتدریس کے باضابطہ شعبے کا قیام کریں گے۔

شرکائے مشاورت

(۱) محمد ظفر الدین برکاتی، دہلی شریف (۲) سید محمد علی رضوی چشتی (۳) محمد قمر الدین مصباحی (۴) امتیاز رومی مصباحی (۵) محمد نیاز احمد مصباحی (۶) محمد انظار احمد مصباحی شیخ صاحب (۷) افتخار احمد مصباحی (۸) محمد ذیشان رضا مصباحی (۹) مظہر الدین عزیزی (۱۰) محمد عمران مصباحی (۱۱) محمد سید رضا مصباحی (۱۲) ابرار رضا رشیدی مصباحی (۱۴) محمد منظر امن مصباحی (۱۵) عبد الباری برکاتی مصباحی (۱۶) محمد آفتاب عالم غازی پوری (۱۷) روشن ضمیر نوری

قاری مظہر الدین عزیزی مصباحی کی دعا پر محفل ختم ہوئی اور ضیافت کا اہتمام کیا گیا۔

انوارِ حدیث

برائی اور ظلم کے خلاف آواز بلند نہ کرنے پر عذاب الٰہی

سراج احمد قادری مصباحی★

آج کے اِس ماڈرن دور میں برائیوں کی ایک لمبی فہرست سامنے ہے، نہ تھمنے والے گناہوں کا سلسلہ اپنے عروج پر ہے، فحاشی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے، عیاشیاں اپنے شباب پر ہیں، کیا شہر، کیا گاؤں ہر جگہ یہ نحوستیں، بلائیں، مصیبتیں اپنے پروں کو پھیلاتی چلی جارہی ہیں، جاہل تو جاہل تعلیم یافتہ (educated) طبقہ بھی اِن خباثتوں کا شکار ہوتے نظر آتا۔ افسوس تب ہوتا ہے جب ہمارا مسلم معاشرہ ان گندے سمندروں میں ڈبکیاں لگارہا ہوتا ہے، ایک طرف تو اسلام اور شریعت کی باتیں سنا کر اُن پر خود کو عامل گردانتے ہیں تو دوسری طرف اسی اسلام کی تعلیمات واحکام کی مخالفت اپنے افعال واعمال کے ذریعہ کرتے ہیں، کبھی شادی کے موقع سے گانا بجا کر رقص وسرور کی محفلیں سجا کر تو کبھی خود کی یا اپنے عزیزوں کی پیدائش کے موقع سے انگریزوں کے طریقۂ کار کو اپنا کر۔

واقعی آج ہمارے معاشرہ کے اندر بے شمار برائیاں جنم لے چکی ہیں، ظالموں کی کثرت ہے، مظلوموں کے حق انصاف کی بات کرنے سے لوگ خاموش ہیں، حق کی طرف داری کرنے والے ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتے، جھوٹ کا ساتھ دینے والے بہت مل جاتے ہیں، بیٹیوں اور بہنوں کو حق وراثت سے برطرف کردیا جاتا ہے، دوسرے کی زمین پر ناحق قبضہ کرنے والے ہر گاؤں میں مل جائیں گے، محبت کرکے لڑکے اور لڑکیاں بھاگ جاتے ہیں، شراب نوشی، جوابازی، چغل خوری، زنا کاری، سودخوری، نشہ خوری، غیبت اور حسد وجلن جیسے تباہ کن بیماریوں میں ہمارا مسلم طبقہ مکمل طور پر مبتلا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اِن برائیوں کا سد باب کیسے ہو؟ اور کون کرے؟ اِن برائیوں کے سد باب کا طریقہ کار کیا ہونا چاہیے؟

میں یہاں طریقہ کار پر روشنی ڈالنا نہیں چاہتا، ان شاء اللہ اس پر کبھی روشنی ڈالی جائے گی۔ یہاں عرض یہ کرنا ہے کہ جس کے اندر اِن برائیوں کا خاتمہ کرنے کی طاقت وقوت ہو، انہیں خاتمہ کی ضرور کوشش کرنی چاہیے تاکہ ہمارا سماج، معاشرہ، گاؤں غضب الٰہی ولعنت سے بچ سکے۔

رب تعالیٰ نے انبیائے کرام کو اس لئے مبعوث فرمایا کہ یہ معزز ہستیاں اللہ کے اوامر واحکام کی دعوت دیں اور منہیات ومحرمات سے روکیں، اس کے بعد یہ ذمہ داری عالموں کے حوالے کردی گئی۔ الحمد للہ علمائے کرام ومشائخ عظام نے اپنی اپنی ذمہ داری خوب نبھائی اور نبھا رہے ہیں۔ سلام ہے ان علما کو جن کی جدوجہد سے بے نمازی نماز کا عادی ہوگیا، شرابی وجواری نے اپنے گناہوں سے توبہ کرلی، ظلم وستم کرنے سے باز آگئے، ظالموں نے مظلوموں سے معافی مانگ کر خود کو رب تعالیٰ کا مقرب بنالیا، ناچ، گانے اور فلم بینی سے خود کو دور کرلیا۔ جن کی محنت و مشقت سے عورتیں پردے میں آگئیں، غیرمحرموں سے بات چیت تو دور ملنا بھی ترک کردیا، وہ خود بھی اسلامی ماحول میں ڈھل گئیں اور اپنے بچوں کو بھی اسلامی ماحول میں ڈھال لیں، ہر گھر تلاوت قرآن سے گونج اٹھا۔

بطورِ مثال ضلع ناگور کا ایک مبارک قصبہ ''باسنی'' کا ذکر کرنا چاہوں گا، باسنی گاؤں اپنی اسلامی روایات کو برقرار رکھنے والا خوبصورت قصبہ کی حیثیت سے ضلع ناگور راجستھان میں واقع ہے، الحمد للہ اِس گاؤں میں عالی شان اور خوبصورت مسجدیں آسمان کو مس کرتی ہوئی گنبدوں کے ساتھ دعوت نماز دے رہی ہیں، لڑکوں کو دینی وعصری تعلیم کے لئے ادارے اور اسکول قائم کیے گئے ہیں، لڑکیوں کے لئے کلیۃ البنات کھولے گئے ہیں، عالمات کا گھر گھر جاکر قرآن وحدیث کی تعلیم دینے کا سلسلہ جاری ہے، مرد حضرات اسلامی لباس میں ملبوس نظر آتے ہیں، سر پر ٹوپی اور عمامہ سجا کر سنت رسول پر سختی کے ساتھ قائم رہتے ہیں، وقتاً فوقتاً اصلاحی، فقہی، علمی اجلاس ہوتے رہتے ہیں، عورتیں گھر سے باہر باپردہ نکلتی ہیں، آج تک میں نے اِس گاؤں میں کسی بھی عورت کو بے پردہ نہیں دیکھا۔ شادی بالکل سادگی کے ساتھ ہوجاتی ہے، کبھی کبھی تو صرف چائے پر سب کچھ کرلیا جاتا ہے، جہیز لینے دینے کا بالکل بھی رواج نہیں۔ سلام ہے مفتی اعظم باسنی، عالم باعمل، صوفی ملت، حضرت مفتی ولی محمد رضوی دامت برکاتھم العالیہ کی بارگاہ میں کہ اس گاؤں میں جو رونقیں، بہاریں، دینی واصلاحی خدمات دیکھ رہے ہیں مفتی اعظم باسنی مدظلہ العالی اور ان سے پہلے علما کی شب

وروز محنت ومشقت کا نتیجہ ہے۔کاش کہ ہر گاؤں کے علما اپنی دینی ذمہ داری سمجھتے ہوئے معاشرے کے اندر سے برائیوں کوختم کرنے کے لئے تیار ہوجائیں تو وہ دن دور نہیں کہ ہر گاؤں باسنی جیسا دِکھے گا۔

افسوس اس وقت ہوتا ہے کہ گاؤں کے اندر دن بدن شراب پینے والوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہیں، بلا وجہ لوگوں پر ظلم کیا جاتا ہے، شادی میں ڈی جے لگا کر گانا بجایا جاتا ہے اور پھر لڑکیوں کے ساتھ ڈانس بھی کیا جاتا ہے، اذان ہورہی ہے اور ہمارے مسلمان بھائی چائے کی دکان پر خوب ٹھٹھے مار کر ہنس رہے ہیں، غیبت کرنے اور چغلی میں خوب مست ہیں، ان برائیوں اور گناہوں سے علما مطلع رہتے ہیں پھر بھی انہیں کچھ نہیں کہتے، نہ انہیں سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں نہ اپنے ساتھ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے لے جاتے ہیں، شاید وہ یہ سمجھتے ہیں کہ میرے کہنے پر اگر بندہ برائی سے نہ رکا تو میری بدنامی ہوگی، یہ سوچ سراسر غلط ہے کیوں کہ ہمارا کام نیکی اور اصلاح کا راستہ دِکھانا ہے، رب تعالیٰ کی جانب سے جسے ہدایت کی توفیق مل جاتی ہے وہ یقینا کامیاب ہوتا ہے اور ہماری دعوت و تبلیغ کا ثواب ہمیں مل جاتا ہے۔اگر آپ کی تبلیغ سے کوئی راہ راست پر نہ آیا پھر بھی آپ کو اس تبلیغ کا صلہ ملے گا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کوئی بات خلاف شرع دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روک دے اور اگر ہاتھ سے روکنے کی قدرت نہ ہو تو زبان سے منع کرے اور اگر زبان سے بھی منع کرنے کی قدرت نہ ہو تو دل سے براجانے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔(مشکوۃ شریف)

ہم نے شراب پینے والے کو شراب سے نہ روکا، زنا کی تباہیوں کو ختم نہ کیا، مظلوم کو انصاب دینے کی بات نہ کی، جھوٹ کو جھوٹ اور سچ کو سچ نہ کہا تو پھر رب تعالیٰ کی طرف سے عذاب کا انتظار کریں۔

حضور ﷺ نے فرمایا: کسی قوم کا کوئی آدمی ان کے درمیان گناہ کرتا ہو اور وہ اُسے روکنے کی طاقت رکھتے ہوں مگر نہ روکیں تو خدائے تعالیٰ ان سب پر عذاب بھیجے گا اِس سے پہلے کہ وہ مریں۔(مشکوۃ شریف)

آپ نے فرمایا: لوگ جب کوئی برا کام دیکھیں اور اس کو نہ مٹائیں تو عنقریب خدائے تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب میں مبتلا کرے گا۔

فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو بعض لوگوں کے عمل کے سبب عذاب نہیں دیتا، مگر جب کہ وہ اپنے درمیان برے کام ہوتے دیکھیں اور اسے روکنے کی طاقت رکھتے ہوئے نہ روکیں، اگر انہوں نے ایسا کیا تو خدا تعالیٰ عام اور خاص سب کو عذاب دے گا۔

فرماتے ہیں: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، تم ضرور اچھی باتوں کا حکم کرنا اور برے کاموں سے منع کرتے رہنا، ورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر اپنے پاس سے عذاب بھیج دے گا، پھر اس سے دعا کروگے تو تمہاری دعا قبول نہیں کی جائے گی۔(مشکوۃ شریف)

ہمارے سماج میں کچھ ایسے علما موجود ہیں جو اپنی کسی مصلحت یا مفاد کی خاطر لوگوں کو گناہوں سے باز رہنے کے لئے نہیں کہتے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر میں ان کے مزاج کے خلاف گیا، ان کی طبیعت کے خلاف بات کی تو مجھے نذرانہ نہیں ملے گا، دوبارہ مجھے دعوت پر نہیں بلائے گا، مدرسے کے لئے چندہ نہیں دے گا تو ایسے علما حضور ﷺ کے ارشاد کو ضرور پڑھیں اور اپنا محاسبہ کریں۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

جب فتنے ظاہر ہوں، اور ہر طرف بے دینی پھیلنے لگے اور ایسے موقع پر عالم دین اپنا علم ظاہر نہ کرے اور اپنی کسی مصلحت یا مفاد کی لالچ میں خاموش رہے، تو اس پر اللہ کی اور تمام فرشتوں کی اور سبھی انسانوں کی لعنت ہے، اللہ نہ اس کا فرض قبول کرے گا اور نہ اس کی نفل۔

(الصواعق المحرقہ،ص:۱۲، الملفوظ، ج:۴،ص:۴)

اِن احادیث طیبہ سے جو سبق ملا کہ اگر ہم برائی کو روکنے کی طاقت رکھتے ہیں، تو ضرور روکیں اگر ہاتھ سے روک سکتے ہیں تو ہاتھ سے روکیں، زبان سے روک سکتے ہیں تو زبان سے روکیں اگر اُن دونوں پر قدرت نہیں تو پھر دل سے اسے براجانیں۔طاقت کے باوجود اگر ہم برائیوں کو نہیں روکتے ہیں تو ہمارا رب تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہونا یقینی ہے۔ ایسے موقع سے علما کو اپنے علم کا مظاہرہ ضرور کرنا چاہیے، اگر وہ کسی مصلحت یا ذاتی مفاد کی خاطر خاموش رہتے ہیں اور برائی سے نہیں روکتے تو ایسے علما پر اللہ، تمام فرشتوں کی لعنت ہوتی ہے، نہ ان کا فرض قبول ہوگا، نہ نفل نہ دعائیں مقبول ہوں گی۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں برائیوں سے نفرت کرنے والا بنادے۔آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

☆☆☆

☆استاذ جامعہ معہ قادریہ کلیم العلوم، وسئی، مہاراشٹر
seraj.misbahi17@gmail.com,6355155781

دارالاسلام حقیقی اور حکمی ۔ اقلیم، آبادی اور سلطنت

مفتی عرفان الحق نقشبندی★

دورِ نبوی علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلاماً جو وجہ ارض کا سب سے مسعود ترین دور اور عہد گذرا ہے، اس لئے کہ اسی دور میں خاتم الانبیاء و المرسلین سید ولد آدم حضرت محمد عربی ﷺ زمین پر موجود تھے، اُم الکتب قرآن کریم کا نزول بھی اسی دور میں ہوا، لہٰذا اُس دور کو یہ حق بنتا ہے کہ سید الادوار، سید العہود کہا جائے، اس دور کو یہ شرف حاصل ہے کہ اسلام جیسا آسمانی دین و مذہب اسی دور میں مکمل اور تام ہوا جو قیامت تک پیش آنے والے تمام مسائل کے حل کے خطوط ونشانات دے کر گیا، ہم اس پر اللہ کی جتنی بھی تعریف کریں کم ہے، اللہ ہمیں اسلام کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جہاں دورِ حاضر میں بہت سے نئے مسائل پیش آئے اور آرہے ہیں وہیں ایک مسئلہ دار الاسلام اور دار الکفر کی تعیین کا بھی ہے، اس لئے کہ بہت سے احکام کا تعین اس تعین پر موقوف ہے کیوں کہ اب حالات عجیب طرح کے ہوگئے ہیں، حکومتیں ایک طرف ''آزادی، مساوات اور جمہوریت کے گیت گاتے نہیں تھکتیں اور دوسری جانب ہر طرف مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ امتیازی برتاؤ کیا جارہا ہے اور اس باب میں غیر تو غیر، مسلمان حکمرانوں کا بھی یہی حال ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان حالات میں دار الاسلام اور دار الکفر کا تطابق کیسے ہو؟ تو آیئے! ہم اِس مضمون میں اس کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

دار کی تعریف:

دار اُس ملک کو کہتے ہیں، جو تین چیزوں کو شامل ہو:

(۱) اِقلیم (Country) یعنی محدود جغرافیائی مقام۔

(۲) سکان (Population) یعنی اس علاقہ کے آباد لوگ۔

(۳) سلطنت (Kingdom) وہ قیادت جو اُس منطقہ میں قائم ہو۔ امام ابن العابدین تحریر فرماتے ہیں:

المراد بالدار الاقلیم المختص بقهر ملك اسلام و کفر۔ عمار بن عامر اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں: یظهر من التعریف انه شرط فی الدار. الاقلیم و السکان و السلطة۔ (الهجرة إلی بلاد غیر المسلمین: ص۷۹)

دار کی تقسیم: نفاذِ قوانین کے اعتبار سے حکومت کی دو قسمیں ہیں: (۱) دار الاسلام (۲) دار الکفر۔ پھر دار الاسلام کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱) دار الاسلام حقیقی (۲) دار الاسلام حکمی۔

دار الاسلام حقیقی کی تعریف: اس ملک کو کہتے ہیں جہاں دستوری طور پر اسلامی قوانین اور اسلامی احکام نافذ ہوں اور اُس ملک کے قائدین وحکام مسلمان ہوں۔ امام ابن القیم الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دار الاسلام هی التی نزلها المسلمون وجرت علیها احکام الاسلام (احکام اہل الذمہ: ج۲، ص ۷۲۸) امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تعبر الدار دار الاسلام بظهور احکام الاسلام فیها وان کان جل اهلها من الکفار. (المبسوط: ج۱۰، ص ۱۴۴)

دار الاسلام حکمی: اس ملک کو کہتے ہیں جہاں مسلمانوں کو، اپنے بعض شعائر پر عمل کی اجازت ہوں، مثلاً: نماز، اذان، جمعہ وغیرہ، اگرچہ وہاں عالمی وضعی (خود ساختہ یعنی انسان کے بنائے ہوئے نہ کہ اللہ کے نازل کردہ) قانون نافذ ہو، البتہ وہاں کے قائدین اور حکومتی کارندے مسلمان ہوں۔ اس وقت تمام اسلامی ممالک اسی حکم میں ہیں، کوئی ملک حقیقی دار الاسلام کا مصداق ومجاز نہیں۔

ابن العابدین تحریر فرماتے ہیں: لو اجریت احکام المسلمین فی بلد واحکام اهل الشرك فلا تکون دار حرب ما دامت تحت سلطة ولا تنا. (شامی: ج۴، ص۱۷۵) ان دار الفسق هی دار الاسلام. (نیل الاوطار: ج۸، ص۲۷)

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اسلامی قوانین کا نفاذ، اُن ممالک میں نہیں تو پھر اُن ممالک کو دار الاسلام کیوں کہا جاتا ہے؟ اِس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ اس میں حرج لازم آتا ہے، کیوں کہ اگر باوجود

کثرت واغلبیت مسلمین کے، اس کو دار الکفر کہا جائے، تو یہ خرابی لازم آئے گی، کہ دشمن آسانی سے اسلامی ممالک پر قابض ہو جائے گا، کیوں کہ دار الکفر ہونے کی وجہ سے، مسلمانوں کے لئے اگر کوئی باطل طاقت حملہ آور ہو، تو دفاع لازم نہ ہوگا، اور یوں ایک ایک کر کے، تمام اسلامی ریاستیں دشمنوں کے ہاتھ چلی جائے گی۔ ہاں البتہ اس کو دار الاسلام الفاسقه کہا جائے تو کوئی حرج نہیں، یا صرف دار الفسق کہا جائے، لو اعتبرنا هذه الديار من دار الكفر او الحرب فهذا يعنى ان المسلمين على كثرتهم سيغدون من غير اوطان ولا ديار وفى هذا تمكين لاعداء الله منا اضافة الى انه لا يجب على المسلمين الدفاع عنها فى حال الاعتداء عليها من الكفار. (فقہ الاقلیات: ص ۹۷)

دار الکفر کی بھی دو قسمیں ہیں:

(۱) دار الکفر حقیقی۔ (۲) دار الکفر حکمی۔

دار الکفر حقیقی: اس ملک کو کہا جاتا ہے، جہاں پر زمام حکومت غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہو، وہاں کا دستورِ اساسی بھی اُنہی کا ہو، اور مسلمانوں کو شعائر اسلام بجالانے کا قطعاً حق نہ ہو، بلکہ حکومت مسلمانوں کو ہلاک کرنے اور نقصان پہنچانے کے درپے ہو، مثلاً: رشیا جو ۱۹۹۲ء سے پہلے اسلام اور مسلمانوں کا کٹر دشمن رہا ہے اور اِس وقت اسرائیل۔

دار الكفر حقيقةً: وهى التى قصدها الفقهاء فى تعريفهم لدار الكفر وهى التى تظهر فيها احكام الكفر و يحكمها الكفار و انعدمت فيها مظاهر الدين تمامًا بحيث لم يعد لها وجود متميز و لا يوجد فيها مسلمون يؤدون واجباتهم الدينية. (تقسیم العالم: ص ۲۵)

دار الکفر حکمی: اس مملکت کو کہا جاتا ہے، جہاں حکومت تو غیر مسلموں کی ہو، دستور بھی ان کا ہو، مگر مسلمانوں کو اپنے شعائر کے بجا لانے کی اجازت ہو، مثلاً: بعض یوروپی ممالک، بعض ایشیائی ممالک، بعض افریقی ممالک، جہاں مذکورہ صورت حال ہو، اس کو دار الاسلام اور دار العہد بھی کہا جاتا ہے۔ والعلة فى الذهاب الى الحبشة ان هناك ملكا لا يظلم عنده احد و كان العدل فى ذاته و سامًا لذالك الملك و سماها المسلمون دار امن و ان لم تكن دار ايمان. (تفسیر شعراوی: ۴/۲۵۸)

دار کی ایک تقسیم وجودِ امن اور عدم امن کے اعتبار سے بھی ہے، جس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ حالت جنگ اور حالت امن کے اعتبار سے بھی دو قسمیں ہیں:

(۱) **دار الحرب:** جہاں حکومت مسلمانوں کے ساتھ برسرِ پیکار ہو، اُن کے مال اُن کے املاک اور اُن کی جان کو ختم کرنے یا نقصان پہنچانے کے درپے ہو، اور وہاں اسلامی دعوت کو ممنوع قرار دیا گیا ہو، اس ملک کو ''دار الحرب'' کہا جائے گا، اس کو دار الكفر، دار الشرك، دار المخالفين بھی کہا جا سکتا ہے۔

(۲) **دار الامن والعهد:** جہاں حکومت تو اسلام اور مسلمانوں کی دشمن ہو، مگر وہ مسلمانوں کے ساتھ امن کا معاہدہ کر چکی ہو، تو پھر اسُے دار الامن يا دار الكفر الآمنه يا دار العهد يا دار الكفر المعهودة کہا جائے گا۔

بعض حضرات ''دارِ حیاد'' بھی ایک قسم قرار دیتے ہیں، دارِ حیاد اس ملک کو کہتے ہیں جو مسلمانوں کے ساتھ مصالحت کرے، کہ نہ وہ ان سے قتال کریں گے نہ مسلمانوں کے خلاف کسی کا تعاون کریں گے۔ ابو زہرہ رضی اللہ عنہ اور وہبہ زحیلی نے یہ قسم الگ شمار کی ہے۔

(العلاقات الدولیۃ فی الاسلام: ص ۸۴، آثار الحرب: ص ۱۹۷)

یہ تھا مختصراً دار کا بیان، اخیر میں ہم اللہ سے دست بدعا ہے کہ ہم مسلمانوں کو کوئی دار الاسلام عطا فرمائے یا قیام خلافت کی کوئی سبیل اللہ رب العزت ہمارے نکالے۔ آمین یارب العالمین

یہاں ایک وضاحت کر دینا مناسب ہوگا کہ دار الاسلام اور دار الكفر قرآن وحدیث میں صراحتاً مذکور نہیں، لہٰذا ''دار'' کی یہ تقسیم توقیفی نہیں، یعنی منصوص نہیں بلکہ مجتہد فیہ، لہٰذا اِس میں اختلاف کی گنجائش ہے، جیسے فقہائے متقدمین تقسیم ثنائی کے قائل تھے، ان میں بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ثلاثی کے قائل تھے، یعنی ان کے یہاں دار کی تین قسمیں ہیں: (۱) دار الاسلام (۲) دار الکفر (۳) دار العہد یا دار الہدنۃ یا دار الصلح، جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے روضۃ الطالبین میں ج: ۵، ص ۴۳۲ پر ذکر کیا ہے۔

جیسے جیسے زمانہ کے احوال بدلتے گئے، اس کی تقسیم میں بھی اضافہ یا ردّ وبدل ہوتا گیا، مثلاً: ابن تیمیہ نے ایک اور قسم ''دار الفسق'' کو ذکر کیا ہے، جیسا کہ ان کی کتاب مجموع الفتاوی میں ج: ۱۸ ص: ۲۸۲

پراُس کا ذکر ملتا ہے۔

دورِ حاضر میں حالات کے بدلنے سے فقہاء نے ''دارِحیاد'' کی اصطلاح وضع کی، جیسا کہ ابوزہرہ علیہ الرحمہ اور علامہ وہبہ زحیلی کے حوالے سے اوپر ذکر کیا گیا۔ غرضیکہ ''دار'' کے منصوص نہ ہونے کی وجہ سے ابھی اس میں اجتہاد و مزید تقسیم کی گنجائش ہے، مگر اُس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ہر کوئی تقسیم کے لئے قلم توڑنا شروع کردے بلکہ جو لوگ علومِ شرعیہ، قرآن، حدیث، فقہ، اصول فقہ اور قواعد فقہ وغیرہ پر کڑی اور گہری نظر رکھتے ہوں، وہی یہ فریضہ انجام دے سکتے ہیں۔

اب اختتام پر ایک تنبیہ بھی ضروری ہے کہ بعض لوگوں نے دار کی اِس تقسیم کو سرے سے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے، یہ بھی درست نہیں، اُن کا کہنا یہ ہے کہ یہ فقہاء کی اصطلاحات ہیں، اس کی کوئی اصل نہیں، تب تو مسائل کھڑے ہو جائیں گے، اس لئے کہ واجب، فرض، سنت، مستحب، مکروہ، مباح وغیرہ بھی ہمارے فقہائے کرام ہی کی وضع کردہ اصطلاحات ہیں، اس کا مطلب تم اس کی تردید کروگے؟ فقہاء نے دراصل جو اصطلاحات وضع کیں، وہ ان کے اپنے فائدے کے لئے تو نہ تھیں، وہ امت کو سمجھانے کے لئے اور مسائل میں فرق مراتب کے لئے تھیں، تاکہ امت کو سہولت ہو جائے، کہ کون سا عمل کس حد تک مطلوب و مقصود ہے، لہٰذا ہمارے ان فقہاء کا ہمیں احسان مند ہونا چاہیے، جنہوں نے ہمیں شریعت کی روٹی پکی پکائی کھلا دی۔

اللہ ہمارے ان تمام فقہاء کی قبروں کو نور سے بھر دے اور ہمیں ان کے خون پسینے سے تیار کردہ، فقہ کی قدردانی کی توفیق عطا فرمادے۔

آمین یارب العالمین بحق سید المرسلین حضرت خاتم النبیین۔

☆☆☆

مفتی مصطفوی اسکالرز گروپ

☆☆☆

حضرت شاہ محمد عبدالقدیر قادری ابوالعلائی جہانگیری دہلوی

کا سالانہ سہ روزہ عرس اختتام پذیر

ہمایوں کے مقبرہ کے پیچھے، درگاہ پتے شاہ بستی حضرت نظام الدین میں واقع قمر العارفین قطب عالم حضرت مولانا شاہ محمد عبدالقدیر قادری ابوالعلائی جہانگیری دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا ۶۵ واں سہ روزہ سالانہ عرس مبارک آپ کے آستانہ واقع مستجاب الدعوات حضرت خواجہ سید محمد شمس الدین اوتاد اللہ علیہ الرحمۃ والرضوان میں منایا گیا۔ درگاہ شریف کے سجادہ نشین حکیم گوہر رحمن قادری کے مطابق بروز منگل ۱۱ جنوری ۲۰۲۲ء بعد نماز عصر غسل شریف، تقسیم تبرک۔ بروز بدھ بعد نماز عصر جلوس چادر شریف۔ بعد نماز مغرب فاتحہ، تقسیم تبرک۔ بروز جمعرات بعد نماز فجر قرآن خوانی صبح ۹ بجے محفل نعت منعقد ہوئی جس میں دور و دراز سے عوام و خواص اور عقیدت مند حاضر ہوئے اور نعت خواں حضرات نے نعت و منقبت کے اشعار پیش کیے۔ ۹:۳۰ بجے قل شریف کا انعقاد کیا گیا۔

صلوۃ وسلام، شجرہ خوانی کے بعد درگاہ و مسجد کے امام و خطیب مولانا قاری محمد حسین خان مصباحی نے ملک ہندوستان میں ترقی، بھائی چارہ، امن و امان اور کووڈ ۱۹ سے بنی نوع آدم کی حفاظت و سلامتی نیز سابق سجادہ نشین الحاج حکیم حبیب الرحمان قادری مرحوم کی مغفرت کے لئے دعا کرائی۔ بعدہ مختصر محفل سماع ہوئی اور لنگر عام سے ضیافت کی گئی۔ اسی کے ساتھ بحمدہ تعالیٰ سہ روزہ عرس قمر العارفین اختتام پذیر ہوا۔

حافظ محمد جنید عالم قادری (ناظم و نگراں) حافظ ناصر حسین ثقلینی (استاذ) اور طلبہ جامعہ حضرت محبوب الٰہی بطورِ خاص عرس قمر العارفین میں شریک رہے۔ سبھی مذاہب کے آئے ہوئے عقیدت مندوں سمیت عطاء الرحمٰن، انیس الرحمٰن، شاہد الرحمٰن، بھائی منہاج، محمد شاہد، محمد ممتاز، چچا شریف، یعقوب، محمد، طاہر، استخار، حافظ محمد رفیع صاحب وغیرہ شریک رہے۔ اِنھی نیک خواہشات کے ساتھ آئندہ سال ملاقات ہوگی۔ اِن شاءاللہ

اطلاع: حافظ محمد عرفان رضا نظامی، حافظ محمد نظام الدین نظامی طلبہ جامعہ حضرت محبوب الٰہی بستی حضرت نظام الدین، دہلی شریف

عقیدہ ونظریہ

امام اعظم ابوحنیفہ اِس نام سے کچھ لوگوں کو چڑھ کیوں؟

شاکر احمد سری نگری★

ایک نوجوان، جس کا تعلق جماعت اہل حدیث سے رہا ہے، نے اب اس سے دوری بنائی ہوئی ہے اور اس نے مجھ سے ایک سوال اِن الفاظ میں کیا تھا کہ ''جب آپ امام ابوحنیفہ کا نام لیتے ہیں، تو آپ کبھی کبھی ان کے نام کے آگے 'امام اعظم'' بھی لکھتے ہیں، جو مجھے کھٹکتا ہے، کیوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ'' امام اعظم'' کا خطاب صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان ہے، کیا آپ اس پر کچھ روشنی ڈالنا چاہیں گے؟ مجھے آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔'' میں اس نوجوان کے سوال کے جواب میں لکھے مضمون کی تصحیح واضافہ کے ساتھ آج دوبارہ پیش کرتا ہوں اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ کو ضرور پسند آئے گا۔ اِس وقت میں آپ کی توجہ ایک اعتراض کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

دراصل بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ (۸۰ھ-۱۵۰ھ) کو معاصرانہ لقب وخطاب کے طور پر'' امام اعظم'' لکھا جاتا ہے اور یہ لقب وخطاب کسی اندھی عقیدت وجذبات کے تحت نہیں لکھا جاتا ہے بلکہ صحیح اور سچی بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ اپنے علمی ودینی خدمات کے حوالے سے صحیح معنوں میں اس خطاب کے مستحق ہیں، حالاں کہ تاریخ اسلام میں کئی اور شخصیات کو بھی بعض اہل علم نے امام اعظم لکھا ہے، لیکن جو شہرت اس نام سے امام ابوحنیفہ کو حاصل ہوئی ہے، وہ اور کسی کے حصہ میں نہ آسکی لیکن بہت سے کم علم افراد یا جذباتی لوگ بڑی جلد بازی میں یہ کہہ اٹھتے ہیں کہ

''ہمارے امام اعظم محمد رسول اللہ ہیں''، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

گویا اِس کا مطلب یہ ہوا کہ (نعوذ باللہ) وہ لوگ جانتے ہی نہیں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مقام ومرتبہ ہے؟ اور وہ اتنا بڑا درجہ ومقام امام ابوحنیفہ کو دے رہے ہیں، اس طرح کی باتیں وہ لوگ کرتے ہیں، جو علم ودلیل اور اسلوب کلام سے نابلد ہوتے ہیں اٹکل پچو کی باتیں کرنے لگتے ہیں۔ آج کل سوشل میڈیا پر بھی اسی طرح کے لوگ اس کے ردعمل میں لکھتے رہتے ہیں، جو کہ علم وفکر کی صحت کی بجائے جہالت وحماقت پر مبنی ہوتا ہے۔ اس لئے میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ آج اس سلسلہ میں مختصراً ایک جواب عرض کردوں، تاکہ اسے بھارت اور پاکستان کے لوگ ضرور پڑھیں اور خاص کر جو لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں، ان کو بھی معلوم ہوجائے کہ بنا سوچے سمجھے کوئی بات کہنا کس قدر باعث ہزیمت ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ جو علمائے اسلام امام ابوحنیفہ کو'' امام اعظم'' کہتے ہیں، وہ خدانہ خواستہ امام ابوحنیفہ کا درجہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہیں بڑھادیتے، بلکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ بس معاصرانہ خطاب ہے، یعنی جتنے بھی فقہائے اسلام گزرے ہیں، ان میں امام ابوحنیفہ کا علمی اعتبار سے بہت ہی اونچا مقام حاصل ہے، اس لئے وہ امام اعظم کہلائے جاتے ہیں، اور یہ اسی طرح کی بات ہے کہ جیسے سیدنا ابوبکر صدیق کو'' صدیق اکبر'' اور سیدنا عمر فاروق کو'' فاروق اعظم'' کہا جاتا ہے۔

صدیق اکبر کے معنی، سب سے بڑے سچے انسان کے، لیکن اگر کسی کے دماغ میں اعتراضات کا کوڑادان بھرا ہوا ہوگا، تو وہ یہاں بھی اعتراض اٹھائے گا کہ سب سے بڑے تو کیا، سچوں کے سچے صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کہاں ابوبکر صدیق اور کہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس؟ ان دونوں میں زمیں آسمان کا فرق ہے۔

اسی طرح'' فاروق اعظم'' کے معنی حق وباطل کے درمیان سب سے بڑے فرق کرنے والے کے ہیں۔ تو اگر کسی کو اعتراض کرنے کی لت لگ چکی ہو تو وہ یہ کہے گا کہ حق وباطل کے درمیان سب سے بڑے فرق کرنے والے صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کہاں عمر بن خطاب اور کہاں خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس؟ جب کہ عدل وانصاف میں اور حق وباطل کے درمیان فرق کرنے کے معاملے میں آپ کا مدمقابل کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عباس کو ترجمان القرآن کہا جاتا ہے، تو کیا دوسرے صحابہ قرآنی علوم سے (نعوذ باللہ) نابلد وناواقف تھے؟ حالانکہ سیدہ عائشہ صدیقہ، سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا

علی بن ابی طالب اور سیدنا عبداللہ بن مسعود اور دوسرے بہت سے صحابہ کرام بھی قرآن کے رموز و اسرار سے واقف تھے، لیکن سیدنا عبداللہ بن عباس نے قرآن کی تفسیری کے موضوع پر خاصہ کام کیا تھا کہ آج کتب تفاسیر میں ان کے صحیح وغیر صحیح اسناد کے ساتھ سیکڑوں تفسیری اقوال ملتے ہیں اور یہ چیزیں علوم قرآن کے حوالے سے ان کی تخصیص کرتی ہیں، اس لئے ان کو ترجمان القرآن کہا جاتا ہے۔

اسی طرح بانی پاکستان محمد علی جناح کو ''قائد اعظم'' کہا جاتا ہے اور پاکستان کے ہر مکتب فکر کے لوگ ان کو ''قائد اعظم'' ہی کے خطاب سے نوازتے ہیں۔ وہ اہل حدیث حضرات بھی جو، امام ابوحنیفہ کو ''امام اعظم'' کہنے پر اعتراض اٹھاتے ہیں، محمد علی جناح کو ''قائد اعظم'' ہی کہتے ہیں، لیکن حیرانی کی بات یہ ہے کہ ایک طرف وہ امام ابوحنیفہ کو ''امام اعظم'' کہنے پر اعتراض کرتے ہیں، مگر دوسری طرف پھر وہی لوگ محمد علی جناح کے ''قائد اعظم'' کے خطاب پر کیوں چپی سادھ لیے بیٹھے ہوتے ہیں؟ کیا پاکستان میں ان کو اِس خطاب سے انکار کرنے پر ملک دشمن قرار اور جیل جانے کا خطرہ لاحق ؟ تو پھر نبی مکرم ﷺ کی عظمت و محبت کی خاطر اِس معمولی ہزیمت و تکلیف کو برداشت کیوں نہیں کرتے ؟

دراصل اس طرح کے سطحی اعتراضات اٹھانے والے لوگ اسلوب کلام کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ صدیق اکبر اور فاروق اعظم جیسے خطابات کو خلفائے راشدین کے درمیان تقابل کے طور پر دیکھنا چاہیے، تو معلوم ہو جائے گا کہ صدیق کی صداقت اور عمر فاروق کا حق و باطل کے درمیان فرق کرنے کی صفتیں دوسرے خلفاء کے مقابل زیادہ طور پر نمایاں نظر آتی تھیں، اس لئے ان میں ایک کے ساتھ 'اکبر' اور دوسرے کے ساتھ ''اعظم'' کے الفاظ ہمیشہ کے لئے جڑ گئے ہیں۔

اسی طرح جن لوگوں کی کوششوں سے پاکستان بنا، ان میں نمایاں رول محمد علی جناح کا تھا، اس لئے پاکستان کے تمام قائدین میں آج بھی محمد علی جناح ''قائد اعظم'' کہلائے جاتے ہیں۔ اسی طرح امام ابوحنیفہ کا تمام فقہائے اسلام میں علم فقہ و افتا و قضا میں نمایاں رول رہا ہے، اور دنیا بھر کے مسلمانوں میں سب سے بڑی تعداد اُن ہی کے فقہی مذہب و مسلک پر چلتی ہے، اسی لئے ائمہ فقہاء کے درمیان وہ بھی امام اعظم کہلاتے ہیں نہ کہ ان کی امامت کو پیغمبر اسلام ﷺ کی امامت کے ساتھ جوڑ کر غیر متعلق اور غیر معقول اعتراض کرنے کی جسارت کر کے اپنی جہالت و حماقت کا ثبوت دیں۔

ایک قابل غور بات یہ بھی ہے کہ امام ابوحنیفہ کو امام اعظم کا لقب برصغیر کے علمائے احناف کی ایجاد و تخلیق کردہ نہیں بلکہ اس کا تذکرہ قدیم اور معتبر کتابوں میں بھی ملتا ہے اور وہاں صاف لفظوں میں امام ابوحنیفہ کو **الامام الاعظم** کے الفاظ موجود ہیں، مثال کے طور پر امام حافظ ابو عبداللہ شمس الدین محمد ذہبی شافعی اپنی شہرہ آفاق کتاب ''تذکرۃ الحفاظ'' میں جو اسماء الرجال پر ایک معتبر کتاب ہے، اور جس میں تقریباً گیارہ سو محدثین کا تذکرہ موجود ہے، اس کتاب کے مؤلف و مصنف شافعی ہونے کے باوجود امام ابوحنیفہ کو ''الامام الاعظم'' لکھتے ہیں، وہ امام ابوحنیفہ کا تذکرہ اِن الفاظ سے شروع کرتے ہیں:

ابو حنيفه الإمام الأعظم فقيه العراق النعمان بن ثابت بن زوطا التيمي مولاهم الكوفي۔

(تذکرۃ الحفاظ: ج۱، ص۱۶۸)

پاکستان سے اس کتاب کا اردو ترجمہ ''تذکرۃ الحفاظ'' کے ہی نام سے کافی عرصہ پہلے شائع ہوا ہے، اس کے مترجم شیخ الحدیث حافظ محمد اسحاق اور تقدیم و تہذیب منیر احمد سلفی کے قلم سے ہیں اور دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ دونوں اہل حدیث ہیں اور غیر مقلد ہیں۔ اِس کتاب میں ابوحنیفہ کا تذکرہ ''امام اعظم ابوحنیفہ'' کے عنوان سے ہے، اوپر کی عربی عبارت کا ترجمہ اِس کتاب میں اس طرح دیا گیا ہے:

''امام اعظم ابوحنیفہ کوفی کا نام نعمان بن ثابت بن زوطا ہے، آپ کوفہ کے رہنے والے عراق کے بلند پایہ فقیہ ہیں، بنوتیم کی طرف نسبت سے ولاء کی وجہ سے تیمی کہلاتے تھے۔'' (تذکرۃ الحفاظ: ج۱، ص۱۷۴)

اسی طرح الامام الاعظم کے نام سے ابوحنیفہ کے بارے میں کئی کتابیں لکھی گئی ہیں، مثال کے طور پر اس وقت میرے مطالعہ کی میز پر دو عربی کتابیں موجود ہیں (۱) ایک کتاب حافظ مؤرخ محمد بن یوسف صالحی (متوفی: ۹۴۶ھ) کی ہے، جو انہوں نے امام ابوحنیفہ کے مناقب و تعارف میں لکھی ہے، کا نام یہ ہے: **عقود الجمان في مناقب الامام الاعظم ابو حنيفة النعمان۔**

(۲) دوسری کتاب مولانا نوح آفندی (ت ۱۰۷۰ھ) کی ہے:

كتاب الدر المنظم في مناقب الإمام الأعظم

یہ دونوں کتابیں قابل مطالعہ ہیں، لیکن بد قسمتی سے ہمیں اس طرح

کی کتابیں پڑھنے کی توفیق ہے اور نہ ہم میں وسیع المشربی ہی پائی جاتی ہے، لیکن الم غلم اعتراضات اٹھانے کے ماہر ہیں، اوراس میں ہمیں ید طولیٰ حاصل ہے۔

جماعت اہل حدیث کے ایک معروف عالم مولانا ثناءاللہ امرتسری ہیں، جن سے میں ذاتی طور پر کافی زیادہ متاثر ہوں، ان کے بارے میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کی کتاب التوحید، جو دوضخیم جلدوں میں ھدایۃ المستفیین کے نام سے بہت پہلے چھپی ہے، میں ایک جگہ مولانا ثناءاللہ امرت سری کا تعارف اِن القابات سے کیا گیا ہے:

رئیس المفسرین، شیخ المحدثین امام ابن تیمیہ زماں، شوکانی دوراں، سردار اہل حدیث فی الھند، شیخ الامام التقی النقی العامل الکامل، محب السنہ، محسود اھل البدعہ، بقیۃ السلف، عمدۃ الخلف، مجدد القرن، ابو الوفاء ثناء اللہ بن محمد خضر الکشمیری الاصل ثم الامرتسری۔ (ھدایۃ المستفیین: ج۱،ص ۱۰۳)

مولانا ابوالکلام آزادعلم وادب کی دنیا میں ایک معروف شخصیت کے طور پر جانے جاتے ہیں اور اہل حدیث حضرات میں بھی کافی زیادہ قابل اعتماد عالم دین ہیں، پاکستان میں علمائے اہل حدیث نے ان کے لٹریچر کو نئے انداز میں شائع کرنے پر کافی زیادہ کام بھی کیا ہے، انہوں نے حسین بن علی کے بارے میں ایک کتاب ''شہید اعظم'' کے نام سے لکھی ہے، حالانکہ بعض روایات کے مطابق حمزہ بن عبدالمطلب کو پیغمبر اسلام ﷺ نے اس سے پہلے سید الشہداء کا خطاب دیا ہوا ہے (وقال ﷺ: حمزۃُ سیدُ الشھداءِ عند اللہ یوم القیامہ أخرجہ الحاکم ۲۵۵۷)

لیکن کاش کہ موجودہ اہل حدیث اپنے اسلاف اوراُن علمائے متاخرین ہی کی کتابوں کا مطالعہ کرتے تو وہ اس طرح کے جہالت پر مبنی اعتراضات اٹھانے کی جسارت کبھی نہیں کرتے لیکن سچی اور تلخ حقیقت یہی ہے کہ پاکستانی، ہندوستانی اور کشمیری اہل حدیثوں کو امام ابوحنیفہ کو امام اعظم کہنا ایک آنکھ نہیں بھاتا ہے۔

مشہور اہل حدیث مورخ اور درجنوں کتابوں کے مصنف محمد اسحاق بھٹی مولانا داؤد غزنوی کے تذکرہ میں اپنا ذاتی واقعہ لکھتے ہیں:

''ایک دن میں مولانا داؤد غزنوی کی خدمت میں حاضر تھا کہ جماعت اہل حدیث کی تنظیم سے متعلق گفتگو شروع ہوئی، تو انہوں نے بڑے دردناک لہجے میں فرمایا، مولوی اسحاق! جماعت اہل حدیث کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی بددعا لے کر بیٹھ گئی ہے، ہر شخص ''ابوحنیفہ ابوحنیفہ'' کہہ رہا ہے، کوئی بہت ہی عزت کرتا ہے تو اُن کو ''امام ابوحنیفہ'' کہہ دیتا ہے پھراُن کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے، یا زیادہ سے زیادہ گیارہ، اگر کوئی بڑا احسان کرے، تو وہ سترہ حدیثوں کا عالم گردانتا ہے، جولوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نظریہ رکھتے ہوں، اُن میں اتحاد و یک جہتی کیوں کر پیدا ہوسکتی ہے؟'' (مولانا داؤد غزنوی: ص ۱۳۶)

جس جماعت کے افراد کے بارے میں خوداُن کے علماء ناراض و نالاں ہوں، ان کے بارے میں امام ابوحنیفہ کی روحانی بددعا لگنے کے علاوہ اور کہا جاسکتا ہے؟

سنا ہے کہ جمعیت اہل حدیث جموں وکشمیر کے مفتی صاحب کو بھی ''مفتی اعظم'' کہا جاتا ہے لیکن معلوم نہیں کہ یہاں اِس جماعت سے تعلق رکھنے والےلوگوں کے ذہنوں میں یہ اعتراض کیوں نہیں پیدا ہوتا کہ ''مفتی اعظم'' تو محمد رسول اللہ ﷺ ہیں'' یہ نئے مفتی اعظم کہاں سے تشریف لائے؟ مجھے تو ذاتی طور پر اِس پر کوئی اعتراض نہیں، کیونکہ اِس جماعت میں جو علماء فتویٰ دینے کی اہلیت رکھتے ہوں گے، ان میں فتویٰ نویسی کے اعلیٰ منصب پر ایک وقت میں ایک ہی فائز ہوسکتا ہے، اس لئے وہ ان دوسرے علماء ومفتیان کے مقابلے میں ''مفتی اعظم'' کہلاتا ہے۔

خیر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سوچنے، سمجھنے اور غیرضروری اعتراضات اٹھانے سے بچنے کی توفیق عطافرمائے۔ آمین

☆☆☆

(پیش کش: غلام نبی کشافی سری نگر، کشمیر۔ بھارت)

اصلاح معاشرہ

طوفانوں سے لڑنے میں مزا ہی کچھ اور ہے

انصار احمد مصباحی⭑

آپ نے کچھ لوگوں کو، ذرا سی پریشانیوں سے گھبرا کر یہ جملہ بولتے سنا ہوگا، ممکن ہے خواہی نہ خواہی کبھی آپ کی زبان سے بھی یہ لفظ نکلا ہو کہ،''ایسا میرے ساتھ ہی کیوں ہوتا ہے'' نفسیات کے ماہرین کے نزدیک ایسا کہنا انسان کی سب سے بڑی غلط فہمی ہے۔ ہر شخص کی زندگی میں ایک ایسا وقت ضرور آتا ہے، جب اسے پریشانیوں پر لگتا ہے کہ''ایسا صرف میرے ساتھ ہی ہوتا ہے'' انسان کی خمیر دُکھ سکھ کے معجون سے مرکب کی گئی ہے۔ پریشانیاں اور آسانیاں ہم قدم چلتی ہیں۔ قرآن اور احادیث کی تصریحات کی روشنی میں ہر مصیبت کے بعد دگنی راحت اور ہر آسائش کے بعد آزمایش ہے۔ ہر شخص کی زندگی کی گاڑی اِنہی دو پٹریوں سے ہو کر گزرتی ہے۔

اچانک دکھ کی گھنگور گھٹائیں چھا جاتی ہیں، پل بھر کے لئے ہمیں ایسا لگتا ہے کہ یہ تیرگی صرف ہمارے ارد گرد بسیرا کر رکھی ہے۔ اصل میں ایسی کوفت جسے ہر انسان جھیلتا ہو، وہ مصیبت نہیں، عادت بن جاتی ہے۔ مثلا: ہم ہوا میں اڑ نہیں سکتے، مچھلیوں کی طرح تیر نہیں سکتے، بیلوں کی طرح ننگے بدن ٹھہر نہیں سکتے، کھانے کے لئے گھاس بھوس نہیں چبا سکتے۔ اِن مواقع پر کوئی نہیں کہتا کہ''ایسا صرف میرے ہی ساتھ کیوں ہوتا ہے۔''

یاد رکھیے! آپ کی اور میری طرح، دنیا کے سبھی ۵۰۰ کروڑ لوگوں کو پریشانیاں ہیں۔ کسی کے پاس دولت ہے تو ان کی اولاد نافرمان ہے، کوئی سرمایوں کی چوٹی پر بیٹھ کر، ازدواجی زندگی کی ناکامی پر رو رہا ہے، کوئی روٹی کپڑا مکان کے لئے سرگرداں ہے، کسی کو حسن چاہیے، کسی کو عزت کی طلب ہے، کوئی بیماریوں سے جوجھ رہا ہے تو کوئی اپنے موٹاپے سے پریشان ہے، کوئی کام کی تلاش میں بھٹکتا ہے تو کوئی کام کے بوجھ تلے دب کر پریشان ہے۔ پریشان سب ہیں، بس نوعیت الگ الگ ہے۔ اللہ اپنے لافانی کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ تمہارے ہاتھوں کے کمائے ہوئے اعمال کی وجہ سے ہے اور بہت کچھ تو وہ معاف فرما دیتا ہے۔ (البقرۃ:۳۰)

یہ آیت کریمہ ہمیں صاف بتاتی ہے کہ پریشانیاں ہمارے کالے کرتوتوں کے نتائج ہیں اور معلوم یہ بھی ہوا کہ مصیبتیں ہمارے گناہوں کو دھو دیتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ گناہ کا مٹنا اللہ کا انعام ہوتا ہے، جبر و قہر نہیں۔

چلا جاتا ہوں ہنستے کھیلتے موج حوادث سے
اگر آسانیاں ہوں ، زندگی دشوار ہو جائے

اللہ نے جتنی پریشانیاں نازل فرمائی ہے، ان کا حل پہلے اتار دیا ہے۔ ہمیں بس پریشانیاں سے باہر نکلنے کے لئے اس آسان حل کو تلاش کرنی ہے۔ بھوک سبھی کو لگتی ہے، اس کے لئے کھانا پڑتا ہے۔ کوئی بھوک لگنے پر یہ نہیں کہتا کہ''یہ بھوک بھی کیا بلا ہے۔ مجھے ہی بھوک کیوں لگتی ہے۔'' بھوک لگنے کا ایک راز، انسان کو لذت کام و دہن سے آشنا کرنا ہے۔ ایسے ہی پریشانیوں کی ایک حکمت، راحت و عیش کی اہمیت کو جاننا ہے تا کہ انسان جنت کی بہاروں کی آرزو کرے اور اس کے لئے کوششیں کرتے رہے۔ ایک انگریز مفکر نے بڑا معنی خیز جملہ کہا ہے کہ''ایک قنوطی شخص کو ہر موقع پر پریشانی نظر آتی ہے، جب کہ ایک خوش امید شخص کسی بھی پریشانی میں موقع نکال لیتا ہے۔''

مشہور ادیب ڈاکٹر عائض قرنی اپنی مقبول کتاب لَا تَحْزَنْ میں لکھتے ہیں: کوئی آفت آئے تو اس کے روشن پہلو پر نگاہ رکھا کیجیے! کوئی آپ کو لیموں کا پیالہ دے تو اس کی کڑواہٹ پر نظر ڈالنے کی بجائے تھوڑی سی شکر ملا کر اُسے لذیذ مشروب بنا لیجیے، کوئی آپ کو مردہ سانپ دے تو اس کی قیمتی کھال لے کر اُسے پھینک دیجیے، کیسے ہی سخت حالات ہوں، ان کا مقابلہ اس طرح سے کیجیے کہ آپ کے دامن رنگ رنگ کے پھولوں سے بھر جائیں۔ قرآن کہتا ہے،''بہت ممکن ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو مگر وہ تمہارے لئے خیر ہو۔'' (لا تحزن، ۳۱-۳۲)

اسی سیاہ سمندر سے نور نکلے گا: حضرت آدم علیہ السلام جب دنیا میں آئے تو انسیت کے لئے کوئی نہیں تھا، نہ گھر بار تھا نہ کھیتی کھلیان، یہاں تک کہ جسم میں کپڑے تک نہیں تھے، آج وہ پوری

انسانی آبادی کے بابا ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں گر کر بھی صبر کا دامن نہیں چھوڑا، اللہ نے ان کے لئے آگ کو گل زار بنا دیا۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے اندھے کنویں میں ڈال دیا، انہوں نے اس آزمایش پر صبر کیا تو مصر جیسے ترقی یافتہ حکومت کے سپید و سیاہ کے مالک بن گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کی ہجرت کا واقعہ بظاہر بڑا جانکاہ تھا، لیکن مدینہ پہنچ کر حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی ریاست قائم فرمادی کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ شہید اعظم سرکار امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کربلا میں اپنے کنبے سمیت شہید ہو گئے، اللہ نے وہ انعام سے نوازا کہ آج وہ مورخین اور ماہرین کے نزدیک دنیا کے پسندیدہ لیڈر اور شخصیت ہیں اور آخرت میں جنتی جوانوں کے سردار ہوں گے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ پر ایک دو نہیں، پورے سو کوڑے برسائے گئے، یہاں تک کہ آپ کی وفات بھی قید خانے ہی میں ہوئی۔ (مناقب الامام وصاحبہ: ۱/ ۷۲) اجر دیکھیے کہ دنیا آج انہیں علم فقہ کے بانی کے طور پر یاد کرتی ہے۔ یہ امام مالک ہیں، جنھیں جعفر بن سلیمان نے صرف اس لئے سو کوڑے لگوائے کہ آپ حالت اکراہ کی بیعت کے قائل نہیں تھے، انھیں دنیا امام عشق ومحبت کے لقب سے یاد کرتی ہے۔ حضرت امام احمد ابن حنبل کو اسیر زنداں کیا گیا، پیٹھ پر کوئی ایسی جگہ نہ بچی تھی جہاں کوڑوں کے نشان نہ ہوں، وہ اتنے بڑے عالم ہوئے کہ آج فقہ میں ان کی تقلید کی جاتی ہے۔

امام سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کو حجاج بن یوسف نے جانوروں کی طرح ذبح کر دیا، حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہ کو دیکھیے! عبد الملک بن مروان نے کڑاکے کی سردی میں، خالی جسم پر پانی ڈلوایا اور اُسی جسم پر پچاس کوڑے لگوائے۔ شمس الائمہ حضرت امام سرخسی کو اوزجند کے کنواں نما گڈھے میں قید کر دیا گیا، تو آپ کے قلم جوالہ سے تیس جلدوں پر مشتمل **المبسوط** نامی فقہی انسائیکلو پیڈیا وجود میں آ گیا۔ حضرت امام بوصیری فالج میں مبتلا ہوئے تو اسی فالج کی حالت میں شان رسالت میں ایسا شاہ کار قصیدہ رقم کیا کہ وہ کروڑوں عشاق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وظیفہ بن گیا۔ علامہ ابن الاثیر کو نظر بند کیا گیا تو **جامع الاصول** اور **النہایۃ** مرتب کر دیں۔ علامہ ابوالفرج ابن الجوزی کو بغداد سے جلاوطن کیا گیا تو قرأت سبعہ کی تجوید تیار کر ڈالی۔ شیخ سعدی شیرازی کو سفر کی کلفتیں برداشت کرنی پڑیں تو نتیجے میں علم ومعرفت، ادب وحکمت کا ایک ''گلستاں'' تیار ہو گیا۔ یہ سبھی لوگ قرآنی اصول اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا کے اصول پر عمل پیراں تھے۔ (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ)

ساحل کے سکوں سے کسے انکار ہے لیکن
طوفان سے لڑنے میں مزہ اور ہی کچھ ہے

جزیرہ انڈمان میں کالا پانی کی سزا ہوئی تو حضرت مفتی عنایت احمد کاکوروی علیہ الرحمہ نے علم الصیغہ اور تواریخ حبیب الٰہ نامی کتابیں لکھ دیں جو آج تک برصغیر کے درس نظامی میں داخل نصاب چلی آ رہی ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کو اُن کی حق گوئی کے پاداش میں کیسی کیسی گالیاں دی گئیں، دھمکیاں تک ملیں لیکن کیا مجال کہ پائے استقلال میں کبھی ذرا سی جنبش آئی ہو۔ محمد حسین آزاد کا ادبی شاہکار ''آب حیات'' اور ابو الکلام آزاد کی ''غبار خاطر'' بھی قید و بند کی صعوبتوں کا ہی نتیجہ ہیں۔ مشہور شاعر مولانا سید فضل الحسن حسرتؔ موہانی کی ''مشاہدات زنداں'' اور منقبت غوثیہ سمیت اشعار کا معتد بہ حصہ جیل خانے کی یادگار ہیں۔ انھوں نے اپنا مشہور شعر

ہے مشق سخن جاری چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشہ ہے حسرت کی طبیعت بھی

مدت اسیری ہی میں کہی تھی۔

انیسویں صدی کے آخری دور میں مصطفیٰ کمال پاشا نے جدید ترکی کی جو عمارت کھڑی کی تھی، اس کی بنیاد اسلام دشمنی پر رکھی گئی تھی۔ اس نے اپنی حدودِ سلطنت سے اسلام کو باہر کر دیا، اذان پر پابندی عائد کر دی، مساجد کو میوزیم اور گوداموں میں تبدیل کر دیا، دینی مدارس پر تالے لگوا دِیے، زبانِ ترکی کی عربی رسم الخط کو لاطینی سے بدل دیا، حجاب پر پابندی عائد کر دی، شرعی عدالتیں بند کروادی۔ ایسی گھٹا ٹوپ تاریکی میں ''تحریک نورسی'' کے بانی اور ''رسائل نور'' کے مصنف شیخ بدیع الزماں سعید نورسی، نور کی کرن بن کر ابھرے اور پورے ترکی میں احیائے اسلام کی روح پھونک دی لیکن ان کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں ساری زندگی جلاوطنی اور گرفتاری میں بتانی پڑی۔

ترکی کے ہی ڈاکٹر فواد سیزگین (وفات ۳۰ جون ۲۰۱۸ء استنبول) کو استنبول شہر سے جلاوطن کر دیا گیا تو غریب الوطنی میں ''تاریخ التراث العربی'' کی ۱۶ جلدیں لکھ ڈالی، آج وہ لائبریری ناقص تصور کی جاتی ہے جہاں یہ اہم کتاب موجود نہ ہو۔ مسلم سائنس داں، ہیئت داں، کیمیا و

ریاضی کے ماہرین کو عالمی طور پر متعارف کرانے کی یہ کتاب اب تک کی سب سے بڑی کامیاب کوشش ہے۔رئیس القلم، مناظر اسلام حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ دورِاخیر کے سب سے بڑے آئیڈیل رہنما گزرے ہیں۔۱۹۷۹ء میں جمشید پور میں فساد پھوٹا تو مدرسہ فیض العلوم بھی زد میں آ گیا۔ وہ ایک طویل داستان غم ہے۔ اگست ۱۹۷۹ء میں آپ کو گرفتار کرلیا گیا۔آگے خود لکھتے ہیں'' کہنے کے لئے مجھے جیل میں پہنچانے میں ظلم ہی کا ہاتھ ہے،لیکن یہ کتنا خوب صورت ظلم ہے، جو میرے برسوں کی آرزوؤں کی تکمیل کا ذریعہ بن گیا کہ ''زیروزبر'' کا دوتہائی حصہ جو تین سو صفحات پر مشتمل ہے،آج مکمل ہوگیا۔'' (زیروزبر،ص،۵)

مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمہ ناگ پور میں دن میں رکشہ چلاتے اور رات میں پڑھتے، گھر میں متعدد بار ایسی چوری ہوئی کہ استعمال کے لئے جھاڑو تک نہ بچا۔اللہ نے اس صبر وتحمل کا یوں انعام بخشا کہ اُسی حیات میں ''فقیہ ملت اسلامیہ'' قرار پائے۔

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا — سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

بیسوی صدی کے سب سے مشہور طبیعیات داں، البرٹ آئن اسٹائن کے پاس ایک کتا ہوا کرتا تھا۔ وہ اُسے بہت پیار کرتا، سفر حضر میں ساتھ رکھتا۔ اکثر جب وہ سائنسی تھیوری لکھنے بیٹھتا، کتا اُس کے ارد گرد ہی منڈلاتا رہتا تھا۔کبھی دم ہلاتا تو کبھی زبان نکال کر ہانپتا اور کبھی فرش پر لوٹ پوٹ ہوتا۔ایک دن جب کتا، آئن اسٹائن کے دارالمطالعہ میں تنہا تھا،اس نے ایسی حرکت کردی کہ سائنس کی کئی اہم تھیوریاں برباد ہوگئیں۔ کتے نے روشنائی انڈیل دی اور بالٹی میں رکھے پانی بھی پلٹ دیا۔جب آئن اسٹائن نے اپنے سارے کیے دھرے پر پانی پھرا دیکھا تو اُسے دکھ تو بہت ہوا، پر افسوس کے ساتھ اس نے کتے کو صرف اتنا کہا:

''کاش تواِن تحریروں کی اہمیت کو سمجھ سکتا۔''

کہانی یہیں پر ختم نہیں ہوئی۔ بعد میں آئن اسٹائن نے اپنے کتے کو دیکھ دیکھ کر ساری تھیوریاں ازسرنو تیار کرلیں، یہاں تک کہ پہلے سے زائد قیمتی مواد اکٹھا ہوگیا۔ آخر میں پیارے آقا، رسول رحمت حضور سید عالم ﷺ کی تین پیاری حدیثیں پڑھ لیجیے! سچی عقیدت ہوگی تو اِن شاء اللہ انہی سے سارے دکھ درد والم کافور ہو جائیں گے اور جو حالات اور کیفیت آپ کو بظاہر پر درد اور اندوہ ناک نظر آتے ہیں، وہی آپ کے لئے مژدہ جاں فزا، نوید خوش مآلی نظر آئیں گے۔

حدیث: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔حضور ﷺ کو بخار ہو رہا تھا۔ میں نے چادر پر سے حضور ﷺ کے جسم مبارک پر ہاتھ رکھ کر دیکھا تو حضور ﷺ کے بخار کی گرمی مجھے محسوس ہوئی۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اتنا تیز بخار ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں ہم پر مصیبت بھی سخت آتی ہے اور ثواب بھی دوگنا ملتا ہے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ، کن لوگوں پر زیادہ سخت مصیبت آتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا: انبیاء پر۔ میں نے عرض کیا پھر کن پر؟ حضور ﷺ نے فرمایا: نیک لوگوں پر اور بعض نیک لوگ ایسی تنگ دستی میں مبتلا کر دیے جاتے ہیں کہ ان کے پاس ایک کمبل کے سوا، جسے وہ اوڑھے ہوئے ہیں، کچھ نہیں ہوتا۔ان میں سے بعض مصیبت سے اس قدر خوش ہوتے ہیں جتنا تم لوگ مال ودولت ملنے سے ہوتے ہو۔(سنن ابن ماجہ)

حدیث: حضرت سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! لوگوں میں سب سے زیادہ سخت آزمائش کس کی ہوتی ہے؟'' حضور ﷺ نے فرمایا: انبیائے کرام علیہم السلام کی، پھر درجہ بدرجہ مقربین کی۔ آدمی کی آزمائش اس کے دینی مقام وفضیلت کے مطابق ہوتی ہے۔ دین میں جتنا مضبوط ہو، آزمائش بھی اتنی ہی سخت ہوتی ہے۔ اگر دین میں کمزور ہو تو حسبِ دین آزمائش کی جاتی ہے۔ بندے کے ساتھ یہ آزمائشیں چلتی رہتی ہیں یہاں تک کہ (مصائب پر صبر کی وجہ سے) وہ زمین پر اس طرح چلتا ہے کہ اس پر ایک بھی گناہ نہیں ہوتا۔ (سنن بخاری، سنن ترمذی)

حدیث: ''حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا'' بروز قیامت جب مصیبت کے ماروں کو ثواب دیا جائے گا تو آرام وسکون سے زندگی گزارنے والے تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں ان کی چمڑیاں قینچیوں سے کاٹ لی جاتیں۔'' (سنن ترمذی، سنن بیہقی، مجمع کبیر)

طول غم حیات سے گھبرا نہ اے جگر
ایسی بھی کوئی شام ہے جس کی سحر نہ ہو
مصیبت کا پہاڑ آخر کسی دن کٹ ہی جائے گا
مجھے تیشے سے سر ٹکرا کے مرجانا نہیں آتا

☆ رکن جماعت رضائے مصطفیٰ، اتر دیناج پور، مغربی بنگال

شخصیات اسلام

سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی کی غریب نوازی

محمد مدثر حسین اشرفی٭

چھٹی صدی ہجری کی بات ہے؛ ایامِ حج کا موسم ہے، دنیا کے گوشے گوشے سے حجاج کرام کا قافلہ ارکانِ حج کی تکمیل کے بعد مدینہ منورہ پہنچ چکا ہے۔ مدینہ منورہ وہ مقدس شہر ہے جہاں ہم سب کے آقا جناب محمد رسول اللہ ﷺ جلوہ فرما ہیں۔ میرے آقا جہاں آرام فرما ہیں وہ مقدس جگہ کعبہ سے بھی افضل ہے، عرش اعظم سے بھی افضل ہے۔ اسی بارگاہ سے سب کو بھیک ملتی ہے، یہیں سب کی بگڑی بنتی ہے، نصیب چمکتے ہیں، یہ وہ عظیم بارگاہ ہے جہاں پر روزانہ ستر ہزار ملائکہ صبح اور ستر ہزار ملائکہ شام کو حاضری دیتے ہیں، سرکار کی بارگاہ کے طواف کرتے ہیں، ان پر درود وسلام کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ اس بارگاہ کا ادب واحترام کا درس پروردگار عالم نے دیا ہے، یہاں اونچی آواز سے گفتگو کرنا نہ صرف یہ کہ جرم بلکہ اعمال ضائع ہونے کا اندیشہ ہے، مزید یہ کہ اُسے خبر بھی نہیں ہوگی۔ انہی حجاج کرام کے قافلہ میں ایک ایسے نوجوان ہیں جن کی قسمت کا ستارہ بلندی پر ہے، اس نوجوان کے چہرے کی نورانیت بتا رہی تھی کہ بہت سے بے دین کواُن کے ذریعے دین حق قبول کرنے کی توفیق ملے گی، چہرہ سے صاف ظاہر تھا کہ یہ کوئی آلِ رسول ہے، نام ان کا معین الدین حسن ہے، جنہیں آج دنیا ''سلطان الہند، عطائے رسول، خواجہ خواجگاں، غریب نواز'' جیسے عظیم القاب سے جانتی اور پہچانتی ہے۔ حضرت غریب نواز مدینہ منورہ میں اکثر اوقات عبادت میں گذارتے پھر آپ کی قسمت کا ستارہ چمکا، بارگاہِ رسول ﷺ سے یہ مژدہ ملا کہ

''اے معین الدین تو میرے دین کا معین ہے میں نے تجھے ہندوستان کی ولایت عطا کی وہاں کفر وظلمت پھیلی ہوئی ہے تو اجمیر جا تیرے وجود سے ظلمت کفر دور ہوگی اور اسلام رونق پذیر ہوگا'' (سیر الاقطاب)

اِس بشارت عظمیٰ سے حضرت غریب نواز پر وجدانی کیفیت طاری ہوگئی مسرت وشادمانی کی انتہا نہ رہی بارگاہ نبوت کی مقبولیت بندگی اور سلوک معرفت کی سخت منزلوں کا تحفہ تھا لیکن وہ کچھ حیران بھی ہوئے کہ شہر اجمیر کہاں ہے سمت سفر کیا ہوگی؟ مدینہ سے اجمیر کی مسافت کتنی ہے؟ راستہ کے پیچ وخم کیا ہیں؟ اسی فکر میں نیند آگئی اور خواب میں تاجدار کونین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی زیارت کا شرف عظیم حاصل ہوا۔ حضور ﷺ نے آپ کو ایک ہی نظر میں شرق سے غرب تک سارے عالم کو دکھا دیا، تمام بلاد وامصار آپ کی نگاہوں کے سامنے تھے اجمیر وہاں کا قلعہ اور پہاڑیاں نظر آئیں اور سرکار نے ایک انار عطا کر کے ارشاد فرمایا کہ ہم تجھ کو خدا کے سپرد کرتے ہیں۔ (مونس الارواح)

حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ والد ماجد کی طرف سے حسینی اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حسنی ہیں۔

نسب نامہ پدری: معین الدین بن خواجہ غیاث الدین بن خواجہ نجم الدین طاہر بن سید عبدالعزیز بن سید ابراہیم بن سید ادریس بن سید امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن حضرت امام حسین بن سیدنا حضرت علی۔

نسب نامہ مادری: بی بی ام الورع المعروف بما ماہِ نور بنت سید داؤد بن سید حضرت عبداللہ حنبلی بن سید زاہد بن سید مورث بن سید داؤد بن سیدنا موسیٰ جون بن سیدنا عبداللہ بن سیدنا حسن مثنیٰ بن سیدنا حضرت امام حسن بن سیدنا حضرت علی (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

آپ کی ولادت باسعادت ۱۴ رجب ۵۳۷ھ پیر شریف کو علاقہ سجستان (سیستان) کے قصبہ سنجر میں ہوئی۔ (تاریخ ولادت میں اور بھی مختلف اقوال ہیں) تعلیم کے حصول کے سلسلے میں آپ نے مختلف مقامات کا سفر طے کیے اور وقت کے جیّد علما ومشائخ سے آپ نے تعلیم حاصل کی، وہ وقت بھی آگیا کہ آپ کی تعلیم مکمل ہوئی۔ دینی علوم کی تکمیل کے بعد پیر ومرشد کی تلاش ہوئی، حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، اس زمانے میں حضرت کی ولایت کا شہرہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے حضرت غریب نواز کو دیکھتے ہی ان کے روشن مستقبل کو نگاہ بصیرت سے دیکھ لیا، پھر حضرت خواجہ غریب نواز پر خاص توجہ فرمائی، عمدہ تربیت اور مجاہدات کے ذریعے

مرشد کامل نے مرید صادق کو اس منزل تک پہنچایا، جس کے وہ مستحق تھے۔ پیر کامل کی صحبت میں آپ بیس سال رہے پھر پیر کامل کی معیت میں مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کی حاضری کا شرف حاصل ہوا، پھر بارگاہِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مژدہ ملا کہ ملک ہند کو آپ کے حوالہ کیا گیا۔

سرزمین ہندوستان کی یہ خوبی رہی ہے کہ اس دھرتی پر کثرت سے اولیائے کرام کا ورودِ مسعود ہوا۔ اشاعت اسلام میں جو خدمات سلسلہ چشت اہل بہشت نے انجام دیے ہیں وہ سنہری حرفوں سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ سرکار غریب نواز کی آمد سے قبل ہندوستان میں اسلام آچکا تھا مگر اسلام کو فروغ آپ کی آمد کے بعد ملا۔ بے شمار لوگ آپ کے کردار سے متاثر ہوکر اسلام میں داخل ہونے لگے۔

جب سرکار غریب نواز علیہ الرحمہ ہندوستان تشریف لائے تو کیا اُن کا استقبال کیا گیا؟ یا اُنہیں خوش آمدید کہا گیا؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ ان پر پانی بند کیا گیا، زمین تنگ کی گئی، مگر خواجہ غریب نواز نے بندگانِ خدا کے ساتھ مخلصانہ اور داعیانہ رویہ اختیار کیا۔ نہایت دانش مندی، خلوص، محبت، حسن کردار، غم خواری و غم گساری، خدمت خلق اور حکمت کے ساتھ دلوں کو جیت لیا۔ لوگ جوق در جوق داخلِ اسلام ہونے لگے۔ آج ہم غریب نواز کے اس طریقے کو بھلا چکے ہیں، جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ آج ہم سب کو حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کے کردار کو اپنی عملی زندگی میں لانے کی اشد ضرورت ہے۔

سرکار غریب نواز علیہ الرحمہ نے اپنی پوری زندگی اطاعت الٰہی و رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور خدمت خلق میں بسر فرمائی، آپ کی بارگاہ میں آنے والا جس مقصد کے تحت آتا آپ ہر ایک کا مقصد پورا فرماتے، کوئی بھی خالی ہاتھ لوٹے یہ آپ کی بارگاہ کا شیوہ نہیں۔ اہل اللہ ہر حال میں شریعت کے متبع ہوتے ہیں، امیر، غریب سب پر یکساں نظر رکھتے ہیں۔ کیا ں شان ہے اللہ والوں کی ذرا اِس واقعہ سے اندازہ لگائیں کہ خلق پر وہ کس قدر مہربان ہوتے ہیں۔ ایک کسان کو انصاف دِلانے کی خاطر آپ نے اجمیر شریف سے دہلی کا سفر فرمایا۔ سرکار غریب نواز علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں ایک کاشت کار آیا۔ عرض کیا کہ میرے کھیت کی پیداوار حاکم نے ضبط کرلی ہے۔ کہتا ہے کہ جب تک شاہی فرمان نہ لاؤ گے اس میں سے کچھ نہ پاسکو گے لہٰذا حضرت کی امداد کا خواہاں ہوں تاکہ اس سال کے خرچ سے نجات ملے کیوں کہ میری روزی کا وسیلہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا، بعدازاں حاکم کیا کرے گا؟ اس نے عرض کیا جو حکم سلطان کا ہوگا اُس کے مطابق عمل کرے گا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر استمراری فرمان دستیاب ہوجائے تو ہمیشہ کے لئے یہ تکلیف دور ہوجائے گی؟ اس نے عرض کیا اگر حضور قطب صاحب (بختیار کاکی علیہ الرحمہ جو حضرت غریب نواز علیہ الرحمہ کے خلیفہ اور بادشاہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کے مرید ہیں) کو سفارشی خط لکھ دیں تو استمراری یا میعادی فرمان مل جائے گا۔ آپ نے غور و تامل کے بعد فرمایا کہ اگرچہ سفارش سے تیری مقصد براری آسان ہے مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرے کام کے لئے متعین کیا ہے لہٰذا میرے ساتھ چل۔ آپ اسی وقت اس کو ہمراہ لے کر دہلی سے روانہ ہوگئے۔

پہلے جب بھی آپ دہلی تشریف لے گئے تو اپنی تشریف آوری سے حضرت قطب صاحب کو مطلع فرمایا تھا مگر اس بار آپ نے اپنے دہلی پہنچنے کی اطلاع نہیں دی، مگر اتفاق سے راستہ میں ایک شخص ملا۔ اس نے دوڑ کر حضرت قطب صاحب کو آپ کے تشریف لانے کی اطلاع دی، حضرت قطب صاحب آپ کی اچانک تشریف آوری سے متعجب ہوئے اور بادشاہ کو آپ کی آمد سے مطلع کیا۔ بادشاہ نے افواج اور جلوس کے ساتھ استقبال کیا۔ حضرت قطب صاحب نے لوگوں کے چلے جانے کے بعد آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ بلا اطلاع یک بارگی حضور کے تشریف لانے کا کیا سبب ہے؟ آپ نے کسان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اس کے کام کے لئے آیا ہوں۔ حضرت قطب صاحب نے عرض کیا کہ حضور کے خادموں میں سے کوئی بھی سلطان سے عرض کرتا تو اس شخص کا کام ہوجاتا۔ اس کام کے لئے حضور کو تکلیف کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ٹھیک ہے مگر اہل اسلام ذلت اور غربت کے وقت خدا کی رحمت سے قریب ہوتا ہے۔ جب یہ شخص میرے پاس آیا تھا بہت رنجیدہ تھا۔ میں نے مراقب ہوکر دربار ایزدی میں اس کے متعلق عرض کیا۔ ارشاد ہوا کہ رنج و غم میں شریک ہونا عین بندگی ہے بس میں حق تعالیٰ کی بندگی کے لئے خود یہاں تک آیا ہوں۔

(معین الارواح)

حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی اپنی تصنیف سبع سنابل شریف میں تحریر فرماتے ہیں: نقل ہے کہ خواجہ معین الحق والدین حسن سنجری علم کامل رکھتے تھے۔ آپ کی تصانیف خراسان کے اطراف و نواح میں

بہت ملتی ہیں ۔ستر سال تک رات کو آرام نہ کیا اور نہ پُشت زمین سے لگائی۔ستر سال تک آپ کا وضو سوائے حاجتِ انسانی کے نہ ٹوٹا، آنکھیں عموماً بند رکھتے، نماز کے وقت کھولتے اور شیخ کی نظر جس پر پڑ جاتی ولی اللہ ہو جاتا۔

وصال: شب وصال چند اولیاء اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو عالم خواب میں یہ فرماتے ہوئے دیکھا، معین الدین حق تعالیٰ کا دوست ہے ہم آج اس کے استقبال کے لئے آئے ہیں ۔۶ رجب کو عشاء کی نماز کے بعد حجرہ پاک میں تشریف لے گئے دروازہ اندر سے بند کرلیا اور خادمان بارگاہ کو ہدایت فرمائی کہ یہاں کوئی نہ آئے، جب صبح صادق ہوئی نماز فجر کے لئے خادموں نے دستکیں دیں جب دروازہ نہ کھلا تو خدام نے دروازہ کھولا۔دیکھا تو حضرت خواجہ غریب نواز غریقِ رحمتِ الٰہی ہو چکے ہیں روح پاک قفس عنصری سے پرواز کر چکی ہے اور آپ کی مبارک پیشانی پر یہ تحریر ہے: حَبِیْبُ اللہِ مَاتَ فِیْ حُبِّ اللہِ (اللہ عزوجل کا محبوب بندہ محبت الٰہی میں وصال کر گیا) آپ کی نماز جنازہ آپ کے بڑے صاحب زادے حضرت خواجہ فخر الدین علیہ الرحمہ نے پڑھائی۔آپ کا آستانہ اجمیر شریف میں مرجع خلائق ہے۔

آج بھی آپ کے آستانے پر امیر، غریب، حاکم، وزیر بلا تفریق ہر مذہب کے لوگ حاضر ہوتے ہیں، کوئی مفلسی سے پریشان ہے، تو کوئی بے اولادی سے نالاں ہے، تو کوئی بیماری سے، سب اپنی اپنی پریشانیوں، مصیبتوں اور دکھ، درد کے کافور کے لئے اور اپنی اپنی حاجات کی بر آوری کے لئے بارگاہ عطائے رسول میں پیش کرتے ہیں، انداز کچھ یوں ہوتا ہے بقول شاعر:

سنانے اپنی بربادی کے افسانے کہاں جاتے
تیرا در چھوڑ کر خواجہ یہ دیوانے کہاں جاتے
ہمیشہ بھیک ہم نے تو اسی چوکھٹ سے پائی ہے
ہم اپنا دامن امید پھیلانے کہاں جاتے
تمہارے سر پہ خواجہ تاج ہے مشکل کشائی کا
ہم اپنی الجھنیں اوروں میں سلجھانے کہاں جاتے

جب فریادی دل سے فریاد کرتا ہے، گریہ وزاری کرتا ہے، کہتے ہیں نا کہ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے پھر فریادی کی دعا باب اجابت تک پہنچتی ہے۔رب تعالیٰ اپنے محبوب بندے سرکار غریب نواز علیہ الرحمہ کے صدقے طفیل آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والوں کی پریشانیوں کو دور فرماتا ہے، حاجات پوری فرماتا ہے، بے اولادوں کو صاحب اولاد بناتا ہے، مفلسوں کی مفلسی دور فرماتا ہے، بیماروں کو کامل شفا عطا فرماتا ہے۔مانگنے والوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ جو چہرہ تھوڑی دیر قبل مرجھایا ہوا تھا، اب غریب نواز نے اتنا مالا مال کر دیا ہے کہ وہی چہرہ مثل گلاب کھلا ہوا ہے اور بوقت رخصت مستی میں، خوشی میں برادرِ اعلیٰ حضرت، علامہ حسن رضا خاں بریلوی کا یہ شعر گنگناتے ہوئے جا رہے ہیں:

خواجہ ہند وہ دربار ہے اعلیٰ تیرا
کبھی محروم نہیں مانگنے والا تیرا

☆☆☆

☆ابن مولانا لعل محمد اشرفی علیہ الرحمہ، امام وخطیب
رضائے مصطفیٰ مسجد گیورائی، ضلع بیڑ، مہاراشٹر
9172869263/6204063980

نقوش رفتگاں

خراج عقیدت بموقع عرس اشرفی

اعلیٰ حضرت اشرفی میاں اور خدمت اسلام وسنیت

نوشاد عالم اشرفی جامعی★

اللہ کے مقدس رسول ﷺ کی وفات ظاہری کے بعد آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین وشریعت کی نشر و اشاعت کا پرچم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اُن کے بعد تابعین وتبع تابعین اور ائمہ مجتہدین نے بلند کیا۔ انہوں نے دین حنیف کی نشر واشاعت میں حتی المقدور پوری کوششیں صرف کر دیں یہاں تک کہ اسلام عرب اور اُس کے اطراف ومضافات سے نکل کر دنیا کے کونے کونے میں پہنچ گیا۔ بھارت کی سرزمین میں سب سے زیادہ جس مردِ قلندر کی کوشش وتبلیغ سے اسلام پھیلا اور مستقبل میں بھارت میں اشاعت اسلام کے لئے راستہ ہموار ہوا وہ جماعتِ مبلغین کے قائد وسرخیل، مرجعِ مردانِ حق آگاہ، درویش کامل، عظیم بزرگ، مقتدر شخصیت اور بارگاہ رسالت کی برگزیدہ ہستی، سلطان الہند، نائب النبی، عطائے رسول، حضرت خواجہ معین الدین چشتی حسن سنجری اجمیری علیہ الرحمہ ہیں جو بے شمار لوگوں کو داخلِ اسلام کر کے راہِ تبلیغ میں پیش آنے والے حواجز وموانع کو خس وخاشاک کی طرح بہا لے گئے اور مستقبل کے علماء وصوفیاء کے لئے تحریر وتقریر، تصنیف وتالیف اور تذکیر وتبشیر کے ذریعہ اشاعت اسلام کی راہ ہموار کر گئے۔

چودھویں صدی ہجری میں جن علماء وصوفیاء نے اس پیغام ہدایت کو عام کیا اور اسلام وسنیت کی خدمت کی ان میں سے ایک شیخ المشائخ، مخدوم الاولیاء، محبوبِ ربانی، اعلیٰ حضرت علی حسین اشرفی میاں جیلانی کچھوچھوی علیہ الرحمۃ والرضوان ہیں جو تارک السلطنت، قدوۃ الکبریٰ، غوث العالم حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ کے خلف اکبر مخدوم الافاق، حاجی الحرمین، حضرت سید عبدالرزاق نور العین علیہ الرحمہ کی اولاد سے ہیں جن کا سلسلہ نسب حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ سے ہو کر حضور ﷺ تک پہنچتا ہے۔

آپ کی خدمات: آپ نے عشق وعقیدت سے خالی بے شمار اذہان وقلوب میں عشق رسول کی جوت جگائی اور ہزاروں کو راہ ہدایت پر گامزن کر کے علم ومعرفت اور تقویٰ وطہارت کی دولتِ بے بہا سے مالا مال کیا۔ آپ ہی کی مبارک ذات ہے جس سے مشرق ومغرب اور شمال وجنوب کے گوشے گوشے میں سلسلہ اشرفیہ بلادِ اسلامیہ میں پھیلا، مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی نے لکھا ہے: آپ کا دربار میکدۂ عرفان وآگہی تھا جہاں بادہ گسارانِ طریقت کا ہر وقت میلہ لگا رہتا تھا۔" (۱)

آپ نے تحریر وتقریر، تصنیف وتالیف، اخلاق وکردار، مساجد ومدارس کے قیام، خلق خدا کی حاجت روائی اور اس کے علاوہ اپنے حسنِ خداداد سے بھی اسلام کی عظیم خدمت انجام دی۔

مدح خوانان حسن وجمال: حدیث شریف میں اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: اَلَا اُنَبِّئُکُمۡ بِخِیَارِکُمۡ اَلَّذِیۡنَ اِذَا رَأَوْ ذُکِرَ اللّٰہُ۔ (۲) کیا میں تم میں بہتر لوگوں کی خبر نہ دے دوں؟ تم میں بہتر وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو خدا یاد آ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کو ایسا پیکر حسن وجمال بنایا تھا کہ جو دیکھتا تو دیکھتا ہی رہ جاتا۔ امامِ اہلسنت، قاطع کفر وضلالت اعلیٰ حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمہ کی نظر جب آپ کے جمالِ جہاں آرا پر پڑی تو بے ساختہ پکار اٹھے:

اشرفی اے رخت آئینہ حسن خوباں
اے نظر کردہ و پروردہ سہ محبوباں (۳)

اور حضرت سید غلام بھیک نیرنگ یوں گویا ہوئے:

اے عارض تو شرح طوبیٰ لمن رانی | روئے تو ترجمان انوارِ لا مکانی
حسن ازل زرویت ہر لحظہ جلوہ افگن | آن معنی نہاں را تو صورت عیانی (۴)

حضرت مفتی شریف الحق امجدی سابق صدر مفتی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ "حضرت کے حلیہ جمال کا ہر نقش میرے دل ودماغ پر ثبت ہے۔ سبحان اللہ وہ نورانی دلکش چہرہ جس پر فردوس کی بہاریں قربان۔" (۵)

یہ بھی لکھا ہے کہ جس مجلس میں تشریف رکھتے ایسا محسوس ہوتا کہ ملا قدس کا کوئی فرشتہ جلوہ گر ہے جو دیکھتا ہوش وخرد کھو بیٹھتا۔ (۶)

مولانا شاہ محمد پھلواروی نواسہ حضرت شاہ علی حبیب نصر علیہ الرحمہ سجادہ نشین پھلواری شریف کا بیان ہے کہ میں نے ان جیسا حسین، وجیہ اور نورانی صورت رکھنے والا مشائخ میں کسی کو نہیں دیکھا۔(۷)

بلکہ حسن خداداد کا عالم یہ تھا کہ جب دن میں استراحت فرماتے تو اپنے چہرۂ زیبا پر اپنا رومال رکھ لیتے کیوں کہ بھونرے چہرہ زیبا کے گرد چکر لگایا کرتے اور رات کی تاریکی میں چہرہ اور جسم صاف نظر آتا بلکہ چہرہ مبارک سے انوار کی تابشیں پھوٹتیں۔(۸)

اس حسن و وجاہت کی تاثیر یہ رہی کہ جو آپ کی زیارت سے مشرف ہوگیا آپ کا گرویدہ ہوگیا اور اپنے کو آپ کے حلقہ ارادت میں داخل کرنا اپنے لئے فیوض و برکات اور سعادات وحسنات کے حصول کا موجب جانا۔ اسی کا اثر تھا جس نے بہت سے غیر مسلموں کے دلوں کو صراط مستقیم کی ہدایت کے لئے مسخر کر کے دولت اسلام سے مالا مال کیا، ''سیرت اشرفی'' کے مصنف نے لکھا کہ کثیر تعداد میں مشرکین و نصاریٰ نے آپ کی صورتِ زیبا کو دیکھ کر اسلام قبول کیا۔''(۹)

مشہور مفسر قرآن ومحدث حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی نے تحریر فرمایا کہ فقیر کے دادا پیر حضور اشرفی میاں جیلانی قدس سرہ بالکل ہم شکل حضور غوث الثقلین تھے جہاں بیٹھ جاتے مسلم وغیر مسلم زائرین کا ہجوم لگ جاتا تھا بہت سے لوگ انہیں دیکھ کر ہی مسلمان ہو گئے۔''(۱۰)

حضرت مولانا محمود احمد رضوی شہزادہ مفتی اعظم پاکستان علامہ سید ابوالبرکات نے لکھا ہے کہ ''ان کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ ان کے چہرہ نورانی کو دیکھ کر غیر مسلم بھی حلقہ بگوش اسلام ہوجاتے تھے۔''(۱۱)

مولانا احمد القادری مصباحی سابق استاد دار العلوم اشرفیہ نے لکھا: اہل کشف ومشاہدہ کا بیان ہے کہ آپ ہم شکل محبوب سبحانی تھے برکات باطنیہ کے علاوہ جمال صورت سے بھی آراستہ تھے جس کو دیکھ کر مخالفین بھی معتقد ہوجاتے اور ماننا پڑتا کہ

یہی نقشہ ہے یہی رنگ ہے سامان یہی ہے
یہ جو صورت ہے تری صورت جانان یہی ہے (۱۲)

حافظ ملت حضرت علامہ حافظ عبدالعزیز اشرفی محدث مبارک پوری علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ''ان کی شان یہ تھی کہ ان کے چہرہ مبارک پرنور کی بارش ہوتی تھی جہاں بیٹھ جاتے ایک بھیڑ جمع ہوجاتی تھی۔ کیا ہندو کیا مسلمان تمام مذاہب والے دیکھ کر فریفتہ ہوجاتے تھے۔''(۱۳)

تقریر دلگیر: آپ نے اپنی پند ونصیحت اور وعظ وخطابت سے بھی اسلام وسنیت کی خوب خوب خدمت کی، ہندوستان بھر میں منعقد جلسوں اور کانفرنسوں کی صدارت وسرپرستی کرتے اور علم شریعت و طریقت، تصوف وسلوک کے اسرار ورموز بیان فرماتے تو بڑے بڑے اہل علم دم بخود ہو جاتے۔ جب بدایوں کی سرزمین میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ جن کے علم وفضل کا ڈنکا چہار دانگ عالم میں بجتا ہے تقریر کے لئے کھڑے ہوئے تو اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کی ہوئی تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

''ابھی آپ نے علم ومعرفت سے لبریز ایسی تقریر سماعت فرمائی جس سے قلب منور ہوتے ہیں اور سلوک وتصوف کے وہ حقائق ودقائق سنے جس کا بیان اولیاء اللہ ہی کے شایان شان ہے۔''(۱۴)

ایک دوسرے موقع پر فرمایا کہ ''حضرت (اعلیٰ حضرت اشرفی میاں) ان میں ہیں جن کا بیان میں بخوشی سنتا ہوں ورنہ آج کل کے واعظین کا وعظ سننا چھوڑ دیا ہے۔''(۱۴)

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر عثمانی بدایونی علیہ الرحمہ کے عرس ۱۳۲۷ھ میں اعلی حضرت اشرفی میاں نے جو تقریر کی اس کے بارے میں عاشق رسول حضرت مولانا شاہ ضیاء القادری بدایونی علیہ الرحمہ نے روداد میں لکھا ہے کہ ''جنابِ معظم، سید الحم، بقیۃ السلف الصالحین، زبدۃ العارفین، عمدۃ الواعظین حضرت مولانا سید شاہ علی حسین صاحب المعروف اشرفی میاں صاحب دامت برکاتہم نے آیت کریمہ **ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی** کی تفسیر بیان فرمائی، آپ کا مؤثر وعظ ہی دلوں کو متوجہ کر لینے میں کیا کم ہے، اس پر نکاتِ تصوف کی جھلک، رموزِ معرفت کا رنگ، مثنوی شریف کے اشعارِ آب دار سامعین کے دلوں کو بے تاب و بے قرار کر دیتے ہیں، ہندوستان میں بہت سے لوگ مثنوی شریف پڑھنے میں مشہور ہیں لیکن جنابِ والا کے سامنے کوئی لب نہیں کھول سکتا اور نہ حضور کا لب ولہجہ کسی کو میسر ہے، خدائے پاک نے آپ کو صورت وسیرت، خوش الحانی وشیریں کلامی میں بے عدیل و بے نظیر بنایا ہے قریب ڈیڑھ گھنٹہ آپ نے بیان فرمایا محفل پر عجیب حالت طاری رہی۔''(۱۶)

رئیس العشاق، عارف باللہ، صاحبِ مقاماتِ عالیہ، شاہ دیویٰ حضرت حاجی وارث علی شاہ قدس سرہ بھی بڑے ذوق وشوق سے آپ کا

وعظ سنا کرتے، اپنے احباب اور عقیدت مندوں سے فرماتے کہ
”کچھوچھہ شریف کے شاہ علی حسین صاحب آنے والے ہیں، بتا شے منگالو میلاد شریف ہوگا،، آپ تشریف فرما ہوتے، مولود شریف کی محفل پڑھتے، ان محفلوں میں حضرت حاجی صاحب قبلہ تشریف فرما ہو کر بڑی محویت سے ذکر پاک سماعت فرماتے۔“(۱۷)

دست حق پرست پر غیر مسلموں کا قبول اسلام:

۱۳۴۱ھ میں آریہ سماج تحریک کے کارکنوں کے پھیلائے ہوئے فتنہ ارتداد کی خبر جب حضراتِ علمائے دین کے کانوں تک پہنچی تو علما و مشائخ کی ایک بھاری جمعیت اپنی درسگاہوں اور خانقاہوں سے نکل کر اس فتنے کو فرو کرنے کے لئے میدان میں آئی، اس موقع پر آپ نے تبلیغ اسلام کا جو فریضہ انجام دیا اُس کی ایک جھلک میدانِ تبلیغ میں سرگرم عالم دین مولانا قاضی احسان الحق اشرفی نعیمی ناظم مرکز وفودِ اسلام جماعت رضائے مصطفیٰ کے بیان سے ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

”اٹاوہ کی سرزمین میں آپ کا نزولِ اجلال ہوا۔ ایک مسجد میں جلسہ ہوا۔ مسجد اگرچہ بڑی اور وسیع تھی مگر مجمع کی کثرت نے اس کی وسعت کو تنگ کر دیا تھا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ آپ نے تقریر فرمائی، آپ کی بے مثال نورانی صورت کا مجمع پر بڑا اثر ہو رہا تھا، سب ہمہ تن متوجہ ہو کر دولت دیدار سے بہرہ ور ہو رہے تھے، آپ کے قلب عالی، مہبط انوارِ الٰہیہ سے نکلنے والے ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ خاص اثر ڈال رہے تھے، آپ نے اپنے کریمانہ انداز میں فرائضِ اسلامی کی پابندی کے فیوض و برکات سے آگاہ فرمایا اور اسلام کی پاکیزہ اور زریں تعلیمات کے بیان سے اس کی صداقت اور سچائی واضح فرمائی۔ سامعین پر ایک خاص اثر تھا، عورتیں بھی پسِ پردہ وعظ سن رہی تھیں، ابھی آپ کی تقریر جاری ہی تھی کہ ایک عورت آپ کی تقریر اور اسلام کی خوبیوں سے متاثر ہو کر قبولِ اسلام کے لئے مجمع میں اگئی آپ نے کلمہ پڑھا کر اسلام قبول کرایا، پھر تو اسلامی جوش و خروش کی لہر اٹھ گئی۔

۱۳ جولائی ۱۹۲۳ء کی شب میں امام باڑہ کے وسیع احاطہ میں جلسہ ہوا۔ تقریباً چھ ہزار لوگوں نے شرکت کی، قرب و جوار کے دیہات و قریات سے بھی بہت سے لوگ آ کر شریک ہوئے۔ مولانا برہمچاری صاحب نے آریوں کے مذہب کا نہایت عمدہ فوٹو کھینچا (اچھی منظر کشی کی) اور آریوں سے وید کے الہامی کتاب ہونے کا ثبوت طلب کیا۔ اختتامِ اجلاس کے بعد آپ نے شہر کے حلوائیوں کو بلایا اور اُن کو پرسوز انداز میں تذکیر فرمائی (جس کا) ان پر خاص اثر ہوا، (آپ نے) ان کے ہندوانہ نام تبدیل فرمائے۔

۲۵ جولائی کو عید الاضحیٰ کی نماز ہوئی جس میں آپ نے امامت فرمائی، آپ کے دیدار کی دولت سے دو انگریزی و ہندی تعلیم یافتہ غیر مسلم جگن ناتھ مشرا اور نند لال مشرا نے آپ کے دست حق نما پر اسلام قبول کیا، آپ نے ایک کا نام عبداللہ اور دوسرے کا ہدایت اللہ رکھا۔

۲۷ جولائی ۱۲، ذی الحجہ کو مایا رام برہمن جوایف۔ اے تک انگریزی تعلیم یافتہ اور سنسکرت کا ماہر تھا، آپ کے ارشاداتِ پاک سے متاثر ہو کر مشرف باسلام ہوا۔ آپ نے اس کا اسلامی نام عبدالستار رکھا۔“(۱۸)

نجدی فتنہ کی مذمت: حرمین طیبین کی سرزمین جو اسلام کے مراکز اور انتہائی ادب کے مقام ہیں جہاں کی ایک ایک چیز اہلِ محبت کے لئے باعث ازدیادِ محبت ہے اور جس کے ذراتِ خاک پر پاؤں رکھنا بھی اشخاصِ فنافی الرسول کے نزدیک ایک طرح کا سوءِ ادب ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت رضاؔ بریلوی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا   ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

اس پر نجدیت و وہابیت کا تسلط ہر عاشق رسول اور محب نبی کے لئے یعنی اہل سنت و جماعت کے جملہ افراد کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے جو نہایت غمناک اور انتہائی دردناک ہے جس کی جتنی تردید و مذمت کی جائے کم ہے، اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ اپنی تقاریر میں جہاں علم و حکمت کا دریا بہاتے وہیں نجدیوں کے مظالم اور ان کی سفاکیوں کا ذکر کر کے فتنہ نجدیت و وہابیت کی بھی خوب خوب مذمت اور ردِ بلیغ کرتے۔ حیات مخدوم الاولیاء کے مصنف لکھتے ہیں:

”ہندوستان میں نجدی فتنہ کی سب سے زیادہ مذمت خانقاہوں کے مشائخ کرام نے کی، چنانچہ حضور پرنور مخدوم الاولیاء قدس سرہ اور آپ کے خانوادہ کے تمام گرامی قدر حضرات نے نجدی فتنہ کی سخت مذمت فرمائی اور ان لوگوں کی بھی پوری قوت سے مذمت فرمائی جو ہندوستان میں ابن سعود کے ایجنٹ اور طرف دار بنے ہوئے تھے۔“(۱۹)

جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ: علم دین کی اہمیت و فضیلت ایک مسلم حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ

يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (۲۰) فرماؤ کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں؟ یعنی دونوں برابر نہیں بلکہ علم والے بے علموں پر درجوں بلند ہیں۔ اور اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: فَقِيْهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ۔ (۲۱)

ایک فقیہ شیطان پر ایک ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے۔ پھر یہ کہ بغیر علم کے اوامر الٰہیہ کی بجا آوری صحیح طریقے سے مع جمیع آداب کے ممکن بھی نہیں، اس لئے ہمارے علماء و مشائخ نے ہر دور میں مدارس کے قیام و بناء پر خاص توجہ دی ہے۔ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ نے بھی اپنے دورِ سجادگی میں ''جامعہ اشرفیہ'' کے نام سے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جس میں وقت کے جلیل القدر علماء محدث اعظم ہند، حضرت مولانا عمادالدین سنبھلی، حضرت مفتی عبدالرشید خاں اور حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہم الرحمہ وغیرہم نے درس و تدریس کے فرائض انجام دیے۔ (۲۲)

کتب خانہ اشرفیہ: عبادت و ریاضت اور تبلیغی دوروں کے ساتھ آپ کثرت سے دینی اور علمی کتابوں کا مطالعہ بھی فرمایا کرتے اس طرح آپ کے پاس ذاتی کتابوں کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ ہو گیا تھا اُن تمام کتابوں کو اور اُن کے علاوہ مذہب و تصوف، فلسفہ و کلام اور تاریخ وطب کا جس قدر ذخیرہ آپ کو جہاں سے بھی دستیاب ہوا اُن سب کو کتب خانہ اشرفیہ کی زینت بنایا، اس طرح کتب خانہ اشرفیہ میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں کی مجموعی تعداد دس ہزار سے بھی متجاوز ہو گئی۔ (۲۳)

اشرفی پریس اور مجلہ اشرفی: آپ نے اپنے ذاتی مصارف سے کتابوں کی طباعت و اشاعت کے لئے ایک پریس بھی قائم کیا جو ''اشرفی پریس'' کے نام سے مشہور ہوا تھا جس میں کئی نادر کتابیں طبع ہوئیں، اسی پریس سے ۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۸ء تک ''مجلہ اشرفی'' نکلا جس کے ایڈیٹر محدث اعظم ہند تھے جس کے ذریعہ ''لطائف اشرفی'' کا اردو ترجمہ بھی قسط وار شائع ہوا۔ (۲۴)

لطائف اشرفی کی طباعت: اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی ایک اہم دینی خدمت حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ کے ارشادات کا مجموعہ ''لطائف اشرفی'' کی طباعت ہے جس کے لئے آپ کو دو برس دہلی میں قیام کرنا پڑا، اس سے پہلے لطائف اشرفی کے تقریباً پچاس نسخے تھے جو مختلف خاندانوں میں پائے جاتے تھے وہ بھی ان میں سے اکثر کا تعلق اہل خانقاہ سے تھا، لہٰذا لطائف اشرفی کی طباعت و اشاعت سے علمی و روحانی حلقوں میں عموماً اور سلسلہ چشت اہل بہشت کے وابستہ حلقوں میں خصوصاً مسرت و شادمانی کی لہر پیدا ہو گئی کہ انہیں ایک نعمت نایاب دستیاب ہوئی اور غوث العالم کا نام نامی اور جلالت علم ان حلقوں میں بھی مشہور ہوا جو پہلے سے آپ کی ذات اور آپ کے مدارج و مراتب سے ناواقف تھے۔ (۲۵)

تصنیفات و تالیفات: تصنیف و تالیف کے میدان میں آپ کی رغبت کم رہی پھر بھی تین کتابیں آپ کے قلم سے معرض وجود میں آئیں (۱) وظائف اشرفی (۲) صحائف اشرفی (۳) تحائف اشرفی۔

وظائف اشرفی: اعمال و اشغال، اوراد و وظائف، ادعیہ و اذکار وغیرہ پر مشتمل ہے جو اپنے موضوع کے تحت خوب سے خوب تر ہے۔ کئی بار شائع ہو کر منظر عام پر آ چکی ہے۔

صحائف اشرفی: حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ کی ولادت سے وصال تک کے مفصل حالات اور آپ کے بعض خلفاء کے ذکر جمیل پر مشتمل ہے۔ یہ بھی دو حصوں میں شائع ہو کر منظر عام پر آ چکی ہے۔ اسے ادارہ فیضان اشرف سنی دارالعلوم محمدیہ بمبئی نے ۱۴۱۹ھ۔ مطابق ۱۹۹۸ء میں شائع کیا ہے۔

تحائف اشرفی: یہ بصورت نظم آپ کے پاکیزہ خیالات، قلبی احساسات و کیفیات، دلی جذبات، محبت رسول اور عشق و عرفان کی ترجمان ہے جو شائع ہو کر منظر عام پر آ چکی ہے۔

اِس مختصر سے مضمون میں اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی خدمت اسلام و سنیت سے متعلق اِنہی چند سطور پر اکتفا کرتے ہوئے بارگاہ رب عزوجل میں اِس دعا کے ساتھ اپنے قلم کو روکتا ہوں کہ اے پروردگار عالم آخرت میں ان کے درجات و مراتب کو بلند فرما اور ہم سب کو اُن کے فیضان سے مالا مال فرما۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

حوالہ جات:

(۱) حاشیہ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ۔ ص ۳۷۵۔
مصنف و محشی: مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی
(۲) کنز العمال ج ۱، ص ۴۱۹، حدیث نمبر ۱۷۸۸۔ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، لبنان، مصنف: علامہ علی متقی ہندی متوفی ۹۷۵۔
(۳) سیرت اشرفی، ص ۴۳، مصنف: مولانا طبیب الدین اشرفی، سہسراوی۔
(۴) اعلی حضرت اشرفی میاں ارباب علم و معرفت کی نظر میں ص

۵۶۔۵۷،مطبوعہ جمعیۃ الاشرف اسٹوڈینٹس مومنٹ جامع اشرف کچھوچھہ شریف۔مصنف مفتی معین الدین اشرفی بھاگلپوری
(۵) اعلیٰ حضرت اشرفی میاں ارباب علم ومعرفت کی نظر میں،ص ۳۵ بحوالہ صدرالشریعہ نمبر ماہنامہ اشرفیہ)(۶)ایضًا ص ۳۵
(۷) حیات مخدوم الاولیاء،ص ۱۶۴۔مصنف:مولانا محمود احمد رفاقتی۔
(۸) ایضًا۔ایضاً۔(۹)سیرت اشرفی،ص ۴۲
(۱۰)مرأۃ المناجیح۔ج ۶ ص ۲۰۲ تحت شرح حدیث اذا رأوا ذکر اللہ
(۱۱)اعلیٰ حضرت اشرفی میاں ارباب علم ومعرفت کی نظر میں،ص ۳۴
(۱۲)ایضاً ص ۳۶(۱۳)ایضاً ص ۶۷ بحوالہ ملفوظات حافظ ملت و مقالہ مولانا عبداللہ خاں عزیزی۔(۱۴)حیات مخدوم الاولیاء،ص ۱۴۴۔(۱۵)ایضاً۔ایضاً۔(۱۶)ایضاً،ص ۲۵۷
(۱۷)ایضاً،ص ۱۲۸(۱۸)ایضاً ص،۲۶۶(۱۹)ایضاً،ص ۳۶۹
(۲۰)القرآن الکریم،پارہ ۲۳،سورہ الزمر،آیت ۹
(۲۱) مشکوٰۃ المصابیح،کتاب العلم،ج ۱ ص ۳۴۔(۲۲)حیات مخدوم الاولیاء ص ۳۳۳۔(۲۳)ایضاً،ص ۳۳۵(۲۴) ایضًا۔ایضاً
(۲۵)ایضاً،ص ۱۱۵

☆☆☆

☆ کشن گنجوی،استاذِ فقہ وحدیث جامع اشرف کچھوچھہ شریف۔

اعلیٰ حضرت اشرفی سیمینار۔کچھوچھہ شریف،ضلع امبیڈکر نگر،مشرقی اتر پردیش(بھارت)

منعقدہ 9 رجب 1443ھ 11 فروری 2021ء بموقع عرس اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان

بسلسلہ حیات وخدمات شیخ المشائخ،سلطان الصوفیہ،اعلیٰ حضرت شیخ محمد علی حسین اشرفی میاں،اشرفی جیلانی،کچھوچھوی قدس سرہ النورانی

و26واں عرس سرکارکلاں مخدوم المشائخ حضرت سید شاہ محمد مختار اشرف الاشرفی الجیلانی قدس سرہ العزیز

و10واں عرس شیخ اعظم محمد اظہار اشرف قدس سرہ العزیز(بانی جامع اشرف وسجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں)

موضوعات وعناوین

(1)اعلیٰ حضرت اشرفی میاں اور فروغ خانوادۂ اشرفیہ
(2)اعلیٰ حضرت اشرفی کی شاعری میں پوربی زبان وادب کا استعمال
(3)اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کا مقام ولایت وکرامت
(4)اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کا علمی مقام ومرتبہ
(5)اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کا عشق رسول
(6)اعلیٰ حضرت اشرفی بحیثیت فقیہ بے بدل
(7)اعلیٰ حضرت اشرفی کا فارسی ادبیات میں مقام
(8)ترجمہ لطائف اشرفی میاں کا فنی ومعروضی جائزہ
(9)اشرفی میاں کی مجموعی سوانح حیات پر ایک نظر
(10)اشرفی میاں کی شاعری کا تنوع اور جمالیاتی عنصر
(11)اشرفی میاں کی عالمی تبلیغی دعوتی خدمات
(12)اشرفی میاں کا لطائف اشرفی کی طباعت میں تاریخی کردار
(13)اعلیٰ حضرت اشرفی میاں بحیثیت مجدد سلسلہ اشرفیہ
(14)دیوان اعلیٰ حضرت اشرفی کا ایک فنی ومعروضی مطالعہ
(15)شدھی تحریک کے انسداد میں اعلی حضرت اشرفی میاں کا کلیدی کردار(16)اعلی حضرت اشرفی،تصوف وطریقت کے ایک عظیم مبلغ
(17)اعلی حضرت اشرفی میاں کی عالمی سیاحت صحائف اشرفی کی روشنی میں(18)اعلی حضرت اشرفی میاں کی نظر میں اہل بیت کا مقام ومرتبہ

خانوادۂ اشرفیہ سرکارِکلاں اور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے احوال وآثار سے متعلق معلومات کے لئے تحائف اشرفی،خلفائے اعلیٰ حضرت اشرفی میاں،اعلیٰ حضرت اشرفی میاں،ماہ نامہ غوث العالم کا اشرف الاولیاء نمبر،حیات مخدوم الاولیاء(وغیرہ)کا مطالعہ کریں۔

ترتیب وپیشکش

(مولانا)مقبول احمد سالک مصباحی(8585962791)محمد عظیم اشرف سنبھلی(9997555583)

یادِ رفتگاں

دوسری اور آخری قسط

فردِ وقت حضرت میاں راج شاہ قادری سوندھوی میواتی

منشی محمد حسن خان★

آں حضور سے جس قدر فیض عمیم خلق خدا کو پہنچا، اس کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔حضرت کے بہت سے خلفاء تھے جن میں سے مندرجہ ذیل نہایت مشہور و معروف ہوئے ہیں۔ ہر ایک اپنے وقت کا عابد و زاہد، صاحب معرفت و اہل شریعت تھا، ہر ایک نے اپنے فیض باطنی و روحانی و اخلاق حمیدہ کی شمیم سے بندگان خدا کو مستفید و بہرہ ور فرمایا ہے اور اب تک ہر سمت و ہر گوشہ میں فیض جاری ہے۔خلفائے عظام کے اسمائے گرامی ترتیب وار یہ ہیں:

(۱) حضرت قبلہ و کعبہ مجدد وقت مولانا عبد اللہ شاہ صاحب خلف اکبر و سجادہ نشین مسند طریقت حال مقیم سوندھ شریف۔(۱۳)

(۲) میاں غازی الدین شاہ علیہ الرحمہ سہنہ والے، مزار شریف بھرت پور میں ہے۔(۱۴) (۳) حاجی عابد حسین صاحب دیوبند والے (مدرسہ دیوبند کے بانی) (۱۵)

(۴) میاں چھوٹے شاہ صاحب ولایتی عرف شاہ جی۔مزار ڈھلاوٹ میں ہے۔(۱۶)

(۵) میر عاشق علی صاحب گلاوٹھی والے۔مزار گلاوٹھی میں ہے۔

(۶) حافظ سید احمد علی صاحب مجذوب (اکیڑہ والے مست) مزار سوندھ شریف میں ہے۔(۱۷)

(۷) خانصاحب احمد خاں بارہ بستی والے۔مزار بارہ بستی میں ہے۔

(۸) شاہ امیر خاں صاحب دوہہ والے۔مزار موضع دوہہ قریب فیروز پور جھرکا میں ہے۔(۱۸)

(۹) امتیاز علی صاحب۔(۱۹) (۱۰) عبد المجید صاحب (۲۰)

(۱۱) جمعہ شاہ صاحب ولایتی۔(۱۲) حافظ عبد الرحمٰن صاحب مسیت والے۔مزار مسیت میں ہے۔(۲۱)

(۱۳) صوفی مخدوم بخش صاحب اُلدھن والے۔(۲۲)

حضرت صاحب کے دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں جن میں سے ہر ایک نہایت صالح، عابد زاہد اور پارسائی میں یکتا تھے۔

بڑے صاحب زادے صاحب، مخدومنا و مرشد نا خضر طریقت و رہبر معرفت و حقیقت حضرت مولانا مولوی عبد اللہ شاہ صاحب سجادہ نشین سوندھ شریف ہیں۔آپ کے اوصاف حمیدہ و خصائل ستودہ کے بیان سے زبان عاجز اور قلم قاصر ہے۔دوسرے صاحب زادے حاجی حیدر شاہ صاحب اور تینوں صاحب زادیاں واصل بحق ہوئیں، حضرت میاں صاحب کے خصائل و اخلاق و کمالات ظاہری و باطنی کے علاوہ حضرت کے خلفا و اولاد کا حال بھی کسی آئندہ اشاعت میں درج کیا جائے گا۔فقط (۲۳)

حاشیہ مشاہیر میوات

(۱۳) مجدد وقت حضرت مولانا عبد اللہ شاہ قادری راج شاہی سوندھوی علیہ الرحمہ کی ولادت با سعادت ۱۲۶۷ھ میں ہوئی اور ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ بروز دوشنبہ بوقت شب ۹ بج کر ۱۱ منٹ پر وصال فرمایا۔مزار شریف آپ کا حضرت میاں راج شاہ علیہ الرحمہ کے بالین گنبد انور میں زیارت گاہ انام ہے۔از ۱۳۰۶ھ تا ۱۳۴۲ھ آپ نے مسند سجادگی کو رونق بخشی۔سرکار میاں راج شاہ علیہ الرحمہ نے آپ کے تعلق سے بچپن ہی میں فرما دیا تھا ''عبد اللہ میرے گھر کا نور ہے میرے خاندان کا فخر ہے، وہ عالم ہوگا، فقیر ہوگا۔بڑے پائے کا درویش ہوگا۔ ملکوں کی خدمت اس کے سپرد ہوگی۔اس سے میرا سلسلہ جاری ہوگا۔سوندھ شریف کی جامع مسجد آپ کی یادگار ہے۔آپ کی اولاد و خلفائے کرام کے ذریعے آپ کا فیض جاری و ساری ہے۔

(۱۴) زبدۃ العارفین حضرت غازی الدین شاہ راج شاہی سہنوی ثم بھرت پوری حضرت میاں راج شاہ قادری علیہ الرحمہ کے اول خلیفہ ہیں، سہنہ کے باشندہ تھے۔مرشد برحق کے حکم پر تبلیغ اسلام کی خاطر آپ بھرت پور تشریف لے گئے تھے۔وہاں رہ کر آپ نے دین متین کی زبردست خدمت انجام دی۔حلقۂ اثر دور دراز تک تھا۔تذکرۃ العابدین میں درج ہے۔

''حضرت غازی الدین شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات سے

ریاست بھرت پور، دھول پور وقرب جوار مثل قرولی و اکبرآباد وغیرہ میں ہزار ہا اشخاص مستفیض ہوئے لیکن عمر زیادہ نہ ہوئی۔ پیر و مرشد کے سامنے ہی واصل بحق ہوئے۔" (تذکرۃ العابدین، ص ۱۹۱، تحفۃ الابرار، ص ۳۸۴، تذکرۂ غازی، ص ۳۴)

مرشد برحق نے بھی آپ کی تعریف فرمائی تھی۔ حاجی زردار خاں افغان رئیس اعظم قرولی آپ کے مرید تھے، آپ کو اِن القاب سے یاد فرمایا:

"قطب السالکین برہان العارفین، آں ہادی طریقت آں مرشد حقیقت آں مظہر اسرارِ لاریبی دانائے علوم غیبی کعبۂ ارباب حاجات آں قبلۂ مرادات مقبول یزدانی جناب میاں غازی الدین خاں صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز"

میر یعقوب علی دہلوی بھی آپ کے مریدوں میں سے تھے۔ راجا بھرت پور و راجا شیودان سنگھ والیِ الور۔ و۔ والٹر پولیٹیکل ایجنٹ، آپ کے معتقد تھے۔ امام المحدثین حضرت علامہ سید دیدار علی الوری (خلیفہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی) کے مرشد و مربی عم محترم قطب دوراں حضرت مولانا شاہ سید نثار علی رضوی مشہدی الوریؒ (متوفی ۶ شوال ۱۳۲۸ھ۔ مزار شریف الور میں واقع ہے) آپ کے مرید و خلیفہ تھے۔ (روشن تحریریں، مصنف حضرت علامہ سید محمد علی رضوی، حیدر آباد پاکستان) زبدۃ العارفین حضرت شاہ سید فضل الدین احمد ترمذی سجادہ نشین کالپی شریف کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ علامہ سید نثار علی رضوی مشہدی الوری کو اپنے دادا پیر قطب عالم میاں راج شاہ قادری سوندھوی علیہ الرحمہ سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔ مزار شریف، تکیہ المعروف گلال کنڈ شہر بھرت پور میں مرجع انام ہے۔ وصال آپ کا ۶۰ سال کی عمر میں ۱۲۸۹ھ میں بوقت نیم شب ہوا۔

(۱۵) حضرت حاجی محمد عابد حسین قادری راج شاہی علیہ الرحمہ کی ولادت ۱۲۵۰ھ وصال ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ بروز جمعرات بوقت ساڑھے چار بجے ہوا۔ جمعہ کے روز ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ کو گیارہ بجے کے بعد قریب مزار شاہ شیدا، تدفین عمل میں آئی۔ (تذکرۃ نوری، ص ۱۹۲) لوح مزار پر یہ کندہ ہے "مزار پرانوار، راس الاتقیاء، سراج الاولیاء، عارف باللہ، مجدد الملت والدین حضرت الحاج السید محمد عابد حسین قدس سرہٗ بانی دار العلوم دیوبند، مؤسس جامع مسجد دیوبند۔"

(۱۶) حضرت چھوٹے شاہ المعروف شاہ جی راج شاہی کابلی علیہ الرحمہ کے بارے میں تذکرۃ العابدین میں درج ہے: چھوٹے شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہ جن سے ضلع مرادآباد و ضلع میرٹھ وغیرہ میں ہزار ہا انسان، انسان ہو گئے اور بقوت جذبی و کمالی عقد ثانی امروہہ وبارہ بستی افغانان میں جاری کر دیا۔ (تذکرۃ العابدین ص ۱۹۲)

آپ کا مزار پرانوار موضع دھلاوٹ تحصیل تاؤڑو ضلع نوح میوات ہریانہ میں واقع ہے۔ مزار شریف کے جانب متصل عالیشان مسجد ہے جسے آپ نے ہی مرشد کے حکم پر تعمیر کرایا تھا۔ مسجد کے حجرہ میں آپ کے تبرکات محفوظ ہیں۔ دو عصا اور ایک دستی بڑا پنکھا، ایک پٹکہ کمر پر باندھنے والا۔ راقم کو کئی بار زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کے مزار شریف پر ایک نیم سایہ فگن ہے، خاص وہ حصہ جو مزار شریف پر سایہ کر رہا ہے، اس کے پتوں میں تلخی نہیں ہے۔ آپ کی بہت سی کرامات عوام و خواص میں مشہور ہیں۔ دُھلاوٹ شریف والی مسجد کے علاوہ۔ چاہلکا کی جامع مسجد وڈالہ باس کی جامع مسجد آپ کی یادگار ہیں۔

(۱۷) حضرت حافظ سید احمد علی راج شاہی اکیڑوی علیہ الرحمہ کا وصال ۱۲ رجب ۱۳۱۱ھ قبل طلوع فجر بروز شنبہ سوندھ شریف میں ہوا۔ آپ نے وصال سے پہلے ہی حضرت مولانا عبد اللہ شاہ کو یہ کہلا بھیجا کہ میرے لئے وردی اور مکان تیار کرادیں۔ حضرت نے آپ کے لئے کفن تیار کروالیا، کچھ دنوں بعد سوندھ شریف تشریف لائے تو حضرت مولانا عبد اللہ شاہ سے ملاقات کی۔ دست بوسی کا شرف حاصل کیا اور مزار فرد وقت پر حاضر ہوئے اور قبل طلوع فجر انتقال فرما گئے۔ اللہ اکبر ولی کی بات ولی ہی پہچانتا ہے۔ آپ کا مزار شریف سوندھ شریف میں عید گاہ کی جانب جنوب عالیشان بنا ہوا ہے۔

(۱۸) حضرت امیر الدین شاہ راج شاہی رحمۃ اللہ علیہ کا نام امیر الدین ہے، ملت راج شاہ میں امیر احمد درج ہے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم شریف جناب نور محمد صاحب ہے۔ آپ میو قوم میں دولوت قبیلہ سے ہیں۔ حضرت میاں راج شاہی علیہ الرحمہ نے سینے سے لگا کر سینہ بے کینہ کو فیض و برکات کا خزینہ بنا دیا اور فرمایا کہ "اے امیر! قیامت تک تیرا فیض جاری رہے گا۔" حضرت میاں راج شاہ علیہ الرحمہ کے علاوہ آپ کو حضرت مولانا عبد اللہ شاہ سے بھی خلافت حاصل تھی۔ آپ کے مشہور و معروف خلفا یہ ہیں:

(۱) فرزند ارجمند زبدۃ العارفین حضرت پھول شاہ قادری راج

شاہی (متوفی: ۶ صفر ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۹ جون ۱۹۶۳ء۔ بوقت ۲ بجے شب ہفتہ، مزار شریف شجاع آباد ملتان پاکستان میں مرجع خلائق ہے) (۲) حضرت اللہ بخش راج شاہی موضع باگھوڑ ریاست الور (۳) حضرت میاں پیر مرد المعروف امیر خاں موضع ڈھباؤلی تحصیل نگر ضلع بھرت پور۔ حضرت پھول شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو والد ماجد کے علاوہ حضرت مولانا عبد اللہ شاہ سوندھوی سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔ (مفصل حالات جاننے کے لئے ''شہنشاہ میوات'' نامی کتاب جسے آپ کے پنجم خلیفہ حضرت حافظ سلیمان احمد الوری بن حضرت حافظ عبد المجید الوری خلیفہ دوم نے تصنیف فرمائی ہے، مطالعہ فرمائیں) آپ کے بعد آپ کے جانشین حاجی دراب خاں بن پھول خاں میوسینگل دوہلی، الور (متوفی ۶ ذی قعدہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۲۹ اپریل ۱۹۹۳ء بروز جمعرات بوقت ۱۲ بجے دن مزار شریف احاطہ درگاہ حضرت پھول شاہ علیہ الرحمہ میں مرجع خلائق ہے) ہوئے یہ آپ کے خلیفہ بھی تھے اور داماد بھی۔ حضرت حاجی دراب خاں کے بعد آپ کے داماد حضرت میاں محمد طاہر خاں راج شاہی (ولادت ۱۹۵۸ء/ وصال ۴ صفر ۱۴۳۵ھ مطابق ۸ دسمبر ۲۰۱۳ء، مزار شریف احاطہ درگاہ حضرت پھول شاہ میں مرجع انام ہے) جانشین ہوئے۔ انہیں آپ نے اپنی حیات ہی میں جانشین مقرر فرمادیا تھا۔ آپ کے بعد آپ کے بیٹے حضرت علی حسن راج شاہی دامت برکاتہم القدسیہ زیب سجادہ ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کے علم وعمل وعمر میں برکتیں عطا فرمائے۔ (آمین)

(۱۹) حضرت صوفی امتیاز علی صاحب راج شاہی حافظ علی حسین صاحب اُلدَھن کے استاد تھے۔

(۲۰) ملت راج شاہی میں آپ کا اسم شریف یوں درج ہے ''عبد المجید شاہ صاحب مجذوب اُلْدَھن''۔ اُلْدَھن کا اصل نام علم دَھن تھا۔ کثرت استعمال سے اُلْدَھن ہوگیا۔

آپ حضرت منشی عبد الحکیم قادری راج شاہی (مرید قطب عالم میاں راج شاہ علیہ الرحمہ، آپ نے شجرۂ عالیہ قادریہ راج شاہیہ بڑے خوبصورت انداز میں منظوم لکھا ہے) کے بھائی ہیں اور حضرت صوفی اسماعیل قادری راج شاہی مرید وخلیفہ مجدد وقت حضرت مولانا عبد اللہ شاہ کے نانا ہیں۔

(۲۱) حضرت حافظ عبد الرحمٰن قادری راج شاہی مسیت کے باشندہ تھے۔ مسیت میں ہی آپ کا مزار شریف مرجع خلائق ہے۔ آپ حضرت مولانا حافظ وقاری حفیظ الدین قادری دوجانوی علیہ الرحمہ (۲۷ رمضان ۱۲۴۳ھ/ ۱۴ محرم ۱۳۲۵ھ بروز بدھ۔ مزار شریف، قصبہ دوجانہ میں اُن کی اپنی تعمیر کردہ مسجد کے پہلو میں مرجع انام ہے۔ آپ حضرت میاں راج شاہ علیہ الرحمہ کے پردادا پیر حضرت شاہ بدر الدین اُحد قادری کے پرپوتے ہیں) کے خاص شاگرد ہیں۔ حضرت قبلہ حافظ عبد الرحمٰن صاحب بلند پایہ بزرگ ہوئے ہیں، وقت رحلت آپ نے قرآن پاک طلب فرمایا۔ کہا کہ ۴۵ سال سے تلاوت ناظرہ قضا نہیں کی اب چلتے وقت اس لئے منگا تا ہوں کہ قضا نہ ہوجائے۔ کلام پاک کھول کر میرے سامنے رکھو اس کے بعد غسل فرمایا پھر تلاوت شروع کی اور اپنے بیٹے نور احمد راج شاہی کو بلایا اور فرمایا کہ پیر اور اولادِ پیر کی تعظیم وخدمت گاری کرنا اور حضرت میاں راج شاہ وحضرت میاں عبد اللہ شاہ کو ایک سمجھنا اور میرا سلام آخری عرض کرنا۔ آپ کا خاندان ۱۹۴۷ء میں موضع سیان، ضلع سیالکوٹ، پاکستان ہجرت کر گیا۔

(۲۲) مذکورہ خلفاء کے علاوہ درج ذیل بزرگ بھی آپ کے خلفاء کی فہرست میں شامل ہیں:

(۱) حاجی الحرمین حضرت حیدر حسین قادری راج شاہی خلف اصغر حضرت میاں راج شاہ (۱۲۵۷ھ/ ۲۰ صفر ۱۳۲۵ھ بعمر ۶۸ سال مزار شریف گنبد شریف کے باہر جانب شمال خاندانی قبرستان میں درگاہ شریف کے احاطہ میں مرجع خلائق ہے)

آپ کا کوئی سانس بے یادِ الٰہی نہیں گزرتا تھا۔ آپ نے سکونت موضع ڈینگر ہیڑی میں اختیار کر رکھی تھی۔ یہ موضوع سوندھ شریف کے قریب واقع ہے۔ حسب دستور کھیتی سے روزی کما کر کھاتے، بڑے سادہ تھے۔ آپ جب مویشیوں کے لئے کٹی کاٹتے تو ہر ضرب کے ساتھ ضرب اسمائے الٰہی کی جاری رکھتے۔ اکثر کھوڑ بسی کے جھرنوں میں شب بیداری کرتے یا قصبہ تاؤڑو کے پاس برگد کے نیچے ایک بزرگ کا مزار ہے، وہاں بھی بہت سی راتیں بسر فرمائیں۔ گاؤں کی مسجد میں ایک محراب کے اندر آپ نے کنکریاں ڈال رکھی تھیں ان پر بیٹھ کر ذکر الٰہی میں صبح کر دیتے۔ تا زیست یہی حال رہا، جب کبھی اللہ اللہ کا ذکر آجاتا تو چشم پر آب ہوجاتے تھے۔

(۲) اعلیٰ حضرت ابو احمد محمد علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی

(ولادت ۲۲ ربیع الآخر ۱۲۶۶ھ بروز دوشنبہ بوقت صبح صادق۔ وصال ۱۱ رجب المرجب ۱۳۵۵ھ بوقت صبح حالت ذکر میں) حضرت سید غلام بھیک نیرنگ انبالوی تحریر فرماتے ہیں:

چنانچہ حضرت شاہ صاحب سوندھوی قدس سرہٗ ضلع گڑگاؤں سے اجازت وخلافت خاندان قادریہ وخاندان زاہدیہ حاصل کی اور تعلیم سلطان الاذکار وشغل محمود و دیگر اشغال مخصوصہ سے مشرف ہوئے۔ (تحائف اشرفی، ص ۵، مطبوعہ انبالہ ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۵ء۔ روزنامچہ بڑے حضرت شاہ سید اشرف حسین علیہ الرحمہ میں بھی درج ہے) امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: سید الفقراء امام العرفاء ولایت پناہ حقیقت آگاہ حضرت میاں راج شاہ قدس سرہٗ کی خدمت میں بھی آپ (اعلیٰ حضرت اشرفی میاں) سوندھ شریف ضلع گڑگاؤں حاضر ہوئے تھے۔ آپ نے بھی خلافت سے نوازا اور ایک دوائی عطا فرمائی تھی جس کے بعد فتوحات کے دروازے ایسے کھل گئے کہ کوئی سائل کسی وقت محروم واپس نہ ہوتا تھا۔ (بشیر القادری دیباچہ، ص ۱۸، مطبوعہ مکتبۃ الجیلانی سنبھل، یوپی)

(۳) مخدوم ملت حضرت ولی محمد قادری راج شاہی المعروف ''ولی جی''، نبیرۂ فردِ وقت حضرت میاں راج شاہ زبردست بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ پیدائشی ولی تھے۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن المعروف ''بڑے مولوی صاحب'' میرٹھی آپ کے استاد ہیں۔ صابری بلبل حضرت قاری عبد اللطیف قادری چشتی علیہ الرحمہ نے بھی آپ سے اکتساب فیض فرمایا تھا۔ قاری صاحب کو آپ نے سرکار ﷺ کی زیارت بھی کرائی تھی اور اپنا جبہ مبارک بھی عطا فرمایا تھا جو آج تک سیکری شریف میں محفوظ ہے۔ قاری صاحب قبلہ اُس جبہ کو ہاتھ میں لے کر اُس کے توسل سے دعا کیا کرتے۔ وصال آپ کا ۱۷، رجب المرجب ۱۳۵۰ھ کو ہوا۔ اسی تاریخ میں ہر سال عرس ہوتا ہے۔ میوات، دہلی، میرٹھ، فریدنگر، ہاپوڑ، غازی آباد تک سے زائرین حاضر ہوتے ہیں۔ آپ کا عالیشان مزار چودھری یاسین راج شاہی مرحوم نے تعمیر کرایا تھا۔ آپ ہی یہاں کے سجادہ تھے۔ آپ کے بعد آپ کے بیٹے چودھری طیب حسین راج شاہی مرحوم کی زیرنگرانی عرس پاک ہوا کرتا تھا۔ فی الوقت چودھری ذاکر حسین راج شاہی دیکھ ریکھ کرتے ہیں۔ جامع مسجد ''حنفیہ'' گڑگاؤں، جامع مسجد سانٹھا واڑی، مسجد رون پور نزد بڑکلی چوک، جامع مسجد ڈیس میو کالج نوح آپ کی یادگار ہیں۔

(۴) حضرت منشی سید محمد تقی علیہ الرحمہ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر یوپی۔

(۵) عارف کامل حضرت منشی محمد اسماعیل شاہ قادری فریدنگری۔ ۲۲ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء کو آپ نے وصال فرمایا۔ شاہ اسماعیل جنت آشیاں سے ۱۳۳۲ھ نکلتی ہے۔ مزار شریف موضع فریدنگر ضلع ضلع غازی آباد یوپی میں مرجع خلائق ہے۔ بھارت کے سابق وزیر اعظم چودھری چرن سنگھ، آپ کے شاگرد تھے۔

(۶) حضرت علامہ مولانا عبد الرحمٰن قادری راج شاہی میرٹھی (متوفی ۱۱ صفر ۱۳۵۵ھ/ ۲ مئی ۱۹۳۶ء بروز ہفتہ بعد نماز مغرب ۱۱ صفر کو دن میں تدفین ہوئی۔ مزار پاک درگاہ شاہ پیر شطاری (مرشد جہانگیر) کے احاطہ میں مرجع خلائق ہے) امام النحو میرٹھی علیہ الرحمہ آپ کے مزار شریف پر حاضری دیا کرتے اور آپ کے عرس میں بھی تقریر فرمایا کرتے تھے۔ سرکار سراوہ حضرت سید حافظ ابراہیم قادری راج شاہی علیہ الرحمہ سے آپ کی اول ملاقات بتوسل حضرت حافظ ظہور الحسن قادری راج شاہی (متوفی ۱۶ شوال ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۶ مئی ۱۹۵۷ء بروز جمعرات) آپ کے ہی گھر ہوئی تھی۔ امام النحو نے بشیر القاری میں آپ کو سچا عاشق رسول تحریر فرمایا ہے۔ خود سرکار سراوہ نے بھی آپ سے اکتساب فیض فرمایا ہے۔

(۷) حضرت مولانا عبدالرحیم قادری راج شاہی میرٹھی المعروف ''چھوٹے مولوی صاحب'' (متوفی ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۳ اگست ۱۹۳۷ء بروز دوشنبہ مزار شریف آپ کے برادر اکبر حضرت مولانا عبدالرحمٰن راج شاہی کے مزار کے پاس درگاہ شاہ پیر کے احاطہ میں مرجع انام ہے۔)

(۸) سرکار سراوہ حضرت حافظ سید محمد ابراہیم قادری راج شاہی وصال آپ کا شب چہار شنبہ بعد نماز مغرب ۲۲ محرم الحرام ۱۳۷۱ھ مطابق ۲۳، اکتوبر ۱۹۵۱ء میں ہوا۔ حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی وامام النحو سید غلام جیلانی میرٹھی کو غسل دینے کا شرف حاصل ہوا۔ امام النحو نے نماز جنازہ پڑھائی اور قبر انور میں بھی آپ نے ہی اتارا۔ مزار پاک موضع سراوہ شریف ضلع غازی آباد میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ آپ کو سرکار میاں راج شاہ سے بیعت کا شرف حاصل تھا۔ خلافت سے متعلق دو روایتیں معلوم ہوئیں کہ آپ براہ راست سرکار میاں راج شاہ کے خلیفہ

ہیں، دوسری یہ کہ آپ کو حضرت علامہ عبد الرحمٰن راج شاہی میرٹھی سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔ ممکن ہے کہ دونوں سے اجازت وخلافت حاصل ہو۔(واللہ اعلم بالصواب) آپ کے ذریعہ سلسلہ راج شاہیہ کو زبردست فروغ حاصل ہوا۔ امام النحو صدر العلماء میرٹھی بھی آپ کی غلامی پر فخر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بشیر القاری میں فرماتے ہیں:

''چونکہ طلب صادق تھی اس لئے مرشد برحق کی روحانیت پھر متوجہ ہوئی اور اپنے برادر طریقت غواص بحر معرفت آقائے نعمت رہبر حقیقت فقیر کامل عارف واصل حامل اخلاق نبوی کاشف اسرار لم یزلی سیدی ومولائی حضرت شاہ حافظ سید محمد ابراہیم صاحب قادری قدس سرہٗ القوی ساکن قصبہ سراوہ ضلع میرٹھ کے سپرد فرمادیا۔ آپ کی خدمت اقدس میں پہنچ کر بفضلہ تعالیٰ سات سال تک کشف وکرامات کا جی بھر کر مشاہدہ کیا، طرح طرح کی کراماتیں نظر کے سامنے آئیں۔ حضرت مولانا روم قدس سرہٗ کے ارشاد

اولیا را ہست قدرت از الہ تیر جستہ باز گردانند ز راہ

پر اب تک ایمان بالغیب تھا۔ اس بارگاہ ولایت پناہ میں حاضری کے بعد مشاہدہ سے سرفراز فرمایا گیا بلکہ الحمد للہ علی احسانہ کہ اس دربار گہر بار سے دین بھی ملا اور دنیا بھی۔ اب تک اس سیاہ کار پر نظر کرم فرماتے ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ ابد الآباد تک فرماتے رہیں گے۔ (بشیر القادری دیباچہ، ص ۱۸) آپ کے تعلق سے حضرت میاں نظیر حسین منظر راج شاہی یوں فرماتے ہیں:

راج شاہِ قادری کے فیض سے تم پر ولی
راہ عرفاں کی گئی کھل حافظ ابراہیم شاہ

(۹) حضرت نواب محمد شاہ خاں صاحب قادری راج شاہی پر جذب کا غلبہ رہتا تھا۔ آپ کا مزار پاک موضع فرید نگر ضلع غازی آباد میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کے مزار شریف پر آج بھی ہمہ وقت ہریالی رہتی ہے۔ بڑے صاحب فیض بزرگ گزرے ہیں۔ نوابی کو چھوڑ کر سرکار میاں راج شاہ علیہ الرحمہ کی غلامی میں آ گئے تھے۔

(۱۰) حضرت میاں زماں شاہ صاحب ولایتی قادری راج شاہی علیہ الرحمہ (مجذوب) مزار شریف میرٹھ خیر نگر دروازہ

(۱۱) حضرت میاں چھجو شاہ صاحب قادری راج شاہی علیہ الرحمہ (مجذوب) مزار شریف بازار میرٹھ

(۱۲) حضرت شاہ صاحب قادری راج شاہی مجذوب علیہ الرحمہ سیدم پور علاقہ بھرت پور، راجستھان

(۱۳) حضرت دہری میو مجذوب علیہ الرحمہ قادری راج شاہی فیروز پور جھرکہ، ضلع نوح میوات، ہریانہ

(۱۴) حضرت پیر جی فیاض علی مجذوب قادری راج شاہی، میرٹھ

۹ سے ۱۴ تک کے بزرگان پر جذب کا غلبہ رہتا تھا۔ ملت راج شاہی میں یہ اسماء اور حضرت عبد المجید اُلدھنی وحافظ سید احمد علی اکیڑوی و کئی ایک کاملہ خواتین کے اسماء درج ذیل ہیڈنگ کے تحت درج ہیں ''فہرست ان اشخاص کی جو حضرت فرد وقت کی توجہ سے مجذوب ہو کر صاحب خدمت ہوئے۔''

(۲۳) قطب عالم حضرت میاں راج شاہ کے چار فرزند ہوئے اور تین صاحبزادیاں: (۱) حضرت مولانا عبد اللہ صاحب (۲) حضرت محمد بہادر خاں (۳) حضرت حاجی محمد حیدر خاں (۴) حضرت محمد رمضان خاں۔ حضرت محمد بہادر خاں وحضرت محمد رمضان خاں بچپن میں ہی انتقال فرما گئے۔ مجدد وقت حضرت مولانا عبد اللہ شاہ قادری وحاجی الحرمین حاجی محمد حیدر حسین شاہ قادری سے نسل جاری ہوئی۔ **مجدد وقت حضرت مولانا عبد اللہ شاہ قادری راج شاہی علیہ الرحمہ** کے چار صاحب زادے ہوئے۔ حضرت محمد صدیق، حضرت مولانا محمد عظیم، حضرت محمد اسماعیل، حضرت مولانا محمد عمر۔ حضرت مولانا محمد عظیم اور حضرت مولانا محمد عمر سے نسل جاری ہے۔

حضرت مولانا محمد عظیم قادری راجشاہی علیہ الرحمہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ راجشاہیہ سوندھ شریف: آپ کی ولادت ۱۸۵۸ء میں ہوئی اور آپ کی پرورش، فرد وقت حضرت میاں راج شاہ وحضرت مولانا عبد اللہ شاہ مجدد وقت کی آغوش ولایت میں ہوئی، تعلیم مدرسہ اسلامیہ عربیہ اندرکوٹ گذری بازار میرٹھ میں مکمل فرمائی، عربی فارسی پر ید طولیٰ رکھتے تھے، ''ملت راج شاہی'' میں آپ کے کئی ایک فارسی مکتوب نقل کیے ہیں، آپ انجمن اصلاح میوات کے صدر تھے، میوقوم کی اصلاح وبہبود کے لئے آپ نے ہر ممکن کوشش فرمائی، میواتیوں میں خوشی وغمی کے موقع پر جو غلط رسمیں رائج ہو چکی تھیں ان کے خاتمہ کے لئے آپ نے بہترین رسالہ تحریر فرمایا، جس میں پنچایت کے مقررہ حدود اخراجات کو بیان کیا اور مشرکانہ مراسم شادی وغمی کی بجائے طریق شریعت کے مطابق عمل در

آمد کی تجویز بتائیں، آپ نے ایک اسلامی مدرسہ بنام ''مدرسہ اسلامیہ راج شاہیہ'' سوندھ شریف میں قائم فرمایا، اور میوات میں ہائی اسکول حکومت وقت سے منظور کرانے کی کوشش فرمائی، اسی تحریک کا نتیجہ تھا کہ بہت سے میواتی طلبہ کچھ ہی عرصہ میں اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو گئے تھے، جن میں نمایاں نام چودھری یاسین راج شاہی کا آتا ہے، حضرت مولانا ممدوح کو مجدد وقت نے اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا، مگر ۱۹۰۱ء میں والد ماجد کے سامنے راہی ملک بقا ہوئے، مزار شریف آپ کا سوندھ شریف میوات میں مرجع خلائق ہے، آپ کے دو صاحبزادے ہوئے (۱) میاں محمد ابراہیم (بعمر ۲۲ر سال جوانی میں وصال فرما گئے) (۲) میاں فیض محمد یحییٰ المعروف قاری میاں اور ایک دختر جمیلہ بی بی زوجہ صوبے دار محمود الحسن بن مہتاب خان شمس آباد کھینچا تان (یہ ۱۹۴۷ء سے قبل شمس آباد کھینچا تان میوات بھارت میں مدفون ہوئیں اور صوبے دار محمود الحسن صاحب گاؤں نالے والا نزد اکپا کلاں تحصیل پتو کی ضلع قصور پاکستان میں مدفون ہیں) ہوئی۔

حضرت فیض محمد یحییٰ علیہ الرحمہ سے نسل جاری ہے، آپ والد گرامی کے وصال کے وقت تقریباً ڈھائی سال کے تھے، آپ کی پرورش آغوش مجدد وقت میں ہوئی، بقول پیرزادہ سمیع احمد راج شاہی کے ''آپ کو مجدد وقت سے شرف بیعت وخلافت حاصل تھا اور حضرت مولانا محمد عمر قادری راج شاہی سوندھوی نے بھی آپ کو اجازت وخلافت عطا فرمائی تھی'' راقم کی نظر سے ''دلائل الخیرات'' کا وہ نسخہ گزرا ہے جس میں حضرت مولانا محمد عمر صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے دست قدس سے اجازت نامہ تحریر فرمایا ہے، حضرت قادری میاں کی ساری زندگی عبادت و ریاضت اور زہد وتقویٰ سے عبارت تھی، اخلاق و کردار کے دھنی تھے، وصال آپ کا ۴ر رجب المرجب ۱۳۹۸ھ/۱۱ جون ۱۹۷۸ء بروز اتوار ہوا، مزار شریف موضع سرانوالی تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ پاکستان میں مرجع خلائق ہے۔

آپ کے پانچ صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہوئیں (۱) میاں محمد ظہیر الدین راج شاہی (۱۹۲۳ء سوندھ شریف/ ۲۶ محرم ۱۴۰۵ھ بروز ہفتہ مرقد سرانوالی پاکستان) (۲) میاں محمد شفیع راج شاہی (۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲۶ء ننہیال جہانو کا نگلہ میوات/ ۲ ذوالقعدہ ۱۴۱۳ھ بروز اتوار مرقد سرانوالی پاکستان) (۳) میاں محمد اقبال (۴) میاں محمد رضا احمد (دونوں جوانی میں فوت ہوئے) (۵) میاں عطا محمد (بچپن میں فوت ہوئے) (۶) صابرہ بیگم (۷) زہرہ بی بی (۸) کبریٰ بی بی (۹) نسیم بی بی۔

میاں محمد شفیع راج شاہی سے نسل جاری ہے، آپ کے پانچ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہوئیں، (۱) محمد سعید رضا (۲) فرید احمد رضا (۳) جنید احمد عاصم (۴) محمد جاوید رضا (۵) سمیع احمد رضا (۶) فریدہ (۷) سعیدہ۔

پیرزادہ سمیع احمد رضا راج شاہی سلسلہ راج شاہیہ کے فروغ کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں اور خوشی کی بات یہ ہے کہ راج شاہی خاندان کی تاریخ لکھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کامیاب فرمائے۔

حضرت مولانا محمد عمر قادری راج شاہی سجادہ نشین آستانہ عالیہ راج شاہیہ سوندھ شریف: آپ کی تربیت و پرداخت بھی فرد وقت ومجدد وقت کے آغوش ولایت میں ہوئی، آپ کے برادر اکبر حضرت مولانا محمد عظیم قادری پہلے ہی واصل بحق ہو چکے تھے، اس لئے آپ کو جانشین بنایا، آپ نے از ۱۳۴۲ھ تا ۱۳۷۲ھ مسند سجادگی کو رونق بخشی اور سلسلہ عالیہ راج شاہیہ کو آپ کے دور میں کافی فروغ ملا، رعب آپ کا اتنا تھا کہ ہر کسی کو تاب تکلم نہ تھی، زہد وورع میں اپنی مثال آپ تھے، صاحب کشف و کرامت تھے، آپ کے حکم سے ''دلائل الخیرات شریف، درود مستغاث، حزب البحر، قصیدہ غوثیہ وغیرہ''۔ آپ کے مرید جناب سید معصوم علی رضوی راج شاہی نواب سردھنہ میرٹھ نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے شائع کرائیں۔ وصال آپ کا ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ بروز اتوار ہوا، مزار شریف موضع سرانوالی متصل مسجد ضلع سیالکوٹ پاکستان میں فائض الانوار ہے، آپ کے ۶ر صاحبزادے اور ۳ر صاحبزادیاں ہوئیں (۱) مولانا خلیل الرحمن راج شاہی (۲) میاں فضل الرحمن (۳) میاں عزیز الرحمن مجذوب (۴) میاں محمد عثمان (۵) مولانا محمد احمد جان راج شاہی (۶) مولانا حبیب الرحمن راج شاہی (۷) صغریٰ بی بی (زوجہ رحیم بخش اوہتا میوات، وصال میانوالی بنگلہ متصل سرانوالی پاکستان میں ہوا) (۸) آسیہ بی بی (زوجہ عبدالرحمن، ٹیکری میوات، وصال چک نمبر ۱، ٹی ڈی اے، تحصیل زہرہ آباد، ضلع خوشاب، پاکستان میں ہوا، وہیں پر مدفون ہیں) (۹) احمدی بیگم۔ سرانوالی، ضلع سیالکوٹ میں وصال فرمایا، وہیں مدفون ہیں)

حضرت مولانا خلیل الرحمن، حضرت مولانا احمد جان، حضرت

مولانا حبیب الرحمن سے نسل جاری ہے۔ یہ تینوں برادران اپنے والد گرامی سے بیعت تھے اور اجازت وخلافت بھی حاصل تھی۔

حضرت مولانا خلیل الرحمن راج شاہی سجادہ نشین آستانۂ عالیہ راج شاہیہ سوندھ شریف: والد ماجد کے بعد حضرت مولانا خلیل الرحمن راج شاہی سجادہ نشین ہوئے، مگر آپ نے بخوشی سجادگی حضرت مولانا احمد جان راج شاہی کے سپرد فرمادی اور گوشہ نشینی اختیار فرمائی، اس طرح کی مثالیں موجودہ خانقاہوں میں کم دیکھنے کو ملتی ہیں، موصوف ساری زندگی شریعت مطہرہ پر عمل پیرا رہے، مرید بہت کم فرماتے، مریدین و متعلقین کو راہ شریعت پر چلنے کی تاکید فرماتے تھے، ولادت آپ کی سوندھ شریف میں ہوئی، اور وصال آپ کا ۲۳ ذی القعدہ ۱۴۰۸ھ میں ہوا، مزار شریف سرانوالی پاکستان میں مرجع خلائق ہے۔ آپ ایک دفعہ ۱۹۴۷ء کے بعد سوندھ شریف تشریف لائے تھے تقریبا دو ماہ تشریف فرما رہے، اکتساب فیض کے واسطے مخلوق کا ہجوم رہتا تھا، آپ کے دو صاحبزادے ہوئے، (۱) میاں جمیل الرحمن راج شاہی (۲) میاں نعیم احمد راج شاہی، اور دو صاحبزادیاں ہوئیں (۱) جمیلہ بی بی (۲) فردوس بی بی۔

میاں جمیل الرحمن کے ۳/ صاحبزادے ہیں (۱) فضل الرحمٰن (۲) عبدالرزاق (۳) حفیظ الرحمٰن اور میاں نعیم احمد کے بھی تین صاحب زادے ہیں: (۱) نسیم احمد (۲) شمیم احمد (۳) ندیم احمد۔

حضرت مولانا احمد جان قادری راج شاہی سجادہ نشین آستانہ عالیہ راج شاہیہ سوندھ شریف میوات: آپ کی ولادت سوندھ شریف میں ہوئی اور تعلیم مدرسہ اسلامیہ راج شاہیہ سوندھ شریف و دہلی اور علی گڑھ سے حاصل کی، آپ زبردست شیخ طریقت و عالم ربانی تھے، شریعت مطہرہ کے خود بھی پابند تھے اور مریدین کو بھی سختی سے پابندی شریعت کا حکم فرماتے تھے، گویا آپ کی زندگی سنت رسول کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی، میو قوم کی ہر گام پر آپ نے قیادت فرمائی، مدرسہ اسلامیہ راج شاہیہ کے مہتمم تھے، میو گرین ہائی اسکول کے از ۱۹۳۶ء تا ۱۹۴۶ء صدر رہے۔ آپ کے دور صدارت میں اسکول نے کافی ترقی کی، ۱۹۴۶ میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر نوح سے ایم ایل اے منتخب ہوئے اور سارا خاندان راج شاہی آپ کے ساتھ پاکستان ہجرت کر گیا سوائے میاں نظیر حسین راج شاہی کے، آپ آل انڈیا میو پنچایت کے بھی صدر رہے، سوندھ شریف کی عیدگاہ آپ کی یادگار ہے۔ وصال آپ کا ۵/ شعبان ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۲/ دسمبر ۱۹۶۳ء بروز اتوار بوقت دن ۱۱/ بج کر ۴۰ منٹ پر ہوا۔ مزار شریف چک نمبر ۱۵۰ ایم ایل دریا خان ضلع بھکر پاکستان میں زیارت گاہ خاص و عام ہے، آپ کے دو صاحبزادے ہوئے (۱) حضرت میاں مصباح الدین راج شاہی المعروف چمن شاہ مجذوب، پیدائشی ولی ہیں اور باحیات ہیں (۲) حضرت میاں محی الدین شاہ قادری راج شاہی۔ اور تین صاحبزادیاں ہوئیں (۱) مریم بی بی (۲) انوار بی بی (۳) خدیجۃ الکبریٰ۔

شیخ طریقت حضرت میاں محی الدین قادری راج شاہی والد گرامی کے بعد سجادہ نشین ہوئے، زبردست شیخ طریقت تھے، خاندانی امانتوں کے امین تھے، وصال آپ کا ۱۳/ ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ مطابق ۴/ جنوری ۲۰۰۷ء بروز جمعرات ہوا، مزار شریف چک نمبر ۵۰ ایم ایل دریا خان ضلع بھکر میں والد گرامی کے قریب مرجع خلائق ہے۔

آپ کے چار صاحبزادے ہوئے (۱) میاں افضال راج شاہی (۲) میاں جاوید راج شاہی عرف جاوی (۳) میاں عمران راج شاہی (۴) میاں سالک عبداللہ راج شاہی (۵) میاں مدثر راج شاہی۔

شیخ طریقت حضرت سالک عبداللہ راج شاہی اس وقت سجادہ نشین ہیں اور سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ راج شاہیہ کی ترویج و اشاعت میں مصروف ہیں۔ اپنے آبا و اجداد کے نقش قدم پر گامزن ہیں، اللہ رب العزت عمر خضر عطا فرمائے۔

حضرت مولانا حبیب الرحمن قادری راج شاہی علیہ الرحمہ:

آپ کی ولادت سوندھ شریف میں ہوئی، اور آپ کی تعلیم و تربیت بھی والد گرامی کے زیر سایہ ہوئی، آپ شیخ کامل تھے، آپ کا وصال ۸/ شعبان ۱۴۲۴ھ بروز جمعہ ہوا۔ مزار شریف سرانوالی پاکستان میں مرجع خلائق ہے آپ کے ایک صاحبزدہ اور چار صاحبزادیاں ہوئیں (۱) حضرت میاں محمد احمد عرف لالہ میاں قادری راج شاہی (جو آپ کے جانشین ہیں، سلسلۂ طریقت جاری ہے) (۱) زبیدہ بی بی (۲) کریمن بی بی (۳) رحیمن بی بی (۴) فاطمہ بی بی۔

حضرت میاں محمد احمد کے ۶ صاحبزادے ہیں (۱) منصور احمد (۲) منظور احمد (۳) محمد معصوم (۴) محمد معین (۵) محمد مظفر (۶) محمد مبشر۔

حاجی الحرمین حاجی حیدر شاہ قادری راج شاہی سوندھوی علیہ

الرحمہ خلف اصغر قطب عالم حضرت میاں رج شاہ علیہ الرحمہ:

آپ کے چار صاحبزادے ہوئے (۱) میاں صادق حسین ، (۲) میاں جعفر حسین ، (۳) میاں محمد حسین ، (۴) میاں نظیر حسین۔ حضرت میاں جعفر حسین اور حضرت میاں نظیر حسین سے نسل جاری ہے۔

حضرت میاں جعفر حسین راج شاہی علیہ الرحمہ: ۱۹۴۷ء میں سرانوالی پاکستان ہجرت فرما گئے ، آپ عابد شب زندہ دار تھے ، روشن ضمیر پیر تھے ، مزار شریف آپ کا سرانوالی پاکستان میں مرجع خلائق ہے ، آپ کے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہوئی ، (۱) میاں باقر حسین (۲) میاں عبدالمجید ، (۳) غفورن بی (زوجہ جیون خان نمبر دار موضع کھسپری نزد بھادس بڑکلی میوات)

حضرت میاں باقر حسین کے چار صاحبزادے ہوئے ، (۱) میاں صابر حسین (۲) میاں جابر حسین (۳) میاں اختر حسین (۴) میاں جان محمد۔ حضرت صوفی صافی میاں صابر حسین قادری راج شاہی نقشبندی سجادہ نشین آستانہ جعفریہ سرانوالی پاکستان کے چار صاحبزادے ہوئے ، (۱) میاں شاکر حسین (۲) میاں ناصر حسین (۳) میاں نصیر حسین (۴) میاں صغیر حسین ۔ حضرت میاں شاکر حسین راج شاہی نقشبندی اس وقت جانشین ہیں ، میاں جابر حسین کے دو صاحبزادے ہیں ، (۱) محمد زبیر (۲) عابد حسین۔ میاں اختر حسین کے دو بیٹے ہیں ، (۱) اکبر حسین (۲) اصغر حسین۔

میاں جان محمد کے چھ صاحبزادے ہیں ، (۱) شاہ حسین (۲) زاہد حسین (۳) ماجد حسین (۴) شاہد حسین (۵) ساجد (۶) راشد حسین۔

استاد الشعرا حضرت میاں نظیر حسین منظر راج شاہی سجادہ نشین آستانہ عالیہ راج شاہیہ سوندھ شریف: آپ ہندوستان میں ہی رہے ، تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیتے رہے ، راج شاہی مریدین کی باگ ڈور سنبھالتے رہے ، سوندھ شریف کے اعراس ۱۹۴۷ء کے بعد آپ کی ہی سرپرستی میں ہوتے تھے ، آپ حضرت مولانا عبداللہ شاہ مجدد وقت کے مرید و خلیفہ ہیں ، آپ بہترین حکیم ہونے کے ساتھ بہترین شاعر بھی تھے ، انیس میرٹھی آپ کے استاد ہیں ، آپ صاحب دیوان شاعر ہوئے ہیں ، آپ کے دیوان کا نام ہے ”دیوان منظر“ خدا کرے وہ جلد از جلد منظر عام پر آجائے ، دینی تعلیم آپ نے حضرت مولانا عبدالرحمن راج شاہی میرٹھی سے حاصل کی ، آپ کا وصال ۸ / رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۸ / اکتوبر ۱۹۷۱ء بروز جمعرات ہوا ، مزار شریف فرید نگر ضلع غازی آباد یوپی میں مرجع خلائق ہے۔

آپ کے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہوئیں (۱) میاں ظہیر احمد (۲) میاں تسخیر احمد (۳) میاں مشیر احمد (متوفی ۱۹۸۲ء) (۴) آپا سکینہ (آپ سب بہن بھائیوں میں بڑی تھیں) (۵) منصور فاطمہ (۶) آپا بانو ۔ اِس وقت آپا بانو اور حضرت ڈاکٹر تسخیر احمد راج شاہی حیات ہیں ، اس وقت حضرت ڈاکٹر تسخیر احمد قادری راج شاہی آستانۂ عالیہ راج شاہیہ سوندھ شریف میوات کے سجادہ نشین ہیں۔ آپ نہایت درجہ خلیق ، منکسر المزاج اور مہمان نواز ہیں۔ اللہ تعالیٰ تادیر حضرت کا سایہ ہم پر قائم فرمائے۔ آپ کی دو صاحبزادیاں ہوئیں جو بچپن میں ہی فوت ہوگئی تھیں ، نسل آپ کے بھائی میاں مشیر احمد سے جاری ہے ، میاں مشیر احمد کے پانچ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہوئیں۔ (۱) تنویر احمد (۲) منیر احمد (۳) ضمیر احمد (۴) امیر احمد (۵) سفیر احمد (۶) انجم (۷) شبنم (۸) تبسم۔

حضرت ڈاکٹر تسخیر احمد راج شاہی نے اپنے بھتیجے جناب امیر احمد کے صاحبزادے میاں محمد ثاقب قادری راج شاہی کو اپنا ولی عہد بنایا ہے۔

رب کائنات خاندان راج شاہی کو سدا باغ و بہار رکھے ، اس میں ایسے پھول کھلتے رہیں جو عالم اسلام کو مہکاتے رہیں۔

حضرت قطب عالم میاں راج شاہ علیہ الرحمہ کی صاحبزادیاں:

(۱) رابعہ ثانی حضرت بی بی مہر بی رحمۃ اللہ علیہا پیار سے ”مہرو“ کہا کرتے۔ آپ نے تجرید کی زندگی بسر فرمائی ، آپ اپنے وقت کی زبردست ولیہ ہوئی ہیں ، آپ کا وصال ۱۷ ذی قعدہ ۱۳۳۲ھ میں ہوا۔ مزار شریف آپ کا قصبہ فرید نگر ضلع غازی آباد یوپی میں مرجع خلائق ہے۔ (تذکرۂ نوری ، ص ۱۲) (۲) حضرت نواز بی رحمۃ اللہ علیہا پر اکثر جذب کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ آپ بھی اپنے وقت کی ولیہ کاملہ ہوئیں ہیں۔ آپ حضرت باج خاں راج شاہی علیہ الرحمہ ساکن سانٹھا واڑی سے منسوب تھیں۔ مزار شریف دونوں کے سانٹھا واڑی میں گنبد شریف کے جانب مغرب مرجع خلائق ہیں۔ (۳) حضرت رحیمن بی رحمۃ اللہ علیہا آپ مست تھیں آپ کے حالات معلوم نہ ہوسکے۔ حضرت نواز بی کے تین صاحبزادے ہوئے: (۱) مخدوم ملت حضرت ولی محمد راج شاہی (۲) حضرت نظر محمد راج شاہی (۳) حضرت صفی محمد راج شاہی۔

حضرت ولی محمد علیہ الرحمہ کے تین صاحبزادیاں جمیلہ ، فاطمہ ،

صغریٰ اور کئی صاحبزادے ہوئے۔تمام صاحبزادے کم عمری میں فوت ہوگئے۔ولیہ کاملہ حضرت جمیلہ رحمۃ اللہ علیہا سے نسل جاری ہے۔آپ کے بھی کئی صاحبزادے ہوئے مگر سب بچپن میں ہی فوت ہوگئے۔آپ کی چار بیٹیاں ہیں: مرحومہ کلثوم،مرحومہ رحمت، اکبری، مریم۔ یہ سب اور ان کی اولاد سانٹھاواڑی میں سکونت پذیر ہیں۔

(۲) حضرت نظر محمد علیہ الرحمہ کے دو بیٹے عمر محمد صوبیدار اور منشی امیر صاحب لائل پور کچی کوٹھی پاکستان ہجرت فرما گئے تھے۔صوبیدار صاحب کے تین فرزند ہوئے: عبد الرحیم عرف مالمہ، اکبر، اصغر، دو صاحبزادیاں تھی، ایک کا نام محمدی ہے، دوسری کا نام معلوم نہ ہوسکا۔منشی امیر کے ایک بیٹا، اللہ رکھا جو، اٹلی میں رہا کرتے تھے۔ایک بیٹی اکبری تھی۔(۳) حضرت صفی محمد علیہ الرحمہ کے دو فرزند تھے۔عبد الرحیم، عبد الحسن۔تین صاحبزادیاں موسیہ، رشیدن، رحمانی۔ پیر جی یوسف عرف عیسب عبدالحسن کے صاحبزدے ہیں۔

☆☆☆

حاشیہ نگار: محمد عارف رضا نیرؔ الاشفاقی، جنرل سکریٹری تحریک فروغ اسلام، ٹائیں، نوح، میوات (ہریانہ)

arif.rajshahi12@gmail.com

9812386917

خانقاہ لطیفیہ کٹیہار میں ۱۱۰واں سالانہ عرس حفیظی

قطب سیمانچل، زبدۃ الاولیاء حضرت علامہ شاہ حفیظ الدین رحمٰن پوری قدس سرہ (۱۲۴۵ھ-۱۳۳۳ھ) کا ایک سو دسواں عرس ۴ جنوری ۲۰۲۲ء کو منایا گیا۔ عرس کی کامیابی کا سہرا، عرس والے بزرگ شاہ حفیظ الدین علیہ الرحمۃ والرضوان کے پرپوتے بلکہ ان کے علوم وفنون کے سچے جانشیں، ان کی نظریات وروایات کے محافظ وامین، علم وادب کے تاج دار، عجز وانکساری کے پیکر، قرطاس وقلم کے بے تاج بادشاہ حضرت مولانا خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی مدظلہ العالی کے سر بندھتا ہے۔سہ ماہی رسالہ ''پیغام مصطفیٰ'' دیناج پور، بنگال کا خصوصی شمارہ نکلوانا، اُس کے لئے مدیر محترم مولانا محمد ساجد علی مصباحی (داہوگنج ضلع کشی نگر، پروانچل اتر پردیش) کو مضامین مہیّا کرانا، روز نامہ ''الحیات'' رانچی کا خصوصی ضمیمہ شاہ حفیظ الدین کے نام کروانا، شاہ حفیظ الدین کی تصنیف لطیف ''جریس الغیب'' کی اشاعت اور پھر اُن تینوں کی اُسی عرس حفیظی میں علمائے ذوی الاحترام کے مقدس ہاتھوں سے رونمائی، یہ سب گل گلزار لطیفیت مولانا خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی کی جاں گُسل محنتوں سے ہی ممکن ہو پایا۔

عرس کا روایتی اجلاس صبح ساڑھے دس بجے سے ڈیڑھ بجے تک چلتا رہا۔مولانا اعجاز اصغر نوری (بحر العلوم کٹیہار) مولانا ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی (منظر اسلام، بریلی شریف) مولانا خواجہ نیرّ عالم لطیفی (مفتی خانقاہ لطیفیہ) مولانا خواجہ تہذیب عالم لطیفی مصباحی (شہزادہ سجادہ نشیں خانقاہ لطیفیہ) مولانا فاروق عالم رضوی مصباحی (بانی مدرسہ قادریہ، ڈانگول) مولانا خواجہ نوید عالم لطیفی (خانقاہ لطیفیہ، رحمٰن پور) مولانا محمد مجیب الرحمٰن رضوی مصباحی (بانی جامعہ تاج الشریعہ للبنات، شیخ پورہ) مولانا انوار القادری (جامعہ وحیدیہ غریب نواز، سالماری) مولانا خواجہ نور عالم لطیفی (سجادہ نشیں خانقاہ لطیفیہ، رحمٰن پور) مولانا کلیم الدین احمد مصباحی (بانی جامعہ امہات المومنین للبنات، بارسوئی) کے علاوہ تقریباً درجنوں علما، فضلا، حفاظ اور قاری صاحبان زینت شہ نشین تھے۔

عرس کی تقریب لطیفی جامع مسجد رحمٰن پور، بارسوئی، کٹیہار، بہار (احاطہ خانقاہ لطیفیہ) میں منعقد ہوئی جس میں مولانا ریحان رضا ساجدی اور جناب حافظ رُمّان الباری نے باری باری نقابت کی۔حافظ وقاری محمد صدیق شہروزی نے تلاوت قرآن سے محفل کا آغاز کیا۔جناب نادر جمالی بنارسی، جناب دل نواز رحمانی اور اعجاز احمد لطیفی کی نعت ومنقبت سے محفل جھوم اُٹھی۔ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی، مفتی اعجاز اصغر نوری، مولانا شوکت علی اشرفی اور مولانا فاروق رضوی مصباحی کے پر مغز خطابات ہوئے۔مولانا خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی نے جملہ مہمانان کا شکریہ ادا فرمایا، شاہ حفیظ الدین قدس سرہ پر سہ ماہی ''پیغام مصطفیٰ'' کا خصوصی شمارہ، روز نامہ الحیات رانچی کا متعلقہ پرچہ اور جریس الغیب تینوں کی ایک ایک کاپی مفت تقسیم کی۔خانقاہ لطیفیہ پر اپنی بیس سالہ خدمات سے بھی سبھوں کو روشناش کرایا۔صلاۃ وسلام کے بعد اُنہی کی رقت آمیز دعا پر محفل کا اختتام ہوا۔

شریک محفل: محمد شہروز کٹیہاری، موہنا، چوکی، کدوا، کٹیہار (بہار)

پس منظر

۱۰۷واں عرس شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ حیدرآباد کے موقع پر آپ کا تذکرہ جمیل

شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی کی فلاحی زندگی

سید صادق انوار اشرفی★

امام اہلسنت عارف باللہ عاشق رسول اللہ شیخ الاسلام حافظ محمد انواراللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت علاقہ ناندیڑ کے قصبہ قندہار شریف میں ۴ ربیع الآخر ۱۲۶۴ھ میں ہوئی۔ ۵ سال گذر نے کے بعد حضرت مولانا سید شاہ بدیع الدین رفاعی قندھاری رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن شریف ناظرہ کی تکمیل فرمائی اور سات سال کی عمر شریف میں حضرت مولانا حافظ امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس قرآن مجید کا حفظ شروع فرمایا۔ گیارہ سال کی عمر شریف میں حفظ قرآن مجید کی سعادت حاصل کی۔ آپ نسباً فاروقی ہیں سلسلہ نسب انچالیسویں پشت میں خلیفہ دوم امیر المومنین امام المجاہدین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔ آپ نے علوم وفنون کی تکمیل حضرت عبدالحلیم فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالحئی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا فیاض الدین اورنگ آبادی علیہ الرحمہ سے کی اور تفسیر و حدیث کا درس حضرت شیخ عبداللہ یمنی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی حاصل فرمایا۔ آپ کی خداداد ذہانت واستعداد سے اساتذہ بھی دنگ تھے۔ علوم شریعت کی تحصیل وتکمیل کے بعد آپ نے سلوک کی تکمیل اپنے والد ماجد شیخ الاسلام حضرت مولانا ابو محمد شجاع الدین بن القاضی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ سے کی اور جملہ سلسلوں (قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ وغیرہ) میں بیعت کی اور مدینہ منورہ میں شیخ وقت مرشد العلماء حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے مکرر بیعت اور منازل سلوک کی تکمیل فرمائی۔ حضرت حاجی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے بلا طلب خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت مولانا حافظ محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمۃ الرضوان کی ذات بابرکات میں حبیب پاک سید المرسلین سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے اعلیٰ کردار، بلندی اخلاق، حسن سلوک کے جلوے چمکتے۔ انسان میں بڑی چیز اُس کی سیرت وکردار ہے اور تعلیم کا سب سے بڑا نصب العین پاکیزہ سیرت اور نیک کردار انسان بنانا ہے ورنہ کھانا پینا اور افزائش نسل یہ تو جانور بھی کرتے ہیں۔ انسانی طرۂ امتیاز جو تعلیم سے حاصل ہوتا ہے ان کے اعلیٰ کردار پاکیزہ افعال واعمال اور بلند خیالات ہوتے ہیں۔ اخلاقیات میں ہمدردی کا مقام بلند ہے۔ بانی جامعہ نظامیہ میں نہایت ہمدردی ورحم دلی پائی جاتی تھی جس کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

شیخ الاسلام شب میں ساری ضروریات سے فارغ ہوجاتے تو خفیہ طور پر مدرسہ نظامیہ تنقیح کی غرض سے نکل جاتے، ایک مرتبہ سرما کے موسم میں آپ لبادہ اوڑھے چلے شب کے بارہ بج چکے تھے مدرسے کا پھاٹک جو نو بجے مامور ہوجاتا تھا کھٹکھٹایا، مولانا سید محمود علیہ الرحمۃ طالب علمی کے علاوہ نگرانی کی خدمت بھی انجام دیتے تھے فوری پھاٹک کھول کر آپ کو اندر لے گئے۔ حضرت قبلہ ہر ایک کمرہ کا معائنہ کرتے جاتے۔ چند طلباء مطالعہ میں منہمک اور بعض اونگھتے اور اکثر طالب علم فرش مدرسہ کی شطرنجی یا ٹاٹ اوڑھے سردی کے مارے کروٹیں بدلتے سو رہے تھے۔ آپ نے پوچھا محمود! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا حضرت اوڑھنے کے لئے کچھ نہیں، مدرسہ کا فرش اوڑھے سو رہے ہیں۔ اس سے متاثر ہی نہیں آبدیدہ ہوکر مولانا سید محمود صاحب کو لیے آپ، نواب معزز یار جنگ بہادر کی دیوڑھی گئے۔ وطن سے دور طالبان علم دین کی حالت بیان کرنے پر نواب صاحب موصوف بھی بہت متاثر ہوئے دوسرے ہی روز لحاف وچادر مدرسہ نظامیہ روانہ کیا۔

اعلیٰ حضرت آصف جاہ سابع اپنے شفیق استاد (بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمۃ الرضوان) کیلئے نعمت کے خوان بھجواتے۔ آپ رسید پر وصولی کی دستخط فرما کر جامعہ نظامیہ روانہ کردیتے خود کو نہیں بلکہ آئندہ ملک اور قوم وملت کے نونہال خدمت گذاروں کو اس کا مستحق قرار دیتے۔ یہ سب کچھ کر کے نام ونمود نہیں بلکہ رضائے الٰہی ڈھونڈتے رہتے۔

مدینہ طیبہ کے زمانہ قیام ۱۳۰۵ھ یا ۱۳۰۷ھ میں کسی نے آپ سے آکر کہا فلاں صاحب بوجہ فاقہ مٹی گھول کر پی کرتے ہیں۔ یہ سنتے ہی آپ بے قرار ہوئے فرمایا ''سبحان اللہ کیا لوگ ہیں فاقہ کی تکلیف دفع

کرنے مٹی گھول کر پیتے ہیں مگر سوال نہیں کرتے'' اسی وقت امداد مساکین مدینہ الرسول ﷺ کیلئے انجمن بنائی کثیر رقم چندہ دیا اور احباب سے دلوائے۔ جب تک رہے اس کے بعد بھی ان کو بھولے نہیں۔(۱)

اپنے تلمیذ خاص اعلیٰ حضرت آصف جاہ سابع سے فرما کر شیخ حمزہ خادم روضتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ۳۰ روپے اور ایسے کئی مستحقین کو ماہانہ وظائف جاری کروائے۔ آپ کی ہمدردی و رحم دلی اپنے ملک اور اہل ملک تک محدود نہیں، عالم اسلام کو احاطہ کیے ہوئے تھی۔

فیاضی وفراخدلی: آپ کی زندگی مبارک رضائے الٰہی وخوشنودی خداوندی میں فراخدلی کے ساتھ فیاضی جیسے پاکیزہ صفات سے آراستہ تھی۔ سلسلہ قادریہ میں منسلک بیعت وخلافت سے سرفراز ہونے والے کیلئے بقول حضرت غوث اعظم دستگیر، یہ ضروری تھا کہ مستحق غیر مستحق سب کو دے کہ اللہ تعالیٰ بغیر استحقاق کے تجھے بھی اپنے فضل سے زیادہ دے۔ فیاضی اور صلہ رحمی کی خوبی حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ و الرضوان میں انتہائی وسعت کے ساتھ ودیعت کی گئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ملنے جلنے والے کی حاجت روائی کرتے، بیواؤں یتیموں کی امداد کرتے۔ گھر، مساجد، درگاہوں کے فقیروں کا سوال رد نہ کرتے، متبرک ایام میں زیادہ خیر وخیرات کرتے طلبہ کی خاص طور پر اعانت فرماتے یہاں تک کہ ایک ہاتھ سے دیتے تو دوسرے ہاتھ کو خبر ہونے نہیں دیتے۔ آپ کا دسترخوان وسیع، دل کا دروازہ کشادہ تھا۔ سو پچاس عزیز اقارب غرباء ہمیشہ لگے رہتے۔ سادہ مہمانوں کیلئے پر تکلف پکوان کرواتے۔ ان کی خاطر تواضع میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے۔ جاتے وقت ضرورت پر اُن کی مدد بھی دل کھول کر فرماتے۔ ماہ رمضان المبارک میں کئی سو افراد کیلئے افطار وسحر کا انتظام کرواتے۔ اتنا خرچ کرتے کہ مقروض ہوجاتے۔ اس پر اگر کوئی تواضعاً کہہ دیتا کہ آپ بہت ثواب کماتے ہیں تو ناراض ہوجاتے۔ آپ کی عادت تھی آمد وخرچ کا حساب ملاحظہ نہیں فرماتے ساری تنخواہ اپنے باطمینان منشی مولوی عبدالرشید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحویل میں کردیتے۔ ختم ماہ پر ضرور اُن سے پوچھ لیتے۔ تمام روپیہ خرچ ہوجانے کی صورت میں خدا کا شکر ادا کرتے، ورنہ باقی رقم کارِ خیر میں صرف کروادیتے۔

ایثار و قربانی: فیاضی جب حد سے بڑھ جاتی ہے تو ایثار و قربانی کہلاتی ہے۔ حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی فیاضی حدتمام پر پہنچ کر ایثار وقربانی کا مقام حاصل کر چکی تھی۔ حضرت کے والد بزرگوار اپنے حین حیات آپ کے نام منصب جاری کروانا چاہتے تھے۔ آپ اس وقت باوجود اہل وعیال رکھنے اوران کے لئے مستقل ذاتی معاش نہ ہونے کے، یہ منصب برادرِ خورد مولانا قاضی محمد امیر اللہ فاروقی کے نام کروادی۔ یہی نہیں بلکہ آبائی قضائت قندھار شریف حضرت نے ان ہی کو بخش دیا۔ آپ اپنی کمائی کا زیادہ تر حصہ جامعہ نظامیہ اوراس میں علم دین حاصل کرنے والے طلباء پر صرف کردیتے۔ نظام الملک آصف جاہ سابع ہر سال عیدین میں بحیثیت مشفق استاذ جو اشرفیاں نذر دیتے وہ بھی ایثار فرمادیتے۔ یہاں یہ خیال ہوتا ہے کہ آپ مسرف تھے لیکن اسراف میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی۔ بھلائی ہوتی ہے تو وہ اسراف نہیں کہلاتا لاخیر فی الاسراف ولا اسراف فی الخیر ۔ آپ کی حیات بابرکات کا سرمایہ تو جامعہ نظامیہ تھا۔ اس سے بڑھ کر ایثار وقربانی یہ تھی کہ اپنے متروکہ میں ایک ثلث حصہ طالبان علم دین کیلئے آپ نے وصیت کے ذریعہ مختص فرمادیا جس کو مابعد آپ کے ورثاء جامعہ نظامیہ میں داخل کردیتے۔ علاوہ ان کے ہزاروں روپے کا غیر منقولہ کتب خانہ بھی آپ ہی کے وصیت نامہ کے مطابق جامعہ نظامیہ میں ''انوارالمعارف'' کے نام سے محفوظ کروادیا اور ساری صلاحیتوں کے ساتھ اپنی زندگی ملک وقوم کیلئے وقف کردی۔ اس سے بڑھ کر ایثار وقربانی کیا ہوسکتی ہے کہ اپنے بعد متروکہ میں برابر شریک سرمایہ حیات، جامعہ نظامیہ کے نونہالان ملک وقوم کے استفادہ کی خاطر آپ نے وقف فرمادیا تھا۔

ایسی عظمت والے عالم جلیل ولی کامل، اللہ پاک کے چہیتے و پیارے بندہ، اس کے شان ورفعت والے حبیب سیدنا محمد ﷺ کے لاڈلے اپنے حبیب ﷺ کے اشارہ پر دکن تشریف لائے۔ روز پنجشنبہ ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ میں وصال شریف فرمایا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون، آپ کا بابرکت گنبد شریف جامعہ نظامیہ کی زینت بن کر چمکتا رہتا ہے۔ اللہ پاک اپنے حبیب ﷺ کے صدقہ وطفیل حضرت قبلہ کے فیضان کو طلبائے کرام، اہل دکن وجمیع اقطاع عالم پر ہمیشہ جاری رکھے۔ آپ کی جامع وعظیم تصانیف سے ملت اسلامیہ اپنے دلوں کو روشن کرتے رہے۔ **وآخر دعوانا اَنِ الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا محمد و اله واصحابه اجمعین**

حواشی و حوالہ جات

(۱) مولانا مفتی محمد رکن الدین! مطلع الانوار، ص ۱۴۱۔ مطبوعہ۔ ۱۴۰۵ھ کے لئے روانہ ہوئے۔ حضرت شیخ الاسلام فضلیت جنگ بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ کے مزید تذکرہ کے لئے حضرت علامہ مفتی محمد رکن الدین علیہ الرحمہ مفتی اول جامعہ نظامیہ کی ''مطلع انوار'' کے علاوہ حضرت قطب معین الدین انصاری علیہ الرحمہ کی لکھی ''انوار الانوار'' حضرت مفتی محمد عبدالحمید صدیقی علیہ الرحمہ سابق شیخ الجامعہ نظامیہ کی لکھی کتاب ''معارف انوار'' حضرت ڈاکٹر قاری محمد عبدالحمید اکبر گلبر گی عالم جامعہ و صدر شعبہ اردو خواجہ بندہ نواز یونیورسٹی گلبرگہ شریف کی پی ایچ ڈی کا مقالہ۔ حضرت مولانا شاہ فصیح الدین نظامی سابق مہتمم کی ترتیب شدہ ضخیم تاریخی کتاب ''مرقع انوار'' حضرت مفتی حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی قبلہ صدر مفتی و شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ کی کتاب ''حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ حیات و تعلیمات'' حضرت مولانا حافظ جی محمد رفیق احمد انواری سرگوی کامل جامعہ و خطیب جامع مسجد اندرون قلعہ رائچور کی لکھی کتاب ''مشعل انوار'' دیکھی جاسکتی ہیں۔

☆☆☆

☆ سرگوی۔ کامل جامعہ نظامیہ حیدرآباد، عربی مدرس بیجاپور، کرناٹک
9036543026

سیوان بہار کے مولانا شبیہ القادری اللہ کو پیارے ہو گئے

سارن کمشنری، سیوان بہار کے معروف عالم دین مولانا محمد مطلوب عالم شبیہ القادری پوکھر یروی (مرید و خلیفہ مفتی اعظم ہند) کا ۳۰ جنوری ۲۰۲۲ء/ ۲۶ جمادی الاخری ۱۴۴۳ھ بروز اتوار پٹنہ میں انتقال ہو گیا۔ إنا للہ و إنا الیہ راجعون، یکم فروری کو بروز منگل دربار باغیچہ سیوان میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور غوث الوری عربک کالج مخدوم سرائے سیوان میں تدفین ہوئی۔ مولانا کی پیدائش ان کے ننہال موضوع کٹائی ضلع مظفر پور بہار میں ۱۵ جولائی ۱۹۳۸ء میں ہوئی، انتقال کے وقت ان کی عمر ۸۳/ سال کی تھی۔ ابتدائی تعلیم مقامی مدرسہ نور الہدیٰ میں ہوئی اور ثانوی و اعلیٰ دینی تعلیم دار العلوم مشرقیہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ دربھنگہ میں مکمل ہوئی۔ ۱۹۵۹ء میں مظفر پور یونیوسٹی سے بی اے اور ایم اے (فارسی) کرنے کے بعد ''حضرت مخدوم سید محمد اشرف جہانگیر سمنانی حیات و کارنامے'' مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی سند بھی حاصل کی۔ فراغت کے بعد دار العلوم نعیمیہ صاحب گنج چھپرہ اور دار العلوم شریفیہ جلال پور سیوان میں مدرس رہے پھر ۳۵ سال تک ڈی اے وی انٹر کالج سیوان میں اردو فارسی کے استاذ اور صدر مدرس کی حیثیت تدریسی زندگی شروع ہوتی ہے۔ اسی لئے پوکھیرا ضلع ستیا مڑھی کے مولانا مطلوب شبیہ القادری نے اسی شہر کو اپنا وطن ثانی بنالیا۔ مولانا مظہر الحق کالونی سیوان میں رہائش تھی۔ مدرسہ اسلامیہ محی العلوم شکل ٹولی اور غوث الوریٰ عربک کالج آپ کی تعمیری زندگی کا نمونہ ہے، جس کے آپ بانی و ناظم اعلیٰ تھے۔ فاضل بہار مولانا محمد احسان علی رضوی، سابق مدرس منظر اسلام بریلی شریف اور ملک العلماء علامہ محمد ظفر الدین رضوی محدث و فاضل بہاری آپ کے نامور اساتذہ ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے رسالہ **الدر الثمین** کا ترجمہ کیا ہے اور 'تراجم کلام اللہ کا تقابلی جائزہ' نامی کتاب بھی لکھی ہے۔ شبیہ القادری آپ کا تخلص ہے جس کے سامنے نام گم ہو گیا، آپ کا نعتیہ مجموعہ ''سید نور'' ہے۔

ایک زمانے میں شبیہ القادری صاحب سیوان، چھپرہ اور گوپال ضلعے میں مقبول مقرر تھے، ہم نے گوری شری رام دودہی ضلع کشی نگر کے ایک جلسے میں انھیں ایک مرتبہ دیکھا ہے اور آپ کی موجودگی میں لگاتار اعلیٰ حضرت کے پانچ نعتیہ کلام ترنم کے ساتھ سنایا ہے کیوں کہ مدعو نعت خواں اور نقیب موقع پر پہنچ نہیں سکے تھے، اس لئے نقابت کا منصب بھی بارہ بجے رات تک سنبھالا، جب ہم مدرسہ غوثیہ فیض العلوم میہروا دودہی میں اعدادیہ کے طالب علم تھے اور صرف اتنا جانتے تھے کہ ہم فارسی پڑھتے ہیں یعنی درس نظامی کی جماعتوں کا علم نہیں تھا۔ مولانا کے انتقال پر آپ کے ساتھ مذہبی شہ نشینوں پر نعت خوانی اور خطابت و نظامت کرنے والے مولانا خوش محمد قادری پیرا کنک، مولانا عبدالشکور اشرفی، مولانا عقیل احمد مصباحی، مولانا عبد المصطفیٰ منظری، مولانا محمد امام الدین مصباحی میہروا، مولانا محمد عتیق الرحمٰن رضوی گوری شری رام، مولانا محمد قمر الدین بسہیا پڑرونہ، مولانا محمد قیام الدین شمسی لکڑی درگاہ، مولانا محمد ارشد رضا آفاقی میاں ٹولہ، قاری شکیل احمد نظامی چھاؤنی، مولانا حشمت علی مظہری فاضل نگر، مولانا طیب علی فیضی دھنوجی، مولانا محمد نظام الدین قادری سوہنگ، مولانا محمد عالم قادری تمکوہی راج، مولانا نقیب عالم اشرفی تمکوہی روڈ، مولانا محمد سیف اللہ مصباحی سلیم گڑھ وغیرہ نے تعزیت پیش کرتے ہوئے دعائے مغفرت کی ہے اور اپنی ملاقات و تعلقات کا تذکرہ کرتے ہوئے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔

محمد ظفر الدین برکاتی، مدیر اعلیٰ، ماہ نامہ کنز الایمان دہلی، ۲۸ جمادی الاخری ۱۴۴۳ھ یکم فروری ۲۰۲۲ء بروز منگل

منظر نامہ

بلی بائی ایپ اور کلب ہاؤس کیا ہے؟

ہندوستان میں عورت کی حیثیت-کل اور آج

فیضان احمد نعیمی★

اسلام میں عورت کا مقام بہت بلند ہے۔خواہ ماں ہو یا بہن ہو، بیوی ہو یا بیٹی، اسلام نے ان میں سے ہر ایک کے حقوق وفرائض تفصیل سے بیان کر دیے ہیں۔قبل اسلام اگر عورت کی حیثیت کو دیکھا جائے تو وہ مظلوم نظر آتی ہے تاریخ کی اوراق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی خطہ یا کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں عورتوں پر ظلم کے پہاڑ نہ ٹوٹے ہوں۔لوگ عورت کو اپنے عیش وعشرت کی غرض سے خرید وفروخت کرتے اُن کے ساتھ حیوانوں سے بھی بڑا سلوک کیا جاتا حتی کہ اہل عرب خود عورت کے وجود کو سماجی غیرت کے خلاف سمجھتے اور لڑکیوں کو زندہ در گور کر دیتے جیسا کہ قرآن وحدیث سے ہمیں معلوم ہوتا ہے۔

”جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوش خبری دی جاتی ہے تو دن بھر اُس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصہ کھاتا ہے.لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس بشارت کی بُرائی کے سبب کیا اُسے ذلّت کے ساتھ رکھے گا یا اُسے مٹی میں دبا دے گا۔ارے بہت ہی بُرا حکم لگاتے ہیں۔“(النحل:۵۸۔۵۹)

”جب زندہ دبائی ہوئی لڑکی سے(روز جزا) پوچھا جائے گا کس خطا پر ماری گئی۔“(تکویر ۸۔۹) امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”زمانۂ جاہلیت میں کفار مختلف طریقوں سے اپنی بیٹیوں کو قتل کر دیتے،ان میں سے بعض گڑھا کھودتے اور بیٹی کو اُس میں ڈال کر گڑھا بند کر دیتے حتیٰ کہ وہ مر جاتی اور بعض اُسے پہاڑ کی چوٹی سے پھینک دیتے،بعض اُسے غرق کر دیتے اور بعض اُسے ذبح کر دیتے،ان کا بیٹیوں کو قتل کرنا بعض اوقات غیرت اور حمیت کی وجہ سے ہوتا تھا اور بعض اوقات فقر وفاقہ اور نان نفقہ لازم ہونے کے خوف سے وہ ایسا کرتے تھے۔(تفسیر کبیر)

یہ اسلام ہی کا کارنامہ ہے جس نے دنیا میں سب سے پہلے عورت کو حقوق عطا فرمائے اور اُسے عزت ووقار سے نوازا۔زندہ در گور ہونے والی کو جینے کا حق دیا اور اس کی پوری زندگی کے حقوق کی ایک فہرست بیان فرما دی،اس کے باوجود اگر کوئی جاہل اسلام کی تعلیمات کو عورتوں کے حقوق کے مخالف سمجھتا ہے تو اُسے اپنی جہالت اور دماغ کی خرابی کا علاج کرنے کی طرف بھر پور توجہ دینی چاہئے۔

اِن آیات سے معلوم ہوا کہ لڑکی پیدا ہونے پر رنج کرنا کافروں کا طریقہ ہے، فی زمانہ مسلمانوں میں بھی بیٹی پیدا ہونے پر غمزدہ ہو جانے، چہرے سے خوشی کا اظہار نہ ہونے، مبارک باد ملنے پر جھینپ جانے، مبارک باد دینے والے کو باتیں سنا دینے، بیٹی کی ولادت کی خوشی میں مٹھائی بانٹنے میں عار محسوس کرنے،صرف بیٹیاں پیدا ہونے کی وجہ سے ماؤں پر ظلم وستم کرنے اور انہیں طلاقیں دے دینے تک کی وبا عام ہے، حالانکہ بیٹی پیدا ہونے اور اس کی پرورش کرنے کی بہت فضیلت ہے،رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جب کسی شخص کے ہاں بیٹی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاں فرشتوں کو بھیجتا ہے،وہ آکر کہتے ہیں:اے گھر والو!تم پر سلامتی نازل ہو،پھر اس بیٹی کا اپنے پروں سے اِحاطہ کر لیتے ہیں اور اس کے سر پر اپنے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں”ایک کمزور لڑکی ایک کمزور عورت سے پیدا ہوئی ہے،جو اس کی کفالت کرے گا تو قیامت کے دن اس کی مدد کی جائے گی۔“(معجم الصغیر)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا”جس شخص کے ہاں بیٹی پیدا ہو اور وہ اُسے زندہ در گور نہ کرے، اُسے ذلیل نہ سمجھے اور اپنے بیٹے کو اُس پر ترجیح نہ دے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔“(ابوداؤد)

سرورِ کونین ﷺ نے اسی عورت کو بیٹی کے روپ میں باپ کے لئے رحمت، بھائی کے لئے عزت، بیوی کے روپ میں شوہر کے ایمان کی محافظ اور ماں کے قدموں تلے جنت کی بشارت عطا کی۔رسول رحمت ﷺ نے بیٹی کی بہترین پرورش پر دُنیا وآخرت کی بھلائی اور جنت کی بشارت عطا فرمائی۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس کسی کے تین لڑکیاں ہوں اور وہ شخص ان کی تکلیف اور معاشی

پریشانیوں پر صبر کرے تو اُن کے ساتھ ہمدردی کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے جنت عطا فرمائے گا۔اس پر کسی نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ اگر کسی کے دولڑکیاں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو؟ فرمایا: دولڑکیاں ہوں تو بھی (اللہ اُسے جنت عطا فرمائے گا) پھر کسی نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ !اگر ایک ہی ہو؟ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: گرچہ ایک ہی ہو(تو بھی اللہ اُسے جنت میں داخل فرمائے گا)۔(مسند احمد)ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص لڑکیوں کی پرورش سے دوچار ہو، پھران کی پرورش سے آنے والی مصیبتوں پر صبر کرے تو یہ سب لڑکیاں اس کے لئے جہنم سے آڑ بنیں گی۔''(ترمذی) رحمۃ للعالمین سرکارِ دوعالم ﷺ نے عورت کو ہر وہ جائز حق اور عزت عطا کی، جس کی وہ صدیوں سے منتظر اور حقدار تھی۔ جہاں مساوات اور عدل کی بات کہی ہے وہیں عورت کا وراثت میں حق رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقل سلیم عطا کرے اور جس طرح وہ بیٹا پیدا ہونے پر خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔اسی طرح بیٹی پیدا ہونے پر بھی خوشی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

ہندوستان میں عورت کی حیثیت: ہندوستان میں بھی عورت کی حیثیت عربوں سے جداگانہ نہیں رہی ہے۔ہندوستان میں عورت کا زندہ بچ جانا ایک معجزے سے کم نہیں تھا۔آج بھی لڑکوں کی خواہش رکھنے والوں کو، جس وقت پتا چلتا ہے کہ لڑکی جنم لینے والی ہے، اُسی وقت اُسے اسقاط حمل کے ذریعے قتل کروادیا جاتا ہے۔

آج بھی لڑکیوں کو بہت چھوٹی عمر ہی سے امتیازی سلوک، جنسی زیادتی اور کم عمری میں جبری شادی جیسے مسائل کا سامنا رہتا ہے۔یہاں تک کہ شادی کے بعد عورتوں کو جہیز کی خاطر قتل کردیا جاتا ہے۔اگر وہ اِن تمام زیادتیوں کے باوجود بچ جائے اور اُسے بیوگی کی زندگی گزارنا پڑے، تو اُسے نہ صرف امتیازی سلوک کا شکار بنایا جاتا ہے بلکہ اُسے تمام تر حقوق، خاص طور پر وراثت اور جائیداد سے محروم رکھا جاتا ہے۔

جبکہ دستورِ ہند عدل ومساوات کے ساتھ عورت کے تحفظ کی بات کرتا ہے اور ہر مذہب ومسلک ہر رنگ ونسل کی خواتین کی عزت وتکریم کرنے کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اہانتِ خواتین پر سزا کا بھی قانون ہے۔اس وقت ہندوستان میں اہانت خواتین کے حوالے سے ''بلّی بائی ایپ، ''سُلّی ڈیلز'' اور کلب ہاؤس سرخیوں میں ہیں۔

بُلّی بائی ایپ او کلب ہاؤس کیا ہے؟

۲۰۲۲ء نیا سال کا آغاز ہی ہوا تھا کہ ''بلّی بائی ایپ'' اور ''سُلّی ڈیلس'' سے متعلق خبریں اخبارات کی زینت بن گئیں۔یکم جنوری کو بلّی بائی ایپ پر مسلم خواتین کی تصاویر ڈال کر آن لائن خرید وفروخت کی جا رہی تھی جبکہ کچھ ماہ قبل سُلّی ڈیلز پر یہ حرکت کی جا چکی ہے جس میں ہر طبقے کی خواتین کی تصاویر مختلف جگہوں سے اُٹھا کر ڈالی گئی ہیں۔ایک عام آدمی سوچ بھی نہیں سکتا کہ کسی کے گھر کی عزت وآبرو اس طرح نیلام کی جائے گی۔اِن ایپس کے ذریعہ مسلم خواتین کی تضحیک اور اُنہیں آن لائن ہراساں کرنے کے معاملہ میں گرفتار ملزمین سے پوچھ گچھ جاری ہی تھی کہ ۱۸ جنوری کو ایک آڈیو پر مبنی سوشل میڈیا پلیٹ فارم کلب ہاؤس پر مسلم خواتین کے بارے میں انتہائی گھناؤنے تبصرے کا معاملہ سامنے آیا ہے۔

آڈیو ریکارڈنگ میں سنا جاسکتا ہے کہ کس طرح ہندتوادی نوجوان لڑکے اور لڑکیاں مسلم خواتین کی شرم گاہ کے بارے میں انتہائی بیہودہ تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''مسلم خواتین کی عصمت دری بابری مسجد توڑنے کی طرح اچھا کام ہے'' دوسرا شرپسند کہتا ہے کہ ''مسلم خواتین کی عصمت دری ۷ سات مندروں کی تعمیر کے برابر ثواب کا کام ہے۔'' ایک دیگر ہندتوادی شرپسند دعویٰ کرتا ہے کہ اس کا باپ برہمن جبکہ اس کی ماں ایک مسلم ہے۔وہ گفتگو کے دیگر شرکاء سے کہتا ہے کہ ''میری نیت اپنی ماں پر ہی خراب ہے اور میں چاہتا ہوں کہ وہ میرے باپ کو دھوکا دے کر میرے ساتھ آئے'' بات یہاں ختم نہیں ہوتی ہے، دوسرا شامل گفتگو مشورہ دیتا ہے کہ وہ اپنی ماں کو حاصل کرنے کے لئے اپنے باپ کو قتل کردے۔کلب ہاؤس پر اِس طرح کی گھٹیا گفتگو کی ریکارڈنگ بھی سامنے آئی ہے، جس کو سننا بھی کافی اذیت ناک ہے۔

حیران کن بات یہ ہے کہ اس میں ہندتوادی لڑکوں کے ساتھ لڑکیاں بھی مسلم خواتین کے بارے میں نفرت انگیز اور فحش باتیں کرکے لطف اندوز ہورہی ہیں۔ یہ سب دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ دورِ جاہلیت کے کچھ نمونے ابھی بھی باقی ہیں۔اِن ایپس کا مقصد صرف مسلم خواتین کو بے عزت کرنا اور ان کی ہتک کرنے کے علاوہ کچھ نہیں تھا جبکہ حقیقی طور پر کوئی نیلامی نہیں ہورہی تھی جبکہ اسلام کسی کو بھی عملی یا قولی کسی بھی قسم کی اذیت نہ پہنچانے کی بات کرتا ہے، اس بارے میں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دیگر تمام مسلمان محفوظ ہوں۔ (بخاری و مسلم)

کتنے شرم کی بات ہے کہ آج ہماری نگاہوں کے سامنے ہماری بہنوں کی عزت سے کھلواڑ کیا جا رہا ہے بلّی بائی ایپ اور سُلّی ڈیلز اور کلب ہاؤس کے ذریعہ ذلیل اور رُسوا کیا جا رہا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت میں ہم کو رُسوائی اور ذلت اُٹھانی پڑے۔

یاد رکھنا جب تک ہم خواتین کا احترام نہیں کریں گے، ہمارا سماج بد صورت ہی رہے گا۔ یہ آج ہمارے معاشرے کے منھ پر طمانچہ سے کم نہیں۔

اب بحث چل رہی ہے کہ کیا ہوا، کیوں ہوا؟ قانون کیا ہے اور سزا کیا ہوگی؟ لیکن سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ آج کے دور میں جب ہم سب مذہب کے نام پر آگ اور پانی میں کودنے کو تیار ہیں، خود مذہبی تعلیمات سے ناواقف ہیں۔ خواہ وہ کسی بھی مذہب کا ہو مگر وہ خواتین کو احترام دینے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتا ہے۔ ہندو دھرم میں عورت کو دیوی کا درجہ دیا گیا ہے تو اسلام نے ماں کے قدموں تلے جنت رکھ دی ہے۔ بیوی، بہن اور بیٹی کے اتنے حقوق ہیں کہ کوئی جانتا ہی نہیں یا جاننا چاہتا ہی نہیں۔ ہر دن کوئی نہ کوئی مسئلہ سامنے ہے۔ بات سماجی بیداری کی ہوتی ہے، قانون سازی کی ہوتی ہے لیکن سب اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ سدھار گھر سے ہی شروع ہوتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اِس گھٹیا فعل میں ملوث افراد کو ہمارا قانون کیا سزا دیتا ہے جبکہ خبروں کے مطابق کئی افراد کو گرفتار کیا جا چکا ہے۔ آخر ایسا کرنے والے مجرمین کی ذہنیت کے پیچھے کیا عوامل مخفی ہیں جن کی وجہ سے نو جوان نسلیں اس قدر نفرت انگیز ذہنیت کی حامل ہوتی جا رہی ہیں۔ جواب سب کے سامنے ہے۔ سوشل میڈیا پلیٹ فارم پر مسلم دشمنی ماحول اور نفرت پھیلانے والا معاشرہ۔ اگر حکومت وقت اور ہم سب نے اِس کا سد باب نہیں کیا تو اس کا بھیانک ترین انجام اگلی نسلوں کا بھگتنا ہوگا۔

ہماری ذمہ داریاں:

بچوں کو اچھا ماحول فراہم کریں اور انھیں انسانی اقدار سے روشناس کرائیں۔ صحیح اور غلط کی تمیز سکھاتے ہوئے ذہن سازی کریں۔ ہر طبقے اور مذہب کے انسانوں کا یکساں احترام کرنا سکھائیں۔ والدین کو چاہیے کہ بچوں کے سوشل میڈیا اکاؤنٹ پر نظر رکھیں۔ مسلم خواتین کو چاہیے کہ سوشل میڈیا کے ذریعہ کسی کو پرسنل تصاویر یا ویڈیوز ہرگز نہ بھیجیں کیونکہ اس دور میں عریانیت اور فحش پھیلانے والی ویب سائٹس کو آپ کی ویڈیوز اور فوٹوز بیچ دیے جاتے ہیں اور آپ کو خبر تک نہیں ہوتی ہے۔ ایسا ہی بلّی ایپ اور سُلّی ڈیلز پر ہوا ہے جن خواتین کی تصاویر تھیں اُن کو خود نہیں معلوم کہ اُن کی آن لائن بولی لگائی جا رہی تھی۔ بچوں کو موبائل فون اور کمپیوٹر کے استعمال کی مناسب تربیت دیں۔

بچوں میں فکر آخرت پیدا کریں۔

آخر میں کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مردوں کو عورت پر حاکم قرار دیتے ہوئے حسن معاشرت اور حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ حاکم کا ہرگز صرف یہ مطلب نہیں کہ اہل وعیال پر حکم چلایا جائے۔ اصل حاکم تو وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کو گمراہی میں نہ جانے دے اور اگر غلط راہ پر جاتے ہوئے دیکھے تو سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرے۔

☆☆☆

☆ایم اے (اردو) ایم ایڈ اسپیشل، جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی
امام وخطیب قادری مسجد، دارالقلم=9837784660

فکر امروز

دس سالہ-دس نکاتی پروگرام: اقدامی منصوبہ بندی

محمد شہادت حسین فیضی★

قوت فکر و عمل پہلے فنا ہوتی ہے
پھر کسی قوم کی شوکت پہ زوال آتا ہے

ہمیں یہ تسلیم ہے کہ ہم میں سے اکثر لوگ جن کا شمار قائدین، رہنمائے قوم وملت، ائمہ مساجد وعلمائے کرام، خطبائے عظام وشعرائے اسلام وغیرہ میں ہوتا تو ہے لیکن ہمارا طریقۂ کار اور فکر وعمل ویسا نہیں بلکہ آج ہم بے معنی بحثوں، غیر ضروری جلسوں اور بے مقصد کانفرنسوں کے لئے معروف ہیں۔ ساتھ ہی چند سکوں کی خاطر دین کے نام پر غیر شرعی اور غیر ضروری کاموں میں مصروف رہتے ہیں جس سے تضییع اوقات کے ساتھ سرمائے کی بھی بربادی ہوتی ہے اور چونکہ اس کے ذمہ دار ہم ہیں اس لئے ہمیں ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا حساب دینا ہوگا۔

ہم اپنی کچھ خرابیوں پر نظر ڈالتے ہیں:

(۱) ہم میں سے زیادہ تر لوگ جلسہ، جلوس اور احتجاجی ہیں اور جلسہ کرنا کرانا، بھیڑ اکٹھا کرنا، دین کے نام پر چندہ کرنا وغیرہ ہم میں سے بیشتر کا ذریعۂ معاش بن چکا ہے۔

(۲) جانے انجانے میں ہم میں سے کچھ لوگ دشمنوں کے آلۂ کار بن جاتے ہیں اور اُن کی نادانیوں کی وجہ سے پوری قوم کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر یکم جنوری ۲۰۲۲ء کی شب میں فلسطین کے غازہ کے علاقے میں اسرائیلی فوج نے بہت ہی سخت حملہ کیا، جس سے کافی جانی ومالی نقصان ہوا۔ اس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ غازہ کی طرف سے راکٹ داغہ گیا تھا، جس سے ایک دیوار میں خراش آ گئی تھی۔ اسرائیلی دیوار میں خراش پیدا کرنے والا جذبۂ اسلام سے لبریز مجاہد اسلام کہلایا، بدلے میں غازہ کے مسلمانوں کو کیا ملا؟ بچے یتیم ہوئے، عورتیں بیوہ ہوئیں، سیکڑوں گھر، دکان اور کارخانے تباہ ہو گئے، یہی سب کچھ ہونا تھا؟

ہمارے یہاں بھی کچھ مجاہدین اسلام پیدا ہو رہے ہیں، جو منہ توڑ جواب دینے کے لئے غیر اسلامی یا کم ناعاقبت اندیشی، نادانی کے جذبات سے پر ہیں۔ یہ کن کو فائدہ پہنچائیں گے اور کس کا نقصان ہوگا؟ یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا، لیکن میں اتنی وضاحت کر دوں کہ موجودہ حکومت کے آنے کے بعد سے ہمارے ملک کے خفیہ اداروں کے سربراہوں اور اہلکاروں کی تربیت اسرائیل میں ہو رہی ہے۔

(۳) جب بھی ایشیا میں قیام امن کی کوشش ہوتی ہے تاکہ مشرقی ہند کے ممالک ترقی کر سکیں تو ٹھیک انہی وقتوں میں ہندوستان اور پاکستان میں تباہ کن دہشت گردانہ حملہ ہوتا ہے، جس سے یہ ممالک پھر سے انتقامی کارروائی میں الجھ کر اپنی تباہی خود کر لیتے ہیں جس سے غریبی و محتاجی میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ ٹھیک ایسے ہی مسلمانوں پر مشکلات کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں، مسلمان غور وفکر کر کے ان مصائب سے نکل کر ترقی کرنے کے بارے میں سوچنا شروع ہی کرتے ہیں کہ ٹھیک اسی وقت ہم میں سے بعض لوگ مناظر اسلام، مجاہد اعظم، مفتی اعظم بن کر مشربی، درسگاہی اور مسلکی تنازعات کو پھر سے نمک مرچ لگا کر عوام کے سامنے پیش کر دیتے ہیں اور پھر جواب الجواب کی شکل میں تفسیق و تضلیل اور تکفیر کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور نتیجتاً انتشار وافتراق کی آگ میں جل کر ہم مزید جہالت اور احتیاج کی زندگی جینے پر مجبور ہوتے ہیں۔

(۴) میٹنگ، مجلس شوریٰ، کنونشن، اجتماع، مذاکرہ، سیمینار، مباحثہ ہو یا کسی مخصوص موضوع پر منعقدہ اجلاس ہو ہم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو اُن میں سے ہر ایک مجلس کو مروجہ جلسہ میں تبدیل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، جس میں سات رنگ کے لباس میں شعرائے اسلام، اونچی ٹوپیوں کے ساتھ نقیب اعظم ہندوستان اور شاہانہ لباس میں ملبوس خطیبان ہفت لسان اپنی دنیاداری دِکھا کر مال وزر جمع کرتے ہیں اور چلتے بنتے ہیں اور افادیت کے نام پر قوم کے پالے میں صفر آتا ہے۔

دوسروں کی خوبیاں

(۱) جرمنی میں قتل عام کے بعد بچے کھچے یہودیوں نے ایک طویل غور وخوض اور مشورے کے بعد ایک ہزار سالہ منصوبہ بنایا۔ کچھ سالوں

میں ہی انہیں اچھے نتیجے ملنے لگے اور حال یہ ہے کہ سو سال میں ہی دنیا کی ایک تہائی سرمایہ پر قابض ہیں۔

(۲) جاپان کے ہیروشیما میں ایٹم بم گرائے جانے کے بعد وہاں کے لوگوں نے مخاصمت و محاذ آرائی سے توبہ کر لی اور امن کے ساتھ بقائے باہم اور صنعت و حرفت پر پوری توجہ مرکوز کی، نتیجتاً وہاں کے لوگ دنیا کے خوشحال ترین لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔

(۳) ۱۹۲۵ء میں آر ایس ایس نے صد سالہ منصوبہ بنایا۔ شروع میں کچھ ہی لوگ ان کے ساتھ تھے، لیکن وہ اپنے منصوبہ کے ساتھ مسلسل آگے بڑھتے گئے۔ کچھ رکاوٹیں آئیں، ان پر پابندیاں لگیں، لیکن وہ اپنے منصوبے کے مطابق لوگوں کو طے شدہ تعلیم و تربیت کے ساتھ اپنی تنظیم میں جوڑتے رہے، آج وہ پوری دنیا کی سب سے بڑی منظم تنظیم ہے اور دنیا کی سب سے بڑی جمہوری ملک ہندوستان میں اس کی حکومت ہے جو مسلمانوں کا ملک سے صفایا کرنے کے منصوبے پر کاربند ہیں۔ ایک صاحب نے کہا کہ آر ایس ایس کا عروج آئندہ ۲۵ سالوں تک قائم رہے گا، پھر زوال آئے گا۔ ظاہر ہے ان کے زوال کا معنی یہ ہے کہ پھر مسلمانوں کا عروج ہوگا لیکن یہ کوئی ضروری تو نہیں۔

خلاصۂ کلام: کیا مسلمانان ہند کے پاس بھی کوئی منصوبہ ہے؟ ہم روبزوال ہیں، عروج کی جانب جانے کا منصوبہ کب بنائیں گے؟ میں اپنی ناقص فکر و خیال سے ۱۰ سالہ دس نکاتی منصوبہ پیش کرتا ہوں جس میں آپ کو ترمیم و تنسیخ حذف و اضافہ کا مکمل اختیار ہے:

(۱) مروجہ جلسہ و جلوس کو بند کیا جائے اور کم خرچ کے دینی جلسے یا اجتماع مسجد، مدرسہ وغیرہ میں دن میں ہی کیا جائے، یا بعد نماز مغرب تا عشاء کی محفل ہو، جس میں مقامی علمائے کرام سے دین و سنت اور تحریک و تنظیم کے بارے میں بیانات ہوں، وہ بھی ٹریننگ اور منصوبہ بندی کی شکل میں اور لاکھوں کی جگہ یہ کام صرف ہزاروں میں ہی ہو، کہ بچی ہوئی رقم کو محلے کے بچوں کی تعلیم اور تعلیم گاہ پر خرچ کیا جائے۔

(۲) فروعی، مشربی، درسگاہی اختلافات کو بالکلیہ بند کیا جائے، بلکہ آئندہ دس سالوں کے لئے بین المسالک بھی معاہدۂ امن ہوں، اس طرح کہ ہر مسلک کے لوگ اپنے اپنے مسلک پہ قائم رہیں اور اپنے اپنے مسلک کی تبلیغ کریں، لیکن دوسرے کی تنقیص و تضلیل نہ کریں۔

(۳) ہندوستان کی تمام مسلم تنظیمیں خواہ ان کے نام اور مقاصد کچھ بھی ہوں، آئندہ دس سالوں تک صرف اور صرف تعلیمی بیداری کی ایک مشترکہ تحریک چلائیں، تاکہ آبادی کے تناسب سے تمام محکمہ جاتی اداروں میں مسلمانوں کی تقرری ہو سکے۔ بالخصوص انتظامیہ، فوج اور محکمۂ پولیس میں۔

(۴) اہتمام فرائض خمسہ کے بعد اپنی ساری توانائی بچوں اور بچیوں کی تعلیم و تربیت پر خرچ کی جائے۔

(۵) ہر محلے میں شوریٰ کے ذریعے تین سال کے لئے کمیٹی بنائی جائے اور یہ خاندانی نہ ہو جائے، اس کے لئے یہ اصول بنایا جائے کہ کوئی بھی شخص دو مرتبہ سے زیادہ اس کا صدر نہیں رہ سکتا۔ مسجد مدرسہ یعنی تعلیم و تربیت کی مکمل نگرانی کے ساتھ آپسی تنازعات کے حل کی بھی کوشش کریں تاکہ مسلمان تھانہ اور کورٹ کے بیجا اخراجات سے بچ سکیں۔

(۶) مسلمانوں کی تمام تنظیمیں آپس میں مربوط و مرکوز رہیں۔ اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ یہ تنظیمیں آپس میں معاون رہیں گی۔

(۷) موجودہ دور میں مزید مدرسہ کھولنے کی ضرورت نہیں بلکہ ہر محلہ میں دینی مکتب کی ضرورت ہے۔ ساتھ ہی ہر محلے میں مسلمانوں کی اپنی کوچنگ بھی ہونی چاہیے جہاں عصری تعلیم کے ساتھ دینی تربیت بھی دی جائے۔

(۸) ضلع اور صوبائی سطح پر ایسی ترکیب بنائی جائے کہ ریٹائرڈ آفیسر، پروفیسر وغیرہ سے اونچی تعلیم کی کوچنگ اور کانسلنگ کرائی جائے اور ریٹائرڈ فوجی یا پولیس کے ذریعہ فوج اور پولیس میں بھرتی کے لئے تربیتی کیمپ لگایا جائے۔

(۹) میڈیکل، نرسنگ اور ٹیچنگ وغیرہ جیسے شعبہ جات میں شمولیت کے لئے مسلم بچیوں کے لئے الگ سے کوچنگ کا انتظام کیا جائے۔

(۱۰) گاؤں سے لے کر صوبہ اور ملکی سطح کی تمام تنظیموں میں ان پانچ طرح کے لوگوں کو ضرور شامل کیا جائے:

(۱) علمائے کرام (۲) ریٹائرڈ افسران (۳) پروفیشنل ڈاکٹر، انجینئر جج اور وکیل وغیرہ (۴) تعلیم یافتہ تاجران (۵) سیاسی قائدین۔

☆9431538584☆

ہجومی تشدد کے بڑھتے واقعات اور ہماری سرد مہری

خالد ایوب مصباحی شیرانی★

ہجومی تشدد یعنی ماب لنچنگ نفرت انگیز سیاست کی پیداوار، درندگی کا ایک سنگین روپ ہے جس نے بھارت میں ابتداءً سیاسی اور مذہبی بہانوں سے انسانی خون سے ہولی کھیلی اور آہستہ آہستہ اس نے واضح طور پر انسانیت دشمنی کی شکل اختیار کر لی۔ ہمارے ملک میں متشدد اور متعصب مذہبی سیاست نے گزشتہ ایک دہائی سے شدید نفرتوں کی جو کاشت کی، اس کا پھل انسانی سروں کی شکل میں ملا ہے اور پانچ سات سال تیز رہنے کے بعد اب اگرچہ یہ سلسلہ ایک حد تک مدھم پڑا ہے لیکن اب بھی گاہے گاہے کہیں نہ کہیں سے مرتی انسانیت کی خبریں مل ہی جاتی ہیں اور امید بھی نہیں کی جاسکتی کہ آدم خوری کا مزاج بالکلیہ ختم ہو پائے گا۔

ایسا کیوں ہوتا ہے کہ کوئی بھیڑ جمع ہوتی ہے اور اپنے ہم شکل کسی انسان کو مار گراتی ہے؟ اگر اِس سوال کا بنیادی اور صحیح جواب چاہیے تو وہ واضح طور پر یہ ہے کہ بہانہ چاہے کچھ بھی ہو، اِس حیوانیت کا بنیادی سبب نفرت انگیز سیاست ہے اور بس۔ البتہ محض بہانوں کے طور پر جو اسباب وعوامل نکل کر سامنے آتے ہیں، ان میں کہیں بچہ چوری، کہیں سرقہ بازی، کہیں چھیڑ خانی، کہیں گئو کشی، کہیں گئو خوری، کہیں افواہیں، کہیں جھوٹی خبریں تو کہیں بھڑکاؤ نعرے اور کہیں ریپ وغیرہ کے الزامات ہوتے ہیں لیکن ظاہر ہے کہ یہ سب بہانے ہوتے ہیں، ورنہ دراصل محض اپنے نفرتی جذبات کی تسکین مقصود ہوتی ہے مگر اُن سب کے بیچ تشویش ناک بات یہ ہے کہ اعداد وشمار کے مطابق ان حیلہ سازیوں کا پانی سر سے اوپر ہو چکا ہے۔ معروف نفرت انگیز چینل ''آج تک'' کے مطابق صرف گئو کشی کے نام پر ۲۰۱۴ء تا ۲۰۱۷ء ہونے والی غنڈہ گردی کے اعداد و شمار کچھ اس طرح ہیں:

(الف) ۲۰۱۴ء میں گئو کشی کے نام پر ماب لنچنگ کے ۳ حادثے ہوئے جن میں ۱۱ افراد زخمی ہوئے۔

(ب) ۲۰۱۵ء میں اِن حادثات کی یہ تعداد بڑھ کر ۱۲ ہوگئی جن میں ۱۰ لوگوں کو پیٹ پیٹ کر مار ڈالا گیا جب کہ ۴۸ لوگ زخمی ہوئے۔

(ج) ۲۰۱۶ء میں گائے کے نام پر ۲۴ حادثے ہوئے جن میں ۸ لوگوں کو اپنی جانیں گنوانی پڑی اور ۵۸ لوگوں کو پیٹ پیٹ کر بدحال کر دیا گیا۔ (د) ۲۰۱۷ء میں تو گویا یہ غنڈے بے قابو ہو گئے۔ ۳۷ حادثات میں ۱۱ لوگ ہلاک ۱۵۲ زخمی ہوئے۔

اگر اِن اعداد کو مذہب کے چشمے سے دیکھا جائے تو یہ حیرت انگیز بات سامنے آئے گی کہ سال ۲۰۱۴ء سے ۲۰۱۸ء تک گائے کے تحفظ کے نام پر ۸۷ واقعات میں ۵۰ فیصد متاثرین مسلمان، ۱۱ فیصد دلت، ۹ فیصد ہندو اور صرف ایک فیصد قبائلی اور سکھ تھے جبکہ ۲۰ فیصد کیسز میں متاثرین کے مذہب کی شناخت نہیں ہو سکی۔ یعنی یہ کہا جا سکتا ہے کہ مذہبی جنونیوں نے اپنے مذہبی جذبات کے بہانے گائے کے تحفظ کے نام پر اگرچہ نہتے مسلمانوں کو اپنا ہدف بنانا شروع کیا تھا لیکن جیسا کہ ہر بار خونی بھیڑیوں کا ڈائریکشن ہوتا ہے اُن درندوں نے آہستہ آہستہ ہر طبقے کو اپنی لپیٹ میں لیا، سچ ہے ''لگے گی آگ تو آئیں گے گھر کئی زد میں۔''

درج بالا چار سالہ اعداد وشمار سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سب سے بڑی جمہوریت میں اِس اجتماعی جرم کی رفتار کتنی تیز ہو چکی ہے۔

ماب لنچنگ کے واقعات کا ایک حد تک ریکارڈ رکھنے کے بعد جرائم کا حکومتی سطح پر ریکارڈ رکھنے والی ایجنسی این سی آر بی نے لنچنگ حادثات کا ریکارڈ رکھنا یہ کہہ کر بند کر دیا کہ الگ الگ ریاستوں سے ہمیں اِس بابت جو اعداد وشمار موصول ہو رہے ہیں، وہ غیر یقینی ہیں لیکن اس کے باوجود جن آزاد تنظیموں اور اداروں نے یہ ریکارڈ رکھا، وہ واقعتاً چونکانے والا تھا جبکہ ایسے حساس مسئلے میں حکومتی ایجنسی کا یہ غیر ذمہ دارانہ انداز بجائے خود ایک تشویش ناک رویہ تھا۔

ظاہر ہے کہ جب جرم کی رفتار تیز ہوگی تو اس کا سنجیدہ ردعمل بھی سامنے آئے گا، جو اِس طرح آیا کہ:

(الف) ۲۰۱۹ء میں ملک میں بڑھتے ہوئے ماب لنچنگ کے واقعات کو لے کر ۴۹ عالمی شخصیات کی طرف سے وزیر اعظم مودی کو خط

لکھا گیا۔ (ب) گلوبل پیس انڈیکس ۲۰۱۹ء میں بھارت ۱۶۳ ممالک میں ۱۴۱ ویں مقام پر چلا گیا۔ (ج) ۲۰۱۸ء میں سپریم کورٹ نے اس میں مداخلت کرتے ہوئے ریاستوں کو ماب لنچنگ کے خلاف قانون سازی کا حکم اور ہدایات دیں۔ (د) ملک کی تین ریاستوں میں اس کے خلاف قانون بنایا گیا۔

سپریم کورٹ کی ہدایات:

(۱) ریاستی حکومتیں ہر ضلع میں ایک سینئر پولیس افسر کو ماب لنچنگ اور تشدد روکنے کے لئے اقدامات کرنے کا اختیار دیں گی۔

(۲) ریاستی حکومتیں تیزی سے اُن اضلاع، ذیلی اضلاع اور گاؤں کی نشان دہی کریں گی، جہاں حال ہی میں ہجومی تشدد کے واقعات پیش آئے ہیں۔ (۳) نوڈل افسر ریاست کے ڈی جی پی کو ماب لنچنگ سے متعلق ضلعی سطح کے مسائل پیش کرے گا۔

(۴) مرکزی اور ریاستی حکومتوں کو ریڈیو، ٹیلی ویژن اور دیگر سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر نشر کرنا ہوگا کہ کسی بھی قسم کی ماب لنچنگ اور تشدد کے واقعات میں ملوث ہونے پر قانون کے مطابق سزا دی جاسکتی ہے۔

(۵) ایسے غیر ذمہ دارانہ اور اشتعال انگیز پیغامات اور مختلف سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر گردش کرنے والے دیگر مواد پر پابندی لگائی جانی چاہیے، جو معاشرے میں ماب لنچنگ جیسے واقعات کا باعث بنتے ہیں۔

(۶) ایسے پیغامات پھیلانے والوں کے خلاف مناسب دفعات کے تحت ایف آئی آر درج کی جائے۔ (۷) ریاستی حکومتیں ماب لنچنگ سے متاثرہ لوگوں کے لئے معاوضہ اسکیم شروع کریں گی۔

(۸) ریاستی حکومتیں اِس بات کو یقینی بنائیں گی کہ متاثرہ خاندان کے کسی فرد کو دوبارہ ہراساں نہ کیا جائے۔

اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ سپریم کورٹ کی یہ ہدایات اپنے آپ میں بہت اہم ہیں اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ بالترتیب ملک کی تین ریاستوں منی پور، راجستھان اور مغربی بنگال میں ان ہدایات پر عمل درآمد ہوا لیکن یہ ضرور افسوس ناک ہے کہ سپریم کورٹ کے حکم اور ایسے حساس مسئلے کے باوجود اینٹی ماب لنچنگ قانون صرف تین ریاستوں میں پاس ہوا، باقی ریاستوں میں سناٹا رہا جبکہ ماب لنچنگ کے حادثات آج بھی جاری ہیں۔ ایسے میں جن جن ریاستوں میں اب تک یہ قانون نہیں بن سکا، وہاں کے باشندوں کو چاہیے کہ وہ ان تینوں ریاستوں کو بطور مثال پیش کر کے اپنی حکومتوں سے پرزور مطالبہ کریں اور سپریم کورٹ کے اس فیصلے پر عمل درآمد کے لئے پریشر بنائیں، ممکن ہے کام یابی ہاتھ لگے۔

تین ریاستوں کے اینٹی ماب لنچنگ قوانین کا تجزیہ:

سپریم کورٹ کی طرف سے دی گئی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے منی پور نے پہلی بار ۲۰۱۸ء میں لنچنگ کے خلاف قرارداد منظور کی۔ ماہرین نے منی پور کے بل کو بہت اچھا قرار دیا تھا۔ منی پور اینٹی لنچنگ بل میں درج ذیل نکات شامل تھے:

(۱) بل میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ لنچنگ جیسے جرائم کو روکنے کے لئے ہر ضلع میں ایک نوڈل افسر کا تقرر کیا جائے۔

(۲) اپنے دائرۂ اختیار میں لنچنگ کے جرم کو روکنے میں ناکام رہنے والے پولیس افسران کے لئے جرمانے اور قید کی سزا کا بھی انتظام کیا گیا۔ (۳) لنچنگ سے متعلق جرائم پر مقدمہ چلانے کے لئے ریاستی حکومتوں کی اجازت کی بھی ضرورت نہیں ہوگی۔

(۴) اس کے ساتھ یہ بھی کہا گیا کہ متاثرین یا اُن کے قریبی رشتہ داروں کو مناسب مالی معاوضہ فراہم کیا جائے۔

منی پور کے بعد راجستھان حکومت نے ۵ اگست ۲۰۱۹ء میں لنچنگ کے خلاف بل پاس کیا۔ قابل ذکر ہے کہ اُسی عرصے کے دوران پارلیمانی امور کے وزیر کی جانب سے ایوان میں پیش کیے گئے اعداد و شمار سے یہ بات سامنے آئی تھی کہ سال ۲۰۱۴ء کے بعد ملک میں لنچنگ کے ۸۷ فیصد واقعات راجستھان میں وقوع پذیر ہوئے ہیں۔

راجستھان حکومت کے اینٹی لنچنگ بل کے بارے میں تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ اس میں سپریم کورٹ کی طرف سے دیے گئے بہت سے رہ نما خطوط کو نظر انداز کیا گیا ہے جیسے کہ یہ بل اُن افسران کے حوالے سے کوئی بند و بست نہیں کرتا جو لنچنگ کے واقعات کو روکنے میں ناکام رہتے ہیں۔

راجستھان حکومت کے اس بل میں ماب لنچنگ کرنے والوں کے لئے عمر قید اور اُسے ۵ لاکھ تک کا جرمانہ جبکہ زخمی کرنے والوں کے لئے ۷ سال قید کی سزا مقرر کی گئی۔

راجستھان کے بعد مغربی بنگال نے بھی لنچنگ کو روکنے کا بل پاس کیا۔ مغربی بنگال بل میں کسی بھی شخص کو زخمی کرنے والوں کے لیے ۳ سال سے لے کر عمر قید تک کی سزا کا انتظام کیا گیا ہے اور اگر لنچنگ کسی

شخص کی موت کا باعث بنتی ہے تو موت یا عمر قید کی سزا کا بھی انتظام ہے۔

منی پور، راجستھان اور مغربی بنگال کے علاوہ کسی دوسری ریاست نے ابھی تک اس سلسلے میں کوئی کارروائی نہیں کی ہے۔ بہت ممکن ہے اس کا بنیادی سبب یہ ہو کہ اس طرح کے قوانین ہمارے ملک کے اقتدار اعلی کے مزاج کے خلاف ہیں۔ ماب لنچنگ کے واقعات پر جب پارلیمنٹ میں باز پرس ہوئی تو ملک کے وزیر داخلہ راج ناتھ سنگھ نے ماب لنچنگ کے ان واقعات کا جواب دینے کی بجائے صاف کہا کہ ملک میں لنچنگ کا سب سے بڑا واقعہ ۱۹۸۴ء میں ہوا تھا۔

اِس نیک نیت جواب سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اقتدار اعلی کا موڈ کیا ہے جبکہ دوسری طرف سماج نے بھی چند گنے چنے اور اپنی اثر اندازی کھو چکے رسمی مظاہرات، پریس کانفرنسز اور بیان بازیوں کے علاوہ قانونی لڑائی لڑنے جیسا کوئی ایسا سنجیدہ اقدام نہیں کیا، جو اس حساس ایشو کا تقاضا تھا اور نتیجتاً ہر چند روز کے بعد مذہبی جنونی بھیڑیوں کے ہاتھوں ہمارا کوئی بے گناہ سر دھڑ ام ہوتا رہا۔

آخر ذمہ دار کون؟: چوں کہ ماب لنچنگ کا بنیادی سبب نفرت ہے اور اس وقت ہمارے ملک میں نفرت کے ذمہ دار دو ادارے ہیں:

(۱) سیاسی جماعتیں (۲) گودی میڈیا

ملک میں بڑھ رہی فرقہ وارانہ سیاست کو کنٹرول کرنے کے لئے ہم عالمی قوانین، بین الاقوامی حقوق انسانی کی دفعات اور مسلم حکومتوں کا سہارا لے سکتے ہیں جبکہ میڈیا کی کنٹرولنگ کے لئے ایک طرف جہاں سماجی سطح پر بدعنوان میڈیا کے بائیکاٹ کی مہم چلانی چاہیے وہیں آئینی طور پر برسر اقتدار سیاسی پارٹیوں اور میڈیا ہاؤسز کے بیچ ہوئے اشتہاری سمجھوتوں کو بھی قانون کے دائرے میں لاتے ہوئے اخلاقی اصولوں کا پابند بنانے کی کوشش کرنی چاہیے اور بدتمیزیاں بڑھنے پر سیکولر ہیومن رائٹس آرگنائزیشن کی طرح پریس کے اصولوں کی مدد سے قانونی چارہ جوئی بھی کرتے رہنی چاہیے تاکہ وہ بالکل بے لگام نہ ہو جائیں جیسا کہ اس وقت صورت حال ہے۔

ملک میں ہوئے ہجومی تشدد کے لئے اب تک کے تجربات کے مطابق دوسرا اہم ترین ذمہ دار ادارہ انتظامیہ اور تفتیشی ایجنسیوں کا رہا ہے۔

پولیس کی دستوری و قانونی ذمہ داری ہے کہ لنچنگ کرنے والوں خصوصی نگاہ رکھے کیوں کہ گائے کے تحفظ یا دیگر نفرت انگیز ایشوز کے نام پر مذہبی سیاست کرنے والے سنگٹھنوں اور مورچوں کی کوئی نقل و حرکت نہ انتظامیہ سے چھپی ہے اور نہ ملک کی خفیہ ایجنسیوں سے۔ خاص مذہب، ذات، نسل یا علاقے کے نام پر کون نفرت انگیز تقریریں کرتا ہے، کس تنظیم کا کیا منشور ہے، کس کی کیا کچھ تیاریاں ہیں اور کس کا کیا گزشتہ ریکارڈ رہا ہے؟ انتظامیہ پر کچھ بھی مخفی نہیں۔

لیکن اس سلسلے میں بہت افسوس کے ساتھ یہ حقیقت اجاگر کرنی پڑ رہی ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت میں بلا کی انارکی پائی جا رہی ہے اور اس کے اس ناچیے سے ہم بھی ذمہ دار ہیں کہ ہم نے پولیس ریفارمنگ کے متعلق شاید اتنی حساسی کا مظاہرہ نہیں کیا، جو کرنا چاہیے ورنہ دوسرے ملکوں کی انتظامیہ کا اپنی عوام کے ساتھ وہ رویہ کبھی نہیں ہوتا، جو ڈنڈے اور دہشت انگیز رویہ ہمارے ملک کی پولیس کا ہمارے عوام کے ساتھ ہوتا ہے۔

کامن کاز اور سی ایس ڈی ایس کی جانب سے شائع ایک حالیہ سروے کے مطابق ۳۵ فیصد پولیس اہل کاروں کا ماننا ہے کہ گئوکشی کے مجرموں کو بھیڑ کے ذریعے سزا دیا جانا فطری ہے۔ اسی طرح ریپ کے معاملے میں ۴۳ فیصد پولیس اہل کار بھیڑ تنتر کے انصاف کو صحیح مانتے ہیں۔

تبریز انصاری ماب لنچنگ معاملے میں جھارکھنڈ پولیس نے چارج شیٹ میں تمام ۱۱ ملزمین پر سے قتل کا معاملہ واپس لے لیا۔ پولیس کا کہنا تھا کہ اس معاملے میں ملزمین پر قتل کا معاملہ نہیں بنتا کیوں کہ جائے واردات پر موت نہیں ہوئی، اس لئے اس کو قتل کا معاملہ نہیں مانا جاسکتا۔

پوسٹ مارٹم رپورٹ کا حوالہ دیتے ہوئے پولیس نے دعویٰ کیا کہ تبریز کی موت دل کا دورہ پڑنے سے ہوئی ہے جبکہ ویڈیوز گواہ ہیں کہ بھیڑ نے تبریز کو پکڑ کر جے شری رام اور جے ہنومان کے نعرے بھی لگوائے تھے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس واقعے کے بعد تبریز کو چوری کے الزام میں گرفتار کر کے جیل بھیجا گیا تھا اور چار دن بعد صورت حال بگڑنے پر تبریز کو ایک مقامی ہاسپٹل میں لے جایا گیا جہاں ان کی ہارٹ اٹیک سے موت ہوگئی۔

ماب لنچنگ کا تیسرا سب سے اہم ذمہ دار ادارہ عدالت کا ہوتا ہے۔ عدالت میں ہجومی تشدد کے شکار شخص کی طرف سے سرکاری وکیل ہی پیش ہوسکتا ہے، قانونی طور پر فیملی کا وکیل عدالت میں صرف اور صرف سرکاری وکیل کی مدد کرسکتا ہے یعنی فیملی کا وکیل عدالت سے براہ

راست کوئی بات نہیں کرسکتا جبکہ زمینی سچائی یہ ہے کہ سرکاری وکیل ملزمین کی ضمانت درخواست پر کوئی خاص مخالفت نہیں کرتے اور ملزمین بڑی آسانی سے ضمانت پر رہا ہو جاتے ہیں، جس سے جہاں متاثرین کے حوصلے پست ہوتے ہیں، وہیں مجرموں کوشہ ملتی ہے۔

عدالت میں مقدموں کی سست رفتار سماعت بھی ایک بڑا چیلنج ہے، تفتیش کے دوران عدالت کی یہ ذمہ داری ہے کہ تفتیش پر نظر رکھے، تفتیشی افسر کس سمت میں اور کن ثبوتوں کی بنیاد پر اپنی رپورٹ تیار کر رہا ہے اور یہ تفتیش قانونی طریقے سے ایماندارانہ ہے یا نہیں؟ اس کو یقینی بنائے لیکن ہوتا یہ ہے کہ ایسے حساس ایشو میں جہاں ملزمین کو ضمانت مل چکی ہوتی ہے، وہیں سالہا سال بعد بھی مقدمات زیر التوا رہتے ہیں اور اس طرح انصاف انصاف کے لئے ترستا رہتا ہے۔

چوتھا سب سے اہم ادارہ سماج اور سماجی ادارے ہیں۔ سماجی مسائل کے حل کے لئے سماج کو سنجیدہ کوششیں کرنی ہوتی ہیں۔ سپریم کورٹ نے تحسین پونہ والا بنام یونین آف انڈیا کا تاریخی فیصلہ ۱۷ جولائی ۲۰۱۸ء کو سنایا۔ فیصلے میں رہنما اصول تیار کیے گئے تھے۔ ایف آئی آر، تفتیش، متاثرین اوران کے اہل خانہ کو فوری تحفظ، تفتیش کی نگرانی اور ملزمین کی گرفتاری کو یقینی بنانا، صوبائی حکومت سی آر پی سی کی دفعہ 357A کی روشنی میں لنچنگ کے متاثرین کے لئے معاوضے کی اسکیم تیار کرنے، مقدمات کی سنوائی، تیز رفتار عدالتوں میں روزانہ شنوائی، شنوائی چھ ماہ کے اندر اندر مکمل کرنے، گواہوں کو تحفظ فراہم کرنے کے احکام پر مبنی تھے، جن کی خلاف ورزی کی صورت میں پولیس آفیسر اور ضلع انتظامیہ کے خلاف کوتاہی کرنے کے الزام میں چھ ماہ کے اندر ڈپارٹمنٹل انکوائری کرنے نیز اُن کے خلاف تادیبی کاروائی کرنے کے احکام تھے لیکن ان کے اطلاق اور نفاذ کو لے کر سماجی اداروں نے شاید کوئی تحقیق کی اور نہ ہی کوشش جو ہجومی تشدد کی روک تھام کے لئے ضروری تھا۔

سماجی مسائل پر غور وفکر کرنا اور اُن کے سدباب کے لئے سنجیدہ کوششیں کرنا ہمارا سماجی فریضہ ہے، ورنہ آہستہ آہستہ ہم ایک ایسے سماج کی طرف بڑھ رہے ہیں، جہاں قانون کا نہیں بلکہ ہجوم کا انصاف ہوگا، جہاں نہ ثبوت ہوں گے اور نہ گواہ، صرف ایک افواہ یا الزام ہوگا اور ہجوم۔

☆☆☆

☆بانی صدر تحریک علمائے ہند، جے پور، راجستھان 9828049081

ہمارا بھارت

زندگی ایسی نہ جینا جس کا مستقبل نہ ہو

مسلمانوں کی ستر سالہ سیاسی پالیسی: ایک تجزیہ

غلام مصطفیٰ نعیمی★

پندرہ اگست ۱۹۴۷ء میں ملک آزاد ہوا۔ راج شاہی نظام کی جگہ جمہوری نظام حکومت رائج ہوا۔ یہ پہلا موقع تھا جب ہمارا ملک مغرب کے وضع کردہ جمہوری نظام سے آشنا ہوا۔ کہنے کو جمہوری نظام میں سب کو برابری کا حق ہوتا ہے جیسا کہ یونانی مفکر ہیروڈوٹس (Herodotus) نے جمہوریت کا مفہوم اس طرح بیان کیا ہے کہ ''جمہوریت ایک ایسی حکومت ہوتی ہے جس میں ریاست کے حاکمانہ اختیارات قانونی طور پر پورے معاشرے کو حاصل ہوتے ہیں۔''

امریکہ کے سابق صدر ابراہم لنکن کا یہ قول بھی جمہوریت کے تعریف میں خاصا معتبر مانا جاتا ہے: goverment of the people,by the people,for the people

یعنی عوام کے ذریعے، عوام پر، عوام کی حکومت۔

جمہوریت کی تعریف انہی دو اقتباس پر ختم نہیں ہوتی، مفکرین نے دوسرے اقوال بھی نقل کیے ہیں۔ اختلاف رائے کی بنا پر جمہوریت کی جامع تعریف میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن مجموعی طور پر جمہوریت سے ایسا نظام حکومت مراد ہے جس میں عوام کی رائے کو کسی نا کسی شکل میں حکومت کی پالیسیاں طے کرنے کے لئے بنیاد بنایا گیا ہو مگر یہ سب حکام کی نیتوں پر منحصر ہے ورنہ انصاف اور برابری کی باتیں محض کاغذوں پر رہ جاتی ہیں۔ جمہوریت کی آڑ میں اکثریت ہی کی حکومت ہوتی ہے اور اقلیتوں کو محض زبانی اور کاغذی دعووں پر ہی بہلایا جاتا ہے۔

بھارت کا پہلا عام انتخاب:

ملک بھلے ہی ۱۹۴۷ء میں آزاد ہوا مگر ملک کا پہلا عام انتخاب ۱۹۵۲ء میں ہوا۔ اس الیکشن میں کل ۵۴ پارٹیوں نے حصہ لیا۔ پہلے الیکشن کے مدنظر یہ تعداد بہت زیادہ تھی، کیوں کہ عوامی سطح پر جمہوریت کا پہلا تجربہ ہونے جا رہا تھا۔ ہزاروں سال کے بعد عام لوگوں کو براہ راست حکومت منتخب کرنے کا موقع مل رہا تھا۔ الیکشن کمیشن نے حد بندی (delimitation) کرتے ہوئے ۴۸۹ سیٹیں مقرر کیں جن پر عوامی نمائندوں کا انتخاب ہونا تھا۔ اس وقت ووٹروں کی کل تعداد ۱۷ کروڑ ۳۲ لاکھ ۱۲ ہزار ۳۴۳ تھی۔ تقریباً ۴۴ء۸۷ فیصد افراد نے حق رائے دہی کا استعمال کیا۔ کانگریس نے یک طرفہ کامیابی حاصل کرتے ہوئے ۶۷ فیصد ووٹ حاصل کیے اور ۳۶۴ سیٹوں پر قبضہ جمایا۔ کانگریس کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ دوسرے نمبر پر آنے والی کمیونسٹ پارٹی کو محض ۱۲ سیٹیں حاصل ہوئیں، یعنی پہلے اور دوسرے نمبر کی پارٹی کے درمیان ۳۵۲ سیٹوں کا فرق تھا۔ اتنے بڑے فرق سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ملکی سطح پر پنڈت جواہر لعل نہرو کا قد اتنا بڑا ہو چکا تھا کہ اُس کے آس پاس تک بھی کوئی لیڈر نہیں تھا۔

نظریاتی پارٹیاں: یوں تو پہلے الیکشن میں کل ۵۴ پارٹیوں نے انتخابی عمل میں حصہ لیا لیکن پارٹیوں کی اس بھیڑ میں چار پارٹیاں خالص نظریاتی پارٹیاں تھیں۔ ان پارٹیوں کا اپنا مخصوص نظریہ تھا۔ اپنے مخصوص نظریات اور کارکنان کی بدولت یہ پارٹیاں لوگوں کو اپنا ہم نوا بنانے کی کوششوں میں مصروف تھیں۔ وہ چار پارٹیاں یہ تھیں:

(۱) کانگریس پارٹی (۲) کمیونسٹ پارٹی

(۳) ہندو مہا سبھا اور جن سنگھ (۴) دلتوں کی SCF پارٹی

کانگریس: کانگریس پارٹی کا قیام ۱۸۸۵ء میں ہوا تھا۔ ایم او ہیوم (Allan Octavian Hume) نامی برٹش افسر اُس کا بانی تھا۔ اس کے دیگر بانیان میں دادا بھائی نوروجی اور دنشا واچا شامل ہیں۔ قبل آزادی یہ پارٹی عوام اور انگریز حکومت کے مابین ایک پل کی طرح کام کرتی تھی، بعد میں اس پارٹی میں ملک کے جانے مانے دانش ور افراد بھی جڑتے گئے اور اس پارٹی نے برٹش حکومت کی پالیسیوں کی مخالفت شروع کردی۔ کانگریس کا بنیادی نظریہ نیشنل ازم تھا۔ اس نظریہ کی بنیاد مغرب میں پڑی۔ یہودی اور عیسائی لابی نے سلطنت عثمانیہ کو توڑنے کے لئے نظریہ وطنیت (نیشنل ازم) کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔ یہی نظریہ وطنیت کانگریس نے بھی اختیار کیا۔ حیرت کی بات یہ تھی

کہ کانگریس کے نظریہ وطنیت کی حمایت میں دیوبندی مکتب فکر کے کئی مشہور علما پیش پیش تھے، جن میں مولانا حسین احمد مدنی، مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا محمود الحسن وغیرہ نمایاں ہیں۔

نظریہ نیشنل ازم کے نام پر کانگریس ملک کے جملہ عوام وخواص اور تمام مذاہب کی نمائندگی کی دعوے دار تھی۔ بظاہر کسی مذہب خاص کی بالادستی کی بات بھی نہیں کرتی تھی مگر عملاً کانگریس میں جتنے بھی کام ہوا کرتے، اُن پر ہندو مذہب ہی کا غلبہ ہوتا تھا۔ مثلاً کسی کنونشن کا آغاز ہندوانہ منتروں سے کرنا، نئے دفتروں کے افتتاح پر ناریل پھوڑنا (وغیرہ) اس وقت کانگریس ہی میں ایک گروپ ایسا بھی تھا جو کھل کر ہندوانہ تہذیب کے تسلط و غلبے کی بات کرنے کا خواہاں رہتا تھا۔ یہ گروپ گرم دَل کہلاتا تھا۔ انہیں لگتا تھا کہ کانگریس قیادت مذہبی امور پر زیادہ توجہ نہیں دے رہی ہے۔ حالانکہ دوسرا گروپ کرتا وہی کام تھا، جو پہلا گروپ چاہتا تھا مگر یہ لوگ نہایت چالاک تھے، اس گروپ کو نرم دَل کہا جاتا تھا۔ یہ کہنے میں نہیں کرنے میں زیادہ یقین رکھتے۔ انہیں لگتا تھا کہ اگر کھل کر مذہبی بالادستی کی بات کی گئی تو سیاسی طاقت کا حصول مشکل ہوجائے گا۔ اس لئے بظاہر وہ ملک اور اہل ملک کی فلاح و بہبودی کی بات زیادہ کرتے تھے، یہی وجہ تھی کہ اُسے پورے ملک میں عوامی مقبولیت حاصل تھی۔

کمیونسٹ پارٹی: کمیونسٹ پارٹی کا قیام ۱۹۲۵ء میں کانپور میں ہوا تھا۔ اس کے بانی مشہور مارکسی رہنما ایم این رائے (مان ویندر ناتھ رائے) تھے جو بنیادی طور پر کارل مارکس اور لینن کے نظریات کے پیروکار تھے، اس لئے اُن کی بنیادی جدوجہد اُنہی امور پر تھی جن پر مارکس اور لینن کی رہنمائی تھی۔ ان دنوں روس مارکسی نظریات کی سب سے بڑی حکومت تھا، اس لئے کمیونسٹ پارٹی کے ان سے اچھے مراسم تھے۔ کارل مارکس کا نظریہ جاگیردارانہ نظام کے خلاف تھا۔ اس لئے کمیونسٹ پارٹی کا دائرہ کار مزدور اور محنت کش طبقے کے درمیان تھا۔ جو لوگ زمین داروں کی غیر منصفانہ پالیسیوں سے متاثر تھے، وہ کمیونسٹ پارٹی کے نظریات کو پسند کرتے تھے۔

ہندو مہا سبھا اور جَن سنگھ: ہندو مہاسبھا کا قیام پنڈت مدن موہن مالویہ نے ۱۹۲۵ء میں کیا۔ مدن موہن مالویہ کانگریس کے ''گرم دَل'' کا حصہ تھے، جو مکمل طور پر ہندو مذہب کا غلبہ اور بالادستی چاہتے تھے۔ اس لئے ان لوگوں نے ہندو مہاسبھا کے نام سے اپنی الگ پارٹی بنائی۔ چونکہ اس پارٹی کی بنیاد ہی مسلم مخالفت پر پڑی تھی اس لئے ہندو مہاسبھا ہر اُس اقدام کی مخالفت کرتی جس سے مسلمانوں کو ذرا بھی فائدہ مل سکتا ہو۔ ۱۹۲۶ء میں برٹش حکومت نے ملک میں ہندوستانی عوام کو نمائندگی دینے کا ارادہ کیا، جس کے تحت مسلمانوں کے لئے کچھ سیٹیں ریزرو کی گئیں، تب ہندو مہاسبھا نے کھل کر اُس فیصلے کی مخالفت کی تھی۔ سن ۱۹۳۷ء میں ونا یک دامودر ساورکر ہندو مہاسبھا کا صدر منتخب ہوا تو اُس نے مسلم مخالفت کو مزید تیز کر دیا۔ ساورکر کا ماننا تھا کہ اس ملک کے حق دار صرف ہندو ہیں۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کا اِس ملک پر کوئی حق نہیں۔

جَن سَنگھ: جن سنگھ کا قیام آزادی کے تین سال بعد ۱۹۵۱ء میں ہوا۔ اس کے قیام میں آر ایس ایس کی فکر شامل تھی۔ آر ایس ایس کانگریسی طریقہ کار کی مخالف تھی اور انگریزوں کے قریب تھی۔ اسی لئے آر ایس ایس نے تحریک آزادی کی کھل کر مخالفت کی مگر ملک آزاد ہوگیا۔ آزادی کے بعد آر ایس ایس کے لیڈران نے یہ بات سمجھنے میں دیر نہیں لگائی کہ ملک اب جمہوری نظام کا حصہ بن گیا ہے۔ ایسے میں بغیر سیاسی طاقت حاصل کیے اپنے نظریات کی بالادستی اور ہندتوا کا عروج ناممکن ہے، اس لئے انہوں نے پہلے عام انتخاب سے ایک سال قبل ہی اپنی سیاسی پارٹی قائم کرنے کا فیصلہ لیا۔ اس طرح جن سنگھ نامی پارٹی وجود میں آئی۔ اس کے بانیان میں شیاما پرساد مکھر جی، بلراج مدھوک اور پنڈت دین دیال اپادھیائے تھے۔ اس پارٹی کی بنیاد بھی ہندو مذہب کے غلبے و تسلط پر تھی اور مسلم کاز کی مخالفت اس کا بھی محبوب مشغلہ تھا۔ مزے کی بات یہ ہے کہ ہندو مہاسبھا کا قیام اُن کانگریسی لیڈروں نے کیا تھا جو ہندو مذہب کی بالادستی چاہتے تھے اور جن سنگھ کا قیام اُس شخص نے کیا جو خود ہندو مہاسبھا میں شامل تھا۔ الگ پارٹی ہونے کے باوجود فکر و مزاج میں یہ پارٹی ہندو مہاسبھا جیسی ہی تھی۔ خود شیاما پرساد مکھر جی پہلے ہندو مہاسبھا میں شامل تھے مگر بعد میں انہوں نے جن سنگھ کے نام سے اپنی پارٹی بنائی۔ (فکری طور پر یہ دونوں پارٹیاں ہم مزاج تھیں اس لئے ہم نے ان کا تذکرہ ایک ساتھ ہی کیا ہے)

شیڈول کاسٹ فیڈریشن SCF:

اِس پارٹی کا قیام سرزمین ناگپور میں ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر نے

۱۹۴۲ء میں کیا جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے۔ یہ پارٹی بنیادی طور بھارتی سماج کے سب سے کمزور طبقے دلتوں کی سیاسی نمائندگی کے لئے قائم کی گئی تھی۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اس زمانے میں شیڈول کاسٹ کے کئی بڑے رہنما کانگریس میں شامل تھے اور کانگریس بھی تمام طبقات کی نمائندگی کی دعوے دار تھی مگر ڈاکٹر امبیڈکر نے اس کے باوجود بھی اپنی قوم کی سیاسی نمائندگی کے لئے اس پارٹی کی بنیاد ڈالی۔ مدراس (اب چنئی) کے رہنے والے راؤ بہادر این شوراج اس پارٹی کے پہلے صدر اور ممبئی کے پی این راج بھوج اس کے جنرل سکریٹری منتخب کیے گئے۔

اِس طرح پہلا عام انتخاب اس معنی میں بہت خاص تھا کہ اس میں حصہ لینے والی پارٹیاں اور قائدین ناتجربہ کار اور کچے نہیں تھے۔ یہ چاروں مذکورہ پارٹیاں اپنے نظریے کے ساتھ میدان انتخاب میں تھیں۔

کانگریس پارٹی اپنی عوامی مقبولیت، نرم روی اور بظاہر معتدل شبیہ کی بنیاد پر دیگر پارٹیوں سے بہت آگے تھے جس کی بنیاد پر اُسے یک طرفہ کامیابی حاصل ہوئی مگر انتخابی نتائج میں کچھ پہلو ایسے تھے جو نہ اُس وقت نظر انداز کیے جانے لائق تھے اور نہ آج اُن سے صرف نظر کیا جاسکتا ہے، وہ پہلو یہ تھے:

(۱) کانگریس اور نہرو کی آندھی کے درمیان بھی کمیونل سیاست کرنے والی ہندو مہاسبھا اور جن سنگھ کو سات سیٹیں حاصل ہوئیں۔

(۲) دلتوں کے مسیحا ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کو دلت ریزروسیٹ پر بھی شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ اسی مدت میں دو سال بعد ہوئے ضمنی انتخاب میں بھی ڈاکٹر امبیڈکر جیت حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوسکے۔

کانگریس کی تاریخ ساز کامیابی کے شور میں کسی کا ذہن کمیونل پارٹیوں کی ٹھیک ٹھاک کامیابی اور ڈاکٹر امبیڈکر کی افسوس ناک ناکامی کی طرف نہیں گیا مگر اُن دو واقعات سے دو باتیں واضح طور پر ثابت ہوچکی تھیں:

(۱) ملک میں کمیونل نظریہ جڑ پکڑ چکا تھا جس کا واضح ثبوت ہندو مہاسبھا اور جن سنگھ کی سات سیٹوں پر کامیابی حاصل کرنا تھا۔

(۲) اپر کاسٹ کے غیر انسانی مظالم سہنے کے بعد بھی دَلت سماج اُنہی کے ہم نوا تھے، حتی کہ انہوں نے اپنے مسیحا امبیڈکر کو بھی عبرت ناک شکست سے دوچار کرایا اور ممبئی کی ریزروسیٹ پر ڈاکٹر امبیڈکر چوتھے نمبر پر رہے، کانگریس امیدوار اچھے مارجن سے کامیاب ہوا۔

مسلمان کہاں تھے؟ اوپر کی تفصیلات پڑھ کر ایک قاری کے ذہن میں سوال آسکتا ہے کہ جب ملک میں اتنی سیاسی پارٹیاں اور قائدین قسمت آزمائی کر رہے تھے تو مسلم قیادت کہاں تھی؟

اِس سوال کے جواب سے پہلے کچھ نکات سمجھنا ضروری ہے:

آزادی سے پہلے مسلمانوں کی سیاسی نمائندگی مسلم لیگ کر رہی تھی۔

ذہبی طبقے سے دو مکاتب فکر کی تنظیمیں بھی میدان سیاست میں عملی طور پر سرگرم تھیں، اہل سنت کی سیاسی نمائندگی سنی کانفرنس اور دیوبندی مکتب فکر کی جانب سے جمعیۃ علمائے ہند نمائندہ جماعت کے طور پر موجود تھی۔ آزادی کے بعد مسلم لیگ اور سنی کانفرنس کے قائدین پاکستان چلے گئے، اس لئے جمعیۃ علمائے ہند ہی بھارتی مسلمانوں کی سیاسی نمائندگی کی تن تنہا دعوے دار تھی۔

اُس وقت جمعیۃ کے پاس کئی نام ور قائدین موجود تھے جو ملکی سطح پر اپنی پہچان اور سیاسی اثر ورسوخ رکھتے تھے۔ ملک کے کئی اہم صوبوں میں جمعیۃ کے کارکنان کی اچھی تعداد اور موجودگی تھی مگر نامعلوم وجوہات کے سبب ارکان جمعیۃ نے تنظیم کے سیاسی کردار کو ختم کرنے کا فیصلہ لیا اور آزادی کے ایک سال بعد ہی ۱۹۴۸ء میں سرزمین لکھنؤ سے یہ اعلان کیا گیا:

''جو ہونا تھا سو ہوگیا، لیکن اب ہندوستانی مسلمانوں کو سیاسی پارٹی کی کوئی ضرورت نہیں ہے، جو حضرات الیکشن لڑنا چاہتے ہیں وہ انفرادی یا کانگریس کے ٹکٹ پر الیکشن لڑیں۔''

جمعیۃ کے اس اعلان کے بعد مسلمان سیاسی طور پر کانگریس کے غیر مشروط وفادار ہوگئے۔ مولانا آزاد اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی جیسے افراد خود کانگریس کے ٹکٹ پر ہی انتخابی رن میں اترے۔ اس طرح نو آزاد ملک کے اولین انتخاب میں مسلم قیادت اور مسلمانوں کے جمہوری حقوق حاصل کرنے کا سنہری موقع گنوا دیا گیا۔ بعد کے ادوار میں بھی دیوبندی قائدین کی کانگریس وفاداری کا سلسلہ قائم رہا۔ اِس طرح مسلم قیادت کا تصور تک لوگوں کے ذہن سے محو ہوتا گیا۔ عوام الناس بھی کانگریس کے رنگ میں پوری طرح رنگتی چلی گئی۔ اس طرح آٹھ صدیوں تک ملک پر راج کرنے والی قوم حکمرانی کے تصور سے ہی محروم کردی گئی۔

تقسیم وطن کا ذمہ دار کون؟

سیاسی امور سے مسلمانوں کے دور ہوجانے کی ایک وجہ تقسیم وطن کا الزام بھی مانی جاتی ہے۔ عرصہ دراز تک مسلمان سیاسی میدان میں

آنے سے اس لئے بھی کتراتے رہے کیوں کہ یہاں کی اکثریت انہیں یہ طعنے دیا کرتی تھی کہ تم نے پاکستان کے روپ میں اپنا حصہ لے لیا ہے ،اب کس بات کی دعوے داری جتاتے ہو؟

آج بھی تقسیم وطن کی بات ہوتی ہے تو اس کی ساری ذمہ داری مسلم لیگ بلفظ دیگر مسلمانوں پر ڈال دی جاتی ہے۔اس حوالے سے جب تاریخی حقائق کھنگالے جاتے ہیں تو کچھ دوسرے حقائق بھی سامنے آتے ہیں جس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ تقسیم وطن کے لئے مسلم لیگ ہی نہیں بلکہ کانگریس لیڈرشپ بھی برابر کی ذمہ دار ہے۔مسلم لیگ کے جس مطالبے کو قرارداد پاکستان کہا جاتا ہے اس کا مفہوم صرف اور مسلم اکثریتی علاقوں کی خودمختاری تھی جیسا کہ مذکورہ قرارداد کے متن میں ہے:

’’قرار پایا کہ غور وخوض کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس کی یہ رائے ہے کہ کوئی آئینی منصوبہ اس ملک میں قابل عمل اور مسلمانوں کے لئے قابل قبول نہ ہوگا کہ وہ مندرجہ ذیل بنیادی اصولوں پر مبنی نہ ہو یعنی یہ کہ حد بندی کرکے اور ملکی تقسیم کے اعتبار سے حسب ضرورت ردو بدل کرکے متصل واحدوں کو ایسے منطقے بنادیا جائے کہ وہ علاقے جن میں مسلمان باعتبار تعداد اکثریت میں ہیں جیسے ہندوستان کے شمال ومغربی اور مشرقی منطقوں میں اس طرح یکجا ہوجائیں کہ وہ ایسی خودمختار ریاستیں بنیں جن کے واحدے اندرونی طور پر بااختیار و خودمختار ہوں۔

یہ کہ ان واحدوں میں اور ان علاقوں میں اقلیتوں کے لئے ان کے مذہبی، ثقافتی، اقتصادی، سیاسی، انتظامی اور دوسرے حقوق ومفاد کے تحفظ کے لئے ان کے مشورے سے بقدر ضرورت مؤثر اور واجب التعمیل تحفظات ان کے اور دوسری اقلیتوں کے مذہبی، ثقافتی، اقتصادی، سیاسی، انتظامی اور دوسرے حقوق ومفاد کی حفاظت کے لئے ان کے مشورے سے معین طور پر دستور ہند کے اندر رکھے جائیں۔‘‘

(پاکستان ناگزیر تھا،از سید حسن ریاض ص ۲۵۵)

اِس قرارداد کی روشنی میں چند باتیں قابل غور ہیں:

مذکورہ قرارداد کے مطابق کسی علاحدہ ملک کا مطالبہ کیا ہی نہیں گیا بلکہ مسلم اکثریتی علاقوں کے لئے اندرونی طور پر خودمختار ریاست بنانے کا مطالبہ کیا گیا۔ملک کے دیگر حصوں میں بسنے والی مسلم اقلیت کے مذہبی، اقتصادی انتظامی اور سیاسی حقوق کے تحفظ کی ضمانت کا مطالبہ کیا گیا۔

اس مطالبے کی خاص بات یہ بھی تھی کہ اس میں مسلم اقلیت کے علاوہ دیگر اقلیتوں کے مذہبی، اقتصادی اور سیاسی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنائے جانے کا مطالبہ بھی شامل تھا۔

اس قرارداد کی روشنی میں جو مطالبات کیے گئے تھے اگر اُن پر سنجیدگی سے غور کیا گیا ہوتا تو شاید ملک تقسیم ہونے کی نوبت نہیں آتی مگر کانگریس لیڈرشپ نے منافقانہ رویہ اپنایا اور دستوری طور پر مسلمانوں کو کسی بھی طرح کی ضمانت دینے پر آمادہ نہیں ہوئی۔اس طرح بات تقسیم تک جا پہنچی۔آثار وقرائن بھی اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ کانگریس کا ایک طبقہ شدت سے تقسیم کا خواہاں تھا کیوں کہ ایک وقت ایسا بھی آیا تھا جب محمد علی جناح مطالبہ پاکستان سے دست بردار ہوگئے تھے۔اگر اُس وقت کانگریس لیڈرشپ نے کیبینیٹ مشن کے منظور شدہ منصوبے کو رد نہ کیا ہوتا تو ملک کبھی تقسیم نہ ہوتا۔

کیبینیٹ مشن فارمولہ: ۱۵ مارچ ۱۹۴۶ء کو برطانوی وزیراعظم مسٹر ایٹلی نے ہندوستانی مسئلے کو حل کرنے کے لئے ایک وزارتی وفد انڈیا بھیجا۔اس مشن میں لارڈ لاوینس اور مسٹر الیگزینڈر شامل تھے۔اس مشن نے کانگریس اور مسلم لیگ کے قائدین سے ملاقاتیں کیں تاکہ دونوں پارٹیاں کسی حل پر متفق ہوجائیں اور ملک کو آزاد کیا جاسکے۔مشن نے جواہر لعل نہرو، مولانا آزاد، مسٹر گاندھی، سردار پٹیل اور محمد علی جناح وغیرہ سے مل کر گفت وشنید کی آخر ایک فارمولے پر کانگریس اور مسلم لیگ متفق ہوگئیں۔منظور شدہ فارمولہ یہ تھا:

ہندوستان متحد رہے گا جس کی مرکزی حکومت ہوگی۔مرکزی حکومت کے پاس تین شعبے ہوں گے، ڈفینس، فارن، رسل ورسائل۔

بھارت کو تین انتظامی حصوں میں بانٹا جائے گا، گروپ A ہندو پارٹی علاقہ ہوگا۔گروپ B میں پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان میں شامل ہوگا۔گروپ C میں بنگال اور آسام ہوگا جس میں مسلمانوں کی معمولی اکثریت ہوگی۔

اِس منصوبے کے تحت مسلمان اپنے اندرونی معاملات میں خودمختار ہوتے مگر مرکز میں اُنہیں ہندو پارٹی کے زیر اثر رہنا ہوتا۔بہرحال اس اسکیم پر تینوں گروپ کانگریس، مسلم لیگ اور برطانیہ راضی ہوگئے۔پورے ملک میں خوشی کا ماحول تھا کہ ملک تقسیم سے بچ گیا تھا۔جناح کے لئے یہ مطالبہ ماننا اپنے مطالبہ پاکستان سے دستبردار ہونا تھا مگر جناح نے بھی مطالبہ پاکستان چھوڑ کر کیبینیٹ مشن کی اسکیم کو مان لیا۔اس طرح تقسیم وطن

کا خدشہ مکمل طور پر ختم ہوگیا تھا۔ کیبینٹ مشن واپس انگلینڈ چلا گیا۔

مشن کے واپس جاتے ہی کانگریس کا اصل کھیل شروع ہوا۔ مشن کے فیصلے کو منظوری دینے کے لئے ایک کانفرنس منعقد کی گئی۔ پہلے پہل اِس منصوبے کو منظور کرنے کا اعلان کردیا گیا مگر اعلان کے فوراً بعد ہی کانگریس کا صدر بدلنے کے لئے اجلاس بیٹھ گیا۔ گزشتہ سات سال سے مولانا آزاد کانگریس صدر چلے آرہے تھے مگر اُس اجلاس میں اُن سے استعفیٰ لے کر جواہر لعل نہرو کو نیا کانگریس صدر بنایا گیا۔ صدر بنتے ہی جواہر لعل نہرو نے کیبینٹ مشن منصوبے کو یک لخت نامنظور کردیا اور صاف صاف اعلان کیا:

پہلی بات یہ ہے کہ ہم کانسٹی ٹیوٹ اسمبلی میں جانے کے لئے راضی ہوگئے ہیں، اس کے سوا ہم کسی بات پر راضی نہیں ہوئے ہیں۔ اس میں ہم کیا کریں گے یہ طے کرنے کے لئے ہم بالکل آزاد ہیں۔ ہم نے کسی ایک بھی معاملے میں کسی سے کوئی عہد و پیمان نہیں کیا ہے۔

(سرسید، آزاد اور ہندوستانی مسلمان ص ۴۱۴)

اِس طرح کانگریس نے کیبینٹ مشن کا فارمولہ رد کردیا اور کانگریس کی منافقت ایک بار پھر بے نقاب ہوگئی۔ ساری خوشیاں کافور ہوگئیں۔ خود مولانا آزاد نے نہرو کے اِس رویے پر تنقید کرتے ہوئے لکھا:

’’مجھے چاہیے کہ میں درج کروں کہ جواہر لعل نہرو کا بیان غلط تھا.... ہم اس پر راضی ہوئے کہ مرکزی حکومت وفاقی ہوگی۔ تین شعبوں کی ایک لازمی فہرست ہوگی اور بقیہ تمام شعبے صوبائی دائرے میں رہیں گے۔ ہم نے مزید اِس پر اتفاق کیا کہ تین فریق ہوں گے (یعنی الف، ب اور ج) جن میں صوبوں کی مجموعہ بندی ہوگی۔ یہ معاملات بغیر اُن پارٹیوں کی رضامندی کے جو سمجھوتے میں شریک تھیں، کانگریس کی طرف سے یک طرفہ طور پر تبدیل نہیں ہوسکتے تھے.... اب ان بدنصیبی کے واقعات میں سے ایک وہ واقعہ ہے جس نے تاریخ کی راہ بدل دی۔‘‘ (انڈیا وِنس فریڈم ص ۵۵)

اِس اقتباس کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ تاریخ کے اس موڑ پر جناح مطالبہ پاکستان سے دست بردار ہوگئے تھے اور ان کی جماعت نے کیبینٹ مشن کا فارمولہ تسلیم کرلیا تھا مگر خدا جانے کانگریسی لیڈران کے دل میں کون سا چور تھا کہ مطالبہ تسلیم کرنے کے فوراً بعد اپنا صدر ہی بدل دیا۔ چونکہ آئینی طور پر اُس وقت کانگریس صدر ہی یہ فیصلہ لینے کا مجاز تھا۔ مولانا آزاد اس وقت کانگریس صدر تھے اس لئے کیبینٹ مشن کا فارمولہ تسلیم کرلیا گیا مگر اُس کے فوراً بعد ہی مولانا آزاد کا استعفیٰ کرایا گیا اور آناً فاناً نہرو کو نیا صدر بنایا گیا۔ یہ تبدیلی جس کام کے لئے کی گئی اُسے کرنے میں ذرا بھی تاخیر نہیں کی گئی اور صدر بنتے ہی کیبینٹ مشن کا فارمولہ رد کردیا گیا۔ گویا دوسرے لفظوں میں انہوں نے ملک کو متحد رکھنے کا فارمولہ ٹھکرا کر تقسیم کو ہی آخری حل قرار دیا۔ کانگریس کے یوٹرن کے بعد تقسیم وطن کا ہی فارمولہ رہ گیا تھا سو کانگریس اور نہرو کی ضد کی وجہ سے بالآخر ملک تقسیم ہوہی گیا مگر کانگریس نے تقسیم کا ٹھیکرا مسلمانوں کے سر پھوڑا۔ یہ پروپیگنڈا اِس شدت کے ساتھ کیا گیا کہ سادہ لوح مسلمان بھی یہ ماننے لگے کہ مسلمان ہی تقسیم وطن کے ذمہ دار ہیں۔

جَن سَنگھ کا اُبھار: پہلے الیکشن میں ہندو مہا سبھا کو چار جبکہ جن سنگھ کو تین سیٹوں پر کامیابی حاصل ہوئی۔ دوسرے عام انتخاب میں جن سنگھ کی سیٹیوں اور ووٹ پرسنٹ میں ٹھیک ٹھاک اضافہ دیکھنے کو ملا۔ جہاں ۱۹۵۲ء میں انہیں تین فیصد ووٹوں کے ساتھ صرف تین سیٹیں ہی حاصل ہوئی تھیں، وہیں ۱۹۵۷ء کے دوسرے عام انتخاب میں ان کا ووٹ فیصد بڑھ کر ۵ء۹۷/ ہوگیا جس کے نتیجے میں انہیں ۴ سیٹوں پر کامیابی حاصل ہوئی۔ اس طرح پہلے الیکشن کے مقابلے بھلے ہی ایک سیٹ ہی کا اضافہ ہوا مگر ووٹ تقریباً دوگنا ہوگیا تھا۔ اس کا واضح مطلب تھا کہ ان کا کمیونل ایجنڈا پھل پھول رہا تھا۔ ۱۹۶۲ء کے تیسرے عام انتخاب میں اُن کا ووٹ فیصد بڑھ کر ۶ء۴۴ ہوگیا جس کی بنا پر اُنہیں دس سیٹوں کا فائدہ ہوا۔ اول نظر میں ہوسکتا ہے کہ یہ اضافہ زیادہ محسوس نہ ہو لیکن اس اضافے کو اِس اینگل سے دیکھیں کہ اس وقت کی سب سے مقبول پارٹی کانگریس کے ووٹ پرسنٹ میں کمی آئی، ۱۹۵۷ء میں اُنہیں ۴۷ء۷۸ پرسنٹ ووٹوں کے ساتھ ۳۷۱ سیٹیں ملی تھیں مگر تیسرے عام انتخاب میں کانگریس کا ووٹ فیصد گھٹ کر ۴۴ء۷۲ رہ گیا جس کے باعث کانگریس کو دس سیٹوں کا نقصان ہوا، کانگریس ۳۷۱ سے ۳۶۱ پر آگئی جب کہ جن سنگھ دس سیٹوں کے اضافے کے ساتھ اُن سے فائدے ہی میں رہا۔

چوتھا عام انتخاب اس معنی میں خاص تھا کہ پہلی مرتبہ جواہر لعل نہرو کے بغیر الیکشن ہو رہے تھے کیوں کہ ۱۹۶۴ء میں ان کا انتقال ہوگیا تھا۔ لگاتار چوتھے الیکشن میں بھی جن سنگھ کی ترقی جاری رہی اس بار اُن کا

ووٹ پرسنٹ ۴۴ء۶ سے بڑھ کر ۳۱ء۹ ہوگیا اور سیٹیں بھی ۱۴ سے بڑھ کر ۳۵ ہوگئیں یعنی اس بار اُنہیں ۲۱ سیٹوں کا فائدہ ہوا۔ ایک طرف جن سنگھ کا ووٹ پرسنٹ اور سیٹوں میں اضافہ ہوا تو کانگریس کا ووٹ پرسنٹ ۲۷ء۴۴ سے گر کر ۸۷ء۴۰ رہ گیا اور ۸۷ سیٹوں کا نقصان اٹھانا پڑا۔ یعنی ایک طرف کانگریسی نظریہ مسلسل روبزوال تھا تو جن سنگھ کا کمیونل نظریہ مسلسل ترقی کر رہا تھا۔

پانچواں عام انتخاب ۱۹۷۱ء میں ہوا۔ یہ الیکشن اس معنی میں بہت خاص تھا کہ مشرقی پاکستان اب بنگلہ دیش بن چکا تھا جس کے باعث اندرا گاندھی کی مقبولیت میں اضافہ اور تقریباً تین پرسنٹ ووٹوں کے اضافے کے ساتھ ۳۵۲ سیٹوں پر کامیابی حاصل ہوئی۔ چونکہ پاکستان توڑنے کا کریڈٹ اندرا گاندھی کے نام تھا، اس لئے پہلی بار جن سنگھ کی ترقی تھمی اور اُنہیں ۱۳ سیٹوں کا نقصان ہوا۔ ان کا ووٹ پرسنٹ بھی دو فیصد کم ہوا۔

چھٹا الیکشن ایمرجنسی کے بعد ہوا جس میں ساری اپوزیشن پارٹیاں جنتا دل کے نام سے الیکشن میں اتریں اور پہلی مرتبہ غیر کانگریسی سرکار بنی اور انہیں ۲۹۵ سیٹیں حاصل ہوئیں جبکہ کانگریس محض ۱۵۴ سیٹوں پر ہی سمٹ گئی۔ نویں الیکشن میں جَن سنگھ، بھارتیہ جنتا پارٹی کے نام سے الیکشن میں اتری اور ۱۲۰ سیٹیں جیتیں۔ دسویں الیکشن میں بی جے پی کو ۱۶۱ سیٹیں حاصل ہوئی اور مختصر وقت کے لئے حکومت بھی بنائی۔ گیارہویں الیکشن میں بی جے پی کو ۱۸۲ سیٹیں حاصل ہوئی اور انہوں نے مخلوط حکومت بنا کر پانچ سال سرکار چلائی۔

چودہویں الیکشن میں بی جے پی نے ۲۸۲ سیٹیں حاصل کر کے اپنے دم پر حکومت بنائی اور پندرہویں الیکشن میں بی جے پی نے ۳۰۳ سیٹیں جیت کر تاریخ ساز کامیابی حاصل کی۔

کیا اب بھی وقت نہیں آیا؟

پہلے الیکشن کو ستر سال گزر چکے ہیں۔ ان ستر سالوں میں ملک بھی بدل گیا اور اہالیان ملک کی فکر بھی بدل گئی۔ اس درمیان اگر کچھ نہیں بدلا تو مسلمانوں کی فکر نہیں بدلی۔ ستر سال پہلے جس سیاسی پالیسی کو اختیار کیا گیا آج بھی قوم کی اکثریت اسی پر عمل پیرا ہے۔ پالیسی نہ بدلنے کی دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں: (۱) اس پالیسی نے مسلمانوں کو ہر میدان میں بہت زیادہ فائدہ پہنچایا۔ (۲) فائدہ تو نہیں ہوا لیکن نقصان بھی نہیں ہوا، پہلے جیسی صورت حال برقرار ہے۔

لیکن یہ دونوں ہی صورتیں مفقود ہیں۔ نہ تو اس پالیسی سے مسلمانوں کو کوئی فائدہ ہوا، نہ ہی مسلمان اپنی پہلی والی پوزیشن پر ہیں، یعنی مسلمانوں دونوں ہی طرف سے سخت نقصان اور خسارے میں ہیں۔ اب مسلسل نقصان اٹھانے اور سماجی عزت، سیاسی رتبہ گنوانے کے باوجود بھی قوم مسلم اپنی پالیسی پر نظر ثانی کیوں نہیں کرنا چاہتی؟

کسی بھی پالیسی کی کامیابی یا ناکامی کا تجربہ کرنے کے لئے ستر سال کم نہیں ہوتے۔ ان ستر سالوں میں مسلمانوں نے ہر محاذ پر گنوایا ہی ہے، پایا کچھ نہیں۔ اس درمیان دیگر اقوام نے اپنی سیاسی پالیسی کو بدلا جس کی بدولت انہوں نے اپنی سیاسی پوزیشن کو مضبوط بنایا جس کی بدولت ان کی تعلیمی، سماجی اور اقتصادی حالت دن بدن بہتر ہوتی گئی اور آج وہ لوگ جو کسی زمانے میں معاشرہ کے سب سے کمزور طبقات میں شامل تھے آج وہ بھی ہمارے سیاسی مقتدا و مسیحا بنے ہوئے ہیں۔

ضرورت ہے کہ روایت شکن افراد سامنے آئیں اور ستر سالہ پالیسی پر نظر ثانی کر کے ایک نئی پالیسی بنائیں اور مخلص مفکرین قومی ذہن سازی کا کام کریں تا کہ ستر برسوں کی محرومی کے ازالے کی کوشش کی جاسکے۔ اگر ہم اس موقع پر بھی بیدار نہیں ہوئے تو یاد رکھیں کہ سیاسی محرومی کا یہ سفر اگلے ستر سال بھی ختم نہیں ہوگا۔

آپ کا کوئی سفر بے سمت بے منزل نہ ہو
زندگی ایسی نہ جینا جس کا مستقبل نہ ہو

☆☆☆

☆ روشن مستقبل، دہلی۔ مدیر سوادِ اعظم دہلی
9717285505

بزم عام

مجلس شرعی کے رکن مفتی آل مصطفیٰ اشرفی مصباحی

محمد ظفر الدین برکاتی★

بہار بنگال کی سرحد پر واقع سورجاپوری علاقہ اور سیمانچل کا خطہ علم و ادب کے حوالے سے بڑا زرخیز ثابت ہوا ہے جہاں سے ایک سے بڑھ کر ایک عالم دین اور فقیہ و مفتی ہوئے ہیں۔ ہمارے کرم فرما شناسا علمائے دین میں فقیہ النفس مفتی مطیع الرحمٰن رضوی اور فقیہ عصر مفتی آل مصطفیٰ مصباحی صاحبان بڑے معروف و مقبول ادبی اور علمی شخصیات میں شمار ہوتے ہیں، فقیہ النفس ابھی الحمد للہ باحیات ہیں، معمر عالم دین ہیں اور اُستاذ فقہائے ہند ہیں جب کہ فقیہ عصر کی عمر زیادہ نہیں تھی لیکن رب العالمین کو یہی منظور تھا کہ انھیں پہلے اٹھا لیا جائے، اس لئے ۱۰ جنوری کو مفتی آل مصطفیٰ مصباحی صاحب اللہ کو پیارے ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مفتی صاحب کی اچانک وفات سے تین اہم مقامات کی علمی ادبی، روحانی اور فقہی مجالس و محافل سونی سونی سی ہوگئی ہیں، ان میں سر فہرست جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی فقہی مجلس شرعی ہے جس کے آپ اہم رکن تھے، دوسری خانقاہ اشرفیہ سرکار کلاں کچھوچھہ شریف کی روحانی دینی محفل ہے جس میں بحیثیت فقیہ عصر، اسلامی احکام و مسائل بیان کرتے۔ اب آپ کی جگہ آپ کے ہم درس عالم دین استاذِ گرامی مولانا صدر الوریٰ مصباحی استاذِ حدیث وفقہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے لے لی ہے، یہ خوش آئند بات ہے۔ تیسری علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مصباحی کے تعلیمی ادارہ جامعہ امجدیہ قصبہ گھوسی کے افتا و تدریس کی مسند ہے جو آپ کے انتقال کے بعد سونی سونی سی ہوگئی ہے اور چوتھی رضا کارانہ نوعیت کی عام مجلس بھی ہے جسے کردار کے اعتبار سے خاص مجلس کہہ سکتے ہیں اور وہ سیمانچل کے نو فارغ مفتیان کرام اور علمائے دین کی دینی فقہی رہنمائی اور شخصی سرپرستی ہے جو آپ کے اچانک انتقال کی وجہ سے یتیمی کا احساس کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مفتی آل مصطفیٰ مصباحی صاحب کا نعم البدل عطا فرمائے اور سبھی لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

یہ پورنیہ کمشنری بہار کا شمال مشرقی علاقہ ہے جسے سیمانچل بھی کہتے ہیں، یہ ایک نشیبی خطہ ہے جس میں گیارہ چھوٹی بڑی ندیاں بہتی ہیں جن میں سب سے بڑی کوسی اور مہا نندا ندی ہیں، اسی لئے ہر سال اِس علاقے میں خطرناک سیلاب آتا ہے اور کبھی کبھی اتنا بھیانک ہوتا ہے کہ گاؤں کے گاؤں غائب ہوجاتے ہیں۔ ۲۰۱۴ء کے سیلاب متاثرین کے لئے ہم نے بھی امدادی خدمت انجام دی ہے۔ ان دونوں ندیوں کے دونوں طرف سات ضلعے ہیں اور ساتوں ضلعوں میں بے شمار علمائے کرام، حفاظ و مفتیان کرام اور خطیب و نعت خواں حضرات پائے جاتے ہیں لیکن ہماری معلومات کے مطابق خواجہ علم و فن خواجہ مظفر حسین رضوی علیہ الرحمہ، فقیہ النفس مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی صاحب اور فقیہ عصر مفتی آل مصطفیٰ مصباحی (سورجاپوری صاحبان) کی طرح شہرت و مقبولیت سب کو حاصل نہیں ہوسکی جنھیں استاذ الاساتذہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ کمال کی بات ہے کہ اِن تینوں شخصیات کو فقہ و فتاویٰ، علم و تحقیق، تعلیم و تدریس، تصنیف و ترجمہ اور تالیف و تصحیح کے ساتھ رضویات کے موضوع پر گراں قدر خدمات انجام دینے والے علمائے دین کی حیثیت سے بھی شہرت و مقبولیت حاصل ہے۔

اِن تینوں شخصیات کی قدر مشترک خوبی یہ ہے کہ تینوں حضرات نے بہار میں بطورِ خاص سیمانچل میں تعمیری کام کرنے کی بڑی کوشش کی لیکن کسی وجہ سے اس سلسلے میں کامیابی نہیں مل سکی۔ البتہ اخیر عمر میں مفتی مطیع الرحمن صاحب نے اپنے علاقے میں ایک عظیم دینی تعلیمی ادارہ اسلام پور ضلع اتر دیناجپور میں قائم کرلیا ہے اور کوشش و استقلال کے بعد خدا کے فضل و کرم سے کامیاب ہوگئے ہیں لیکن مفتی آل مصطفیٰ مصباحی صاحب کو کامیابی نہیں مل سکی۔ مولانا ولی اللہ قادری کے بقول مفتی صاحب نے بہار میں تعلیمی ابتری اور علمی زبوں حالی کے ازالہ و تدارک کے لئے عملی طور پر کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ملی جس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ یہاں کے علمائے کرام دینی تعلیمی کام میں دلچسپی نہیں لیتے اور زیادہ تر ''جنگل میں منگل'' تلاش کرتے اور عہدہ کے خواہش مند

ہوتے ہیں۔ سیمانچل کے کارآمد علمائے کرام کی صلاحیتوں سے سیمانچل کی نسل کو فائدہ پہنچانے کے لئے مفتی صاحب ایک بڑے دینی تعلیمی ادارہ کی بنیاد رکھنا چاہتے تھے جس کا تذکرہ مولانا کمال الدین اشرفی مصباحی نے بھی کیا ہے اور بتایا ہے کہ سیمانچل کے علاوہ بنارس، پٹنہ اور غازی پور میں اسی ضرورت کے تحت زمین کی خریداری کے لئے فکر مند رہے لیکن کسی نا کسی الجھن نے کامیاب نہیں ہونے دیا پھر گھریلو الجھن نے برسوں آپ کی صحت وشخصیت کو پردۂ خفا رکھا جس نے اخیر میں یہ خبر سنا ڈالی کہ آپ اب ہمیشہ کے لئے ان دنیاوی الجھنوں سے آزاد ہوکر دنیا سے ہی رخصت ہو گئے۔

مفتی آل مصطفیٰ بن محمد شہاب الدین اشرفی لطیفی بن منشی نجابت حسین صدیقی (سورجاپوری) کی ولادت: ۱۹۷۱ء میں ہوئی جبکہ وصال ۱۰ جنوری ۲۰۲۱ء کو ہوئی یعنی ۵۰ سال کی عمر پائی۔ مقامی مدرسہ کے بعد ابتدائی تعلیم مدرسہ عربیہ اشرفیہ اظہار العلوم سونا پور کٹیہار میں ہوئی۔ مولویت کی تعلیم مدرسہ عربیہ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ ضلع مئو (اتر پردیش) اور معہد اسلامی دار العلوم حنفیہ کشن گنج میں ہوئی اور عالمیت فضیلت کی تعلیم جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں ہوئی۔ ۱۹۸۹ء میں فراغت کے بعد ۱۹۹۰ء میں فقہ وفتاویٰ کی تعلیم وتربیت بھی جامعہ اشرفیہ میں ہی حاصل کی۔ ۱۹۹۰ء میں ہی جامعہ امجدیہ قصبہ گھوسی میں معلم ومدرس ہو گئے اور فتویٰ نویسی کا فریضہ بھی انجام دینے لگے۔ وصال تک اُسی ادارے میں معلم اور مفتی رہے۔ اردو شعر وسخن سے بھی تھوڑی بہت دلچسپی رہی اور خوش آواز منفرد صوفیانہ لب ولہجے میں نعت خوانی بھی خوب کر لیتے تھے۔ والد محترم مولانا محمد شہاب الدین اشرفی، ملک العلماء حضرت علامہ محمد ظفر الدین قادری محدث بہاری کے شاگرد رشید تھے۔ دادا جان فارسی زبان میں دفتری اور عدالتی خوبیوں کے مالک اور تجربہ کار حساب داں تھے۔

مفتی آل مصطفیٰ مصباحی عظیم محقق ومصنف بھی ہیں لیکن آپ کی تقریباً سبھی کتابیں اصلاحی علمی اور تحقیقی نوعیت کی ہیں اس لئے عوامی طور پر مقبول نہیں البتہ علمائے کرام کے درمیان ضرور مقبول ہیں جیسے بیمہ زندگی کی شرعی حیثیت، منصب رسالت کا ادب واحترام، بچوں اور بچیوں کی تعلیم وتربیت کے اصول، سوانح صدر الشریعہ، کنز الایمان ترجمہ قرآن پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ، حاشیہ فتاویٰ امجدیہ جلد سوم وچہارم، نقشہ دائمی اوقات نماز برائے قصبہ گھوسی واطراف، اسباب ستہ اور عموم بلوی کی توضیح وتنقیح، حاشیہ توضیح تلویح (عربی) اسباب ستہ کی تصحیح کا ہمیں شرف حاصل ہے جو ماہ نور پبلی کیشن جامع مسجد سے ۲۰۱۴ء میں چھپی ہے اور بالکل وہی نسخہ دار معرفت فیصل آباد پاکستان نے بھی شائع کیا ہے، اس کے قانونی صفحہ پر مفتی صاحب کا منصب: صدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور لکھا ہوا ہے حالانکہ رکن مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور لکھا ہونا چاہئے، البتہ مفتی صاحب جامعہ امجدیہ قصبہ گھوسی کے صدر شعبہ افتا ضرور تھے۔ توضیح تلویح عربی زبان میں اصول فقہ کی نصابی کتاب ہے جس پر مفتی صاحب نے تنظیم المدارس جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی منصوبہ بند ضرورت کے مطابق عربی زبان میں حاشیہ لکھا ہے جو مجلس برکات دہلی اور بیروت سے چھپ رہی ہے۔

تعزیت نامے

مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے بہترین رفیق مفتی آل مصطفیٰ مصباحی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال اہل سنت وجماعت کے لئے بڑا خلا ہے۔ (محقق مسائل جدیدہ)

زوجہ واولاد واقارب مفتی آل مصطفیٰ مصباحی رحمۃ اللہ علیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل صبح میرے ایک بہت ہی قریبی عزیز نے بعد فجر کا اپنا ایک خواب، بیدار ہوتے ہی سنایا جس سے میں اچانک بہت غمگین اور متفکر ہو گیا کیوں کہ اس کی تعبیر کوئی بہت غم ناک اور تکلیف دِہ حادثہ کا وقوع تھا۔ میں نے فوراً انا للہ پڑھا اور کچھ آیات کریمہ پڑھ کر شجرہ خوانی کی اور بارگاہ الٰہی میں ملتجی ہوا کہ خدائے پاک ہمارے اور ہمارے احباب کے حال پر رحم فرما اور اپنے کرم سے خواب کی بہتر تعبیر ظاہر فرما۔ صاحب خواب کو بھی تلقین کی کہ آپ یہ کہیں ''اِن شاء اللہ تعالیٰ اس خواب کی تعبیر اچھی ہوگی''، مگر جو امر قضائے مبرم ہو وہ کبھی نہیں ٹلتا اور ہر دعا وتدبیر اُس کے آگے ہیچ ہو جاتی ہے۔ مجھے جہاں جہاں کچھ اندیشہ ہوسکتا تھا اُن سب جگہوں پر فون کر کے خیریت معلوم کی۔ بعض احباب سے مغرب بعد بھی بات کی ہر جگہ سے خیریت کی اطلاع ملی مگر طبیعت میں تشویش برقرار رہی۔ آج بعد فجر جب محب محترم حضرت مولانا مفتی آل مصطفیٰ مصباحی کے انتقال پر ملال کی خبر موصول ہوگئی تو سمجھ میں آیا کہ کل کے خواب کی تعبیر یہی حادثہ فاجعہ ہے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**

مولانا مرحوم کے انتقال سے ایک سکتہ طاری ہو گیا اور طبیعت

مضمحل ہوگئی۔ان کے وصال سے جماعت اہل سنت میں ایک بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے۔اللہ رب العزت اُن کے امثال زیادہ کرے۔آمین

مفتی صاحب مرحوم جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے نمایاں اور ممتاز فارغین سے تھے پھر اسی ادارہ سے دو سال تک مشق افتا کی تربیت حاصل کی۔فراغت کے بعد جامعہ امجدیہ گھوسی میں تدریسی خدمت پر مامور ہوئے،ساتھ ہی فتویٰ نویسی کی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔فقہ وافتاء سے خاصہ شغف رکھتے اور تحقیقی مقالہ نگاری،مذاکرات میں شرکت، تصنیف وتالیف،تعلیقات حواشی ان کے مشاغل خاص تھے۔جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں جب جدید مسائل کے حل اور بحث وتمحیص کے لئے ۱۹۹۲ء میں مجلس شرعی کا قیام عمل میں آیا تو اس کے رکن کی حیثیت سے مفتی صاحب بھی منتخب ہوئے۔صرف نام کی حیثیت سے ہی رکن نہیں تھے بلکہ کام اور بہترین کام انجام دیتے رہے۔مجلس شرعی کے سیمیناروں میں پابندی کے ساتھ برابر شریک ہوتے،خوب غور وخوض اور تحقیق وتفتیش کے ساتھ مقالہ نگاری کرتے اور فقہی مذاکرات میں حصہ بھی لیتے تھے۔موصوف سے ابھی بہت امیدیں وابستہ تھیں مگر افسوس کی داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے اور مجلس شرعی نے اپنے ایک رفیق اور بہترین باحث کو کھودیا۔مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور اپنے اِس رفیق کے غم رحلت میں ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے آپ حضرات کے ساتھ برابر کی شریک ہے اور دعا گو ہے کہ رب قدیر اُن کی تربت پر رحمت وغفران کی بارشیں برسائے اور شمیم جنت کی راحتیں نصیب فرمائے اور اُن کے جملہ اقارب وپس ماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے۔لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَاَعْطٰی وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

محمد نظام الدین رضوی

ناظم مجلس شرعی وشیخ الحدیث وصدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور

○○○

آہ!حضرت علامہ مفتی آل مصطفیٰ اشرفی کٹیہاری مفتی جامعہ امجدیہ گھوسی ضلع مئو(یوپی) بتاریخ ۶ جمادی الآخریٰ ۱۴۴۳ھ/ ۱۰ جنوری ۲۰۲۲ء بروز دوشنبہ ہزاروں تلامذہ اور احباب کو داغ مفارقت دے کر خالق حقیقی سے جاملے۔**اناللہ وانا الیہ راجعون**

جامع اشرف میں دعائے مغفرت اور قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا۔یہ فقیر اشرفی اور تمام اساتذہ ان کے اہل وعیال کو تعزیت پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ اُن کا نعم البدل عطا فرمائے اور اُن کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

شریک غم: فقیر اشرفی وگدائے جیلانی سید محمود اشرف اشرفی جیلانی،سجادہ نشین آستانہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف،ضلع امبیڈکر نگر(یوپی)

فقیہ اہل سنت حضرت مفتی آل مصطفیٰ مصباحی کا انتقال جہان علم وفقہ کے ایک تابناک عہد کا خاتمہ

مورخہ ۱۰ جنوری ۲۰۲۲ء یہ روح فرسا خبر موصول ہوئی کہ فقیہ اہل سنت،حضرت علامہ مفتی آل مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ اس دارِفانی سے دارِ بقا کی طرف کوچ کر گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن۔رب قادر و مقتدر مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو غریق رحمت فرمائے اور اپنے خاص بندوں میں شامل فرمائے۔آمین۔حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جماعت اہل سنت کے موقر عالم دین،دورس فقیہ،اصولی اور متکلم تھے۔متدین،باشرع،مخلص اور منکسر المزاج تھے۔سیکڑوں باصلاحیت علما کے استاذ،محسن اور مربی تھے۔انہوں نے اپنی زندگی کا سارا حصہ خدمت دین،اسلام وسنیت،فقہ وافتا،درس وتدریس،وعظ وتذکیر میں گزارا۔جماعت اہل سنت میں آپ کی علمی وفقہی رائے کو اعتبار واستناد حاصل تھا۔ایک طویل عرصے سے آپ علیل تھے۔

خانقاہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف سے آپ کے گہرے اور مخلصانہ مراسم وتعلقات تھے۔خانقاہ کی دینی وعلمی سرگرمیوں میں ہمیشہ آپ اپنے کو باخبر رکھتے اور یہاں کی پیش قدمیوں پر خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے۔مختلف مواقع پر جب بھی آپ کو یاد کیا جاتا آپ خانقاہ شریف تشریف لاتے اور یہاں کی دینی،علمی اور اشاعتی پیش رفت پر اپنے اطمینان کا اظہار کرتے اور مفید مشورے بھی دیتے۔برادر مکرم شہید بغداد،عالم ربانی حضرت مولانا شیخ اسید الحق محمد عاصم قادری محدث بدایونی قدس سرہٗ اور مجھ ناچیز سے آپ کے دوستانہ مراسم تھے۔جب کہیں اور جہاں بھی مجھ سے ملتے بڑے خلوص اور تپاک سے ملتے۔

والد گرامی تاج دار اہل سنت حضرت اقدس شیخ عبد الحمید محمد سالم قادری قدس سرہٗ سے آپ کو بڑی عقیدت اور والہانہ وابستگی تھی۔

انہوں نے تیس سال سے زیادہ عرصہ تک علم وتحقیق،فقہ وافتا،

درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کا خوب کام کیا بلکہ اپنے حصے کا کام بحسن وخوبی انجام دے کر وہ ہم لوگوں سے رخصت ہو گئے۔شرعی عدالت کے نام سے ماہ نامہ جام نور دہلی کا فقہی کالم بھی آپ کا معروف علمی کارنامہ ہے جو برسوں آپ نے اپنے تلمیذ رشید مدیر جام نور محب گرامی ڈاکٹر خوشتر نورانی کی خواہش واصرار پر ہر ماہ مختلف مصروفیات کے باوجود پابندی سے تحریر فرمایا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ التوضیح والتلویح پر جب عربی زبان میں حاشیہ نگاری کا کام آپ کے سپرد کیا گیا تو آپ نے برادر مکرم شہید بغداد علیہ الرحمہ سے اس تعلق سے متعدد کتابیں خانقاہ قادریہ کی علمی لائبریری کتب خانہ قادری سے اپنے نام جاری کرنے کی خواہش کا اظہار کیا اور شہید بغداد علیہ الرحمہ نے مطلوبہ کتابیں آپ کے نام جاری فرمائی۔اس کے علاوہ جب بھی آپ کسی بھی موضوع پر کتابوں کی فراہمی کی خواہش کا اظہار فرماتے۔بروقت آپ کی خواہش کے مطابق لائبریری سے کتابیں فراہم کرادی جاتیں۔حضرت مفتی صاحب نے اپنی تیس سالہ علمی زندگی میں اپنے پیچھے جو علمی اثاثہ چھوڑا ہے وہ ہمیشہ ان کے نام کو علمی وتحقیقی دنیا میں زندہ رکھے گا۔

خانقاہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف اس غم کی گھڑی میں حضرت مفتی صاحب کے اہل وعیال کے ساتھ ہے اور ان کے غم میں برابر کی شریک ہے۔دعا گو ہے کہ رب قادر ومقتدر حضرت مفتی صاحب کے درجات بلند فرمائے اور آپ کی زوجہ محترمہ،اولاد، جملہ تلامذہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

شریک غم

عبدالغنی محمد عطیف قادری (خادم سجادہ آستانہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف)

(جگہ کی تنگی کے سبب بہت سے تعزیت نامے شامل نہیں کیے گئے)

چھپ گیا آفتاب علم وفن

جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے ممتاز فاضل، جامعہ امجدیہ رضویہ، قصبہ گھوسی کے مایہ ناز استاذ و مفتی، مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ اور شرعی کونسل بریلی شریف کے رکن اور باکمال محقق وتجزیہ نگار حضرت مفتی آل مصطفیٰ رضوی مصباحی کی رحلت پر اشک تعزیت

فقیہ عصر ، آلِ مصطفیٰ ، اے بحرِ علم و فن
چمکتا ہے تفقہ سے ترے کردار کا دَرپن

تری رحلت سے چشم سنیت میں خوں کے آنسو ہیں
غموں سے پارہ پارہ ہو گیا احساس کا دامن

ہزاروں کو ترے افکار نے ذوقِ سخن بخشا
ہزاروں تیرے دستِ تربیت سے بن گئے کندن

دِکھائی جوہر فقہ و بصیرت کی جھلک ایسی
کہ ہم اہل سنن کی فخر سے اونچی ہوئی گردن

کُشادِ بابِ حکمت کیوں نہ ہوتی تجھ پہ اے پیارے
ملا تجھ کو عزیزی امجدی فیضان کا بندھن

ترے علم و ہنر کے پھول یوں ہی مسکرائیں گے
جہاں کے باغ میں جب تک طیورِ جاں ہیں نغمہ زن

دفاعِ عظمت اسلام میں تیرا سفر ایسا
قدم تھے مثل دریا اور ارادہ صورتِ آہن

قلم تھا ہاتھ میں یا غیرتِ ایماں کا خنجر تھا
کہ جس کے زخم سے تڑپے ہمیشہ دین کے دشمن

ترے جلووں کا سورج ، موت سے بھی چُھپ نہیں سکتا
تجلی خیز ہے دائم ، تری حکمت کا پیراہن

ہنر مندی کبھی محتاجِ آرائش نہیں ہوتی
شہنشاہی سے بھی بڑھ کر ہے تیری سادگی روشن

نظر تھی نکتہ رس ، باریک بیں ، عقدہ کُشا تیری
گرہ کو کھول کر تو نے مٹائی قوم کی الجھن

نہ بھولے گی کبھی دنیا ترے کردار کی خوشبو
رہے گا تازہ و شاداب تیری یاد کا گلشن

گل عفو و کرم تیری رفاقت میں رہیں دائم
حریم گلشن فردوس بن جائے ترا مدفن

قیامت تک رہے فضل الٰہی کی گہر باری
فریدؔی روتے روتے کہہ رہی ہے دل کی ہر دھڑکن

تعزیت نگار: از: فریدی صدیقی مصباحی مسقط عمان

بزم عام

مفتی حسن منظر قدیری۔ یادیں میری سنبھال کر رکھنا

انصار احمد مصباحی★

سب رنگ ادیب، صوفی شاعر، کنز الدقائق، حضرت مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کی پیدائش ۱۲ اپریل کو ۱۹۴۸ء میں، گانگی ٹولہ، پتھار بستی، بہادر گنج، ضلع کشن گنج بہار کے ایک دین دار گھرانے میں ہوئی۔ گھر کا ماحول خالص علمی اور مذہبی تھا۔ برطانوری سامراج میں آپ کے دادا فارسی کے مشہور ادیب تھے، زمین دار اور انگریزی حکومت کی جانب سے ٹیکس وصولی پر مامور تھے۔ آپ کے بڑے بھائی بھی باتخلص فارسی داں شاعر تھے۔ مشاعروں میں شرکت کرتے۔

تعلیم و تربیت اور اساتذہ:

مفتی حسن منظر قدیری صاحب کی پہلی تعلیم گاہ، گاؤں کا مکتب تھا۔ اسی زمانے میں نصیر ملت حضرت علامہ پیر نصیر الدین اشرفی (پناسی) علیہ الرحمہ کی موجودگی سے مدرسہ عارفیہ چنامنا اسلام پور کا پورے ملک میں غلغلہ تھا، طلبہ تلاش علم میں لمبی لمبی مسافتیں طے کرکے زانوے علم و ادب تہ کرنے آتے، آپ نے موقع غنیمت سمجھا اور اپنے آپ کو نصیر ملت کے سپرد کر دیا۔ بچہ گھر کا تھا، ذہین اور شوقین تھا، پیر صاحب نے پڑھایا بھی اور پلایا بھی۔ کچھ سالوں بعد ھَلْ مِنْ مَّزِیْد کی پیاس لیے دار العلوم حمیدیہ، بنارس تشریف لائے۔ یہاں آپ کو قاضی شمس الدین جونپوری مصنف قانون شریعت، مولانا سلیمان بھاگلپوری جیسے یگانہ روزگار اساتذہ سے اکتساب علم کا موقع ملا۔ صبح بنارس کی رنگینی آپ کے علمی سفر کو تھما نہ سکی۔ شوق علم تھا، جو کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا، ایک پیاس تھی کہ جتنی سیرابی ہوتی، اس کی شدت بڑھتی جاتی تھی۔ تالابوں اور ندیوں کے بعد آپ کو سمندر کی جستجو ہوئی۔

آخر کار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کی قائم کردہ، ملک کی مشہور و معروف درس گاہ ''منظر اسلام''، بریلی شریف تشریف لے آئے۔ یہاں بحر العلوم حضرت مفتی افضل حسین مونگیری علیہ الرحمہ کی درس گاہ پورے شباب کے ساتھ علمی جلوے بکھیر رہی تھی۔ آپ نے مفتی صاحب سے صدرا، مسلم الثبوت، ملا حسن، حمد اللہ، قاضی مبارک، توضیح تلویح، شرح چغمینی، شمس بازغہ، اقلیدس، ہدایہ، بخاری شریف وغیرہ منتہی کتابیں پڑھی۔ مشکوٰۃ اور صحاح ستہ کی باقی کتب کے درس حضرت محدث احسان علی مظفر پوری سے لیا۔ یہیں ۱۹۶۶ء میں امتیازی نمبروں کے ساتھ پاس ہوئے اور اسی سال دستار بندی ہوئی۔ جامعہ اردو علی گڑھ سے ادیب، ادیب ماہر اور ادیب کامل کے امتحانات بھی دیے۔ علی گڑھ ہی سے انگریزی زبان میں گریجویشن بھی مکمل کیا۔ آپ سرکار مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی کے اجل خلفا میں سے تھے۔

ناک نقشہ (حلیہ مبارک، میری آنکھوں نے جو دیکھا)

حضرت مفتی صاحب کی شکل وصورت کا نقش و نگار وہی تھا جو ملاقات سے پہلے میرے ذہن و دل میں پتھر کی لکیر کی طرح منقش ہو گیا تھا۔ بدن دبلا پتلا، چہرہ گورا، وجیہ اور علمی شان لیے، سر مبارک چاند جیسا گول جس میں گودا ہی گودا بھرا تھا، سینہ چوڑا کشادہ، ریش مبارک بارعب، رخسار ایک دم سپاٹ، ناک لمبی، پیشانی چوڑی اور کشادہ، دیکھنے سے ایسا لگے گویا قصر خسروی کی بلند و بالا دیوار پر شاہی تختی آویزاں ہو، قد میانہ، جسمانی پھرتیلا پن ایسا کہ آج کی جوان نسلوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دے، جھکی ہوئی آنکھیں جو ہمیشہ کتابوں کے اوراق کی جستجو میں رہتی تھی۔

لباس عالمانہ زیب تن فرماتے، چلتے تو دس بیس میں بھی ممتاز نظر آتے، آواز کڑک دار فصیح ہوتی، ایک بار بولتے تو وضاحت کی کم ہی ضرورت پڑتی، ''پہلے تولو، پھر بولو'' والا لہجہ۔ گفتگو کوئی آپ سے سیکھے! آن واحد میں مافی الضمیر کی ادائیگی کے لئے بہترین الفاظ اور جملوں کا چناؤ کر لیتے۔ تقریر بھی آپ کی ویسی ہی ہوتی۔ ایک نمایاں خوبی یہ تھی کہ نجی محفل ہو، رشتے داروں میں ہوں، علما کی مجلس ہو یا طلبہ کے جھرمٹ میں ہوں، گھر پر ہوں یا سر بازار، باتیں علمی، طرح دار اور مبرہن ہوتیں، بسا اوقات جوابی اور الزامی طرز تکلم اپناتے۔ پر لطف اور سجیلے جملوں سے محفلیں زعفران زار ہو جاتیں۔ کہتے ہیں کہ ''بھرے ہوئے برتن کم بجتے ہیں'' حضرت مفتی صاحب قبلہ کو میں نے ذاتی باتیں کرتے ہوئے

بہت کم دیکھا، ان کے یہاں انا پرستی، غصہ، ٹھٹھا مخول، چغل کی جگہ بھی علم ہی بھرا تھا۔

ادبی و تصنیفی حیات: آپ کی زبان کلاسیکی ادب سے لیس تھی۔ ادب کا ذوق مکتب سے ہی چڑھا تھا۔ اپنی خود نوشت سوانح میں لکھتے ہیں "میری علاقائی زبان اردو نہیں، میں نے اردو سیکھی اور اردو کا ذوق پیدا کیا۔ میری ادبی زندگی کا طالب علمی ہی کے دور سے آغاز ہوا۔ جب مکتب میں پڑھ رہا تھا، تبھی سے اخبار و رسائل پڑھنے کا میرا مزاج رہا۔" شروع میں "نوری کرن" بریلی میں مضمون چھپے، مضامین کا عوام اور اہل علم و دانش میں اچھا تاثر گیا۔ اس کے بعد ماہنامہ "پاسبان" الہ آباد، "ہدی" دہلی، ماہنامہ "نور مصطفیٰ" پٹنہ، "مظہر حق" بدایوں، ماہنامہ "اعلیٰ حضرت" بریلی، ماہ نامہ "کنز الایمان" دہلی، "ماہنامہ "بطحا" حیدر آباد وغیرہ میں مسلسل مضامین و مقالات شائع ہوتے رہے۔

تصانیف کی شکل میں آپ کی چند قلمی یادگار درج ذیل ہیں:

(۱) تقدیر کائنات، (۲) چراغ راہ (۳) عکس جمیل (۴) تجلیات شرف (۵) نماز: اہل ایمان کی معراج (۶) ہجرت: اسلامی ماہ و سال کے اجالے میں (۷) میت: کفن سے دفن تک (۸) شخص و عکس (۹) کنز الایمان، صحیفہ زبان و بیان (۱۰) فتاوی (۱۱) منظومات اور دو سو کے قریب مضامین و مقالات۔

آپ بہترین نقاد، سلجھے ہوئے قلم کار اور "عشق رسول ﷺ میں انگ انگ ڈوبا ہوا" شاعر تھے۔ شعر و ادب کی تمام اصناف سے واقف کار ہوتے ہوئے بھی آپ نے مجازی شاعری سے ذہن و دل پراگندہ نہیں کیا بلکہ جب بھی موقع ملا، عشق رسول ﷺ میں سرشار ہو کر نعت کے اشعار کہے۔ نمونے کے طور پر چار شعر ملاحظہ ہوں۔

نظر جس دن سے ہم نے روضہ انور پہ رکھی ہے
گماں ہوتا ہے کہ ہستی مہ و اختر پہ رکھی ہے
غبارِ کہکشاں کو رشک ہے تقدیر پر میری
کہ پائے مصطفیٰ کی دھول میں نے سر پہ رکھی ہے
ہر ایک آدمی ہے غم و رنج کا اسیر
یہ دور حادثات کا زنداں دِکھائی دے
منظر اسی کا نام ہے تکمیل زندگی
خود اپنی ذات خواب پریشاں دِکھائی دے

یادگار صحبتی: اگست ۲۰۲۱ء میں ایک ہفتہ حضرت کے ساتھ جامعہ نوریہ گلشن زہرا، سبرام پور، اتر دیناج پور، بنگال میں پڑھانے کا موقع ملا۔ پڑھانے کا کیا، حضرت سے اکتساب فیض کے لئے ہی میں نے حامی بھری تھی۔ ملک کے بڑے بڑے اداروں میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد حضرت مفتی صاحب نے آخری دور میں اسی ادارے کو منتخب فرمایا تھا۔ دوران تدریس حضرت سے مختصر ملاقاتیں ہو جاتیں؛ بلکہ میں عمداً حضرت کے حجرے میں آ جاتا۔

(۱) حیدر آباد سے مفتی ذاکر حسین فناء القادری مصباحی نے سیمانچل کے علما کا تعارفی سلسلہ شروع کیا تو میں نے موقع غنیمت جان کر مفتی صاحب سے اپنے تعلق سے بنیادی معلومات فراہم کرنے کی گزارش کی۔ تعاون تو کیا کرتے، الٹے سختی سے منع کر دیا، فرمانے لگے: "لوگوں کے نام نہیں، کام بولتے ہیں۔" اس کے بعد کئی بار کوشش کی لیکن ہر بار جواب میں مجھے منہ کی کھانی پڑی۔

(۲) ناشتے میں بیٹھے بیٹھے ایک بار ہمت کر کے پوچھ بیٹھا۔ حضور! آپ کے فتاوی شائع ہو جائیں تو قوم و ملت کو ایک سرمایہ فراہم ہو جائے گا۔ کسر شان سے فرمانے لگے "ہمارے پاس فتاوی رضویہ موجود ہے، مزید کسی فتوے کی ضرورت نہیں۔ اس کے علاوہ فتاوی امجدیہ، فتاوی مفتی اعظم ہند، فتاوی فقیہ ملت لائبریوں میں ہیں، بحر العلوم، شارح بخاری اور تاج الشریعہ علیہم الرحمہ کے فتاوی بھی چھپ چکے ہیں۔ اتنے فتاوی قوم کہاں رکھے گی۔" اسی سلسلے میں فرمانے لگے "میرے سیکڑوں فتووں پر مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا علیہ الرحمہ کے دست خط موجود ہیں۔"

(۳) ابھی فروری میں آپ کے پاس پڑھ رہیں طالبات کی رِدا پوشی ہونی ہے۔ آپ کو بہت خواہش تھی کہ اس موقع پر آپ کی کوئی کتاب شائع ہو۔ میں نے ایک بار اسی خواہش کا تذکرہ کیا تو بہت خوش ہوئے اور "کنز الایمان: صحیفہ زبان و بیان" کا مسودہ پیش فرمایا۔ فرط شوق میں ایک ہی بیٹھک میں پوری کتاب پڑھ لی۔ وہ صرف ایک کتاب نہیں، علم و ادب کا سرچشمہ ہے، جس سے علوم و فنون کے کئی سوتے پھوٹتے ہیں۔ میں حضرت کی "تحقیق کا فن" دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس میں کنز الدقائق نے سورہ فاتحہ کے ترجمے کا نہایت الگ انداز میں تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے۔

(۴) ایک بار کسانوں کی زمینوں کے تعلق سے بحث ہو رہی تھی۔ سیمانچل میں رواج ہے کہ لوگ پیسے لے کر زمین گروی رکھ لیتے ہیں۔

پیسے دینے والے اس زمین سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ شریعت کی روشنی میں ناجائز وحرام کام ہے۔ چوں کہ یہ پورے سیمانچل میں عام ہے، اس لئے اس بات کا ذکر کرکے میں نے تشویش کا اظہار کیا۔ مفتی صاحب فرمانے لگے ’’اس کی بھی جواز کی ایک صورت موجود ہے۔‘‘ یہ سن کر میرے اندر جو خوش گوار کیفیت پیدا ہوئی، وہ بیان سے باہر ہے۔ فوراً بیاض لے آیا اور املا کرانے کی فرمائش کی، حضرت نے شروع بھی کرایا۔ دوسرے دن حضرت کی طبیعت کچھ ناساز ہوگئی۔ یہ مرض الموت کا غالبا پہلا حملہ تھا۔

(۵) ایک دن ناشتے میں بیٹھے بیٹھے، فقیر نے جامعہ کی طالبات کی جانب سے سالانہ مجلّے کی اشاعت کی بات چھیڑ دی۔ یہ سن کر آپ ناشتے سے ہاتھ کھینچ کر ہمہ گوش ہوگئے۔ چہرے پر پہلی بار اتنی بشاشت دیکھی۔ مسرت کا اظہار فرمایا۔ میں نے ’’المجاہد‘‘ اور ’’القدیر‘‘ نام کی تجویز رکھی تو کچھ خفگی سے فرمایا ’’نہیں، الزہراء‘‘ یا ’’گلشن خواتین‘‘ نام رکھ لیجیے‘‘ یہ دونوں نام واقعی ادارہ اور بچیوں کی تعلیم وتربیت کے مناسب تھے۔

(۶) حضرت کنزالدقائق کی طبیعت کی ناسازی پر میں نے حضرت ہی کی درس گاہ سے تدریسی سلسلہ شروع کیا تھا۔ آپ روبصحت ہوتے ہی پڑھانے کے لئے تیار ہوگئے۔ اب ایک درس گاہ کا مسئلہ درپیش ہوا۔ صبح بیٹھ کر اساتذہ اسی مسئلے پر غور وخوض کررہے تھے کہ میں مفتی صاحب کے کمرے میں داخل ہوا تو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ آپ نے کمرے ہی میں چٹائی بچھائی ہے، چادر ڈالے ہیں اور بیٹھ کر طالبات کو بلا بھیجا۔ یہ نیاز اخلاص کوئی ملازمت کا حصہ نہیں تھا، یہ پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں پڑھانے کی امنگ تھی، نورِ علم پھیلانے کا جذبہ صادق تھا۔

(۷) حضرت کی زیر سرپرستی ایک طالبہ کی پھوپھی، بہادر گنج کے علاقے میں انتقال کرگئی۔ مدرسے سے اس کے گھر کی ۶۰ کلومیٹر کے قریب مسافت تھی۔ وہ طالبہ اکیلی نہیں جاسکتی تھی۔ مفتی صاحب قبلہ کچھ فکرمند نظر آئے۔ میں نے عرض کیا ’’حضور! اجازت دیں تو میں چلے جاتا ہوں‘‘ میرے ارادے سے مفتی صاحب بہت خوش ہوئے اور بانی جامعہ مولانا مجاہد الاسلام نوری سے کہنے لگے ’’بڑے کام کا لڑکا ہے، ہر کام میں آگے رہتا ہے۔ کہاں سے ملا ہے یہ؟‘‘ مولانا نے فرمایا ’’ہوم پروڈکٹ ہے۔‘‘ دونوں بزرگوں کے مشفقانہ جوابات سے میں بہت لطف اندوز ہوا۔

(۸) پہلی تفصیلی ملاقات میں، میں نے آپ کی کوئی تصنیف دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ طالبات سے کتابیں منگوائی پر وہ نہیں ملیں۔ پورے مدرسے میں اعلان کروایا، اتفاق سے کسی کے پاس آپ کی تصنیف موجود نہیں تھی۔ آپ کو اتنی سی بات کا بہت قلق ہوا۔ آخر کار مجھے کہیں سے آپ کی تصنیف ’’میت: کفن سے دفن تک‘‘ دست یاب ہوئی۔ آپ بہت خوش ہوئے۔

(۹) میری دلی خواہش تھی کہ میرا نکاح آپ پڑھائیں۔ ڈرتے ڈرتے ایک دن اس خواہش کا اظہار کردیا۔ نہ جانے کس دھن میں تھے! بار بار یہ شعر پڑھنے لگے اور کچھ جواب نہ دیا۔ ؎

یادیں میری سنبھال کر رکھنا ۔۔۔ میرا کیا؟ میں رہا نہ رہا

(۱۰) باتیں اور بھی ہیں، آخری یاد قلم بند کردیتا ہوں۔ کنزالدقائق جماعت رضائے مصطفیٰ، اتردیناج پور کے کاموں سے بہت خوش تھے۔ اراکین بھی حضرت سے اکثر صلاح لیتے تھے۔ تحریک کی جانب سے ’’تجہیز وتکفین تربیتی کیمپ‘‘ کے انعقاد کی تجویز پیش ہوئی۔ حضرت کے سامنے بات رکھی گئی تو کئی مفید مشورے عطا فرمائے۔ پہلے تربیتی کیمپ میں آپ کو ’’تربیت‘‘ کے لئے دعوت دی گئی۔ طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے شرکت نہیں کرپائے، لیکن اراکین کے سارے مسائل حل ضرور کردیے۔ وہ اس طرح کہ عوام کے سامنے پریکٹیکلی تجہیز وتکفین کوئی آسان کام نہیں تھا۔ اس کے لئے ویڈیوز دیکھ کر کاپی پیسٹ کرلینا، غیر ذمہ دارانہ کام ثابت ہوتا۔ مفتی صاحب مرحوم نے اپنی تصنیف ’’میت: کفن سے دفن تک‘‘ فراہم کردی، اس کی مدد سے کام بہت حد تک آسان ہوگیا۔

۷ جنوری ۲۰۲۲ء کو جس وقت پورے بنگال اور بہار کی مساجد میں جمعہ کے لئے لوگ جمع تھے، علم ومعرفت کا یہ سورج ہمیشہ کے لئے ڈوب گیا اور تاریکی بڑھا گیا۔ مفتی حسن منظر قدیری اسلاف کی آخری نشانی، علم وعمل کے کوہ ہمالہ اور اپنے اساتذہ کی آخری یادگار تھے۔

مولا تعالیٰ حضرت کی قبر انور پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

☆☆☆

aarmisbahi@gmail.com/ 9860664476

بزم سخن

غنچے کھلا دِیے ہیں

صحرا کو اک نظر میں گلشن بنا دِیے ہیں
ان کی مہک نے دِل کے غنچے کھلا دِیے ہیں

ویرانے میں گلاب کا کھلتا کمال کیسا
جس سمت چل دِیے ہیں کوچے بسا دِیے ہیں

آئے گا جوش پر کب اب اور ابر رحمت
رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دِیے ہیں

میں نے تو صرف صدقہ مانگا حسین کا تھا
دریا بہا دِیے ہیں دُر بے بہا دِیے ہیں دریا

کے اب سفر میں موجوں سے کیسا ڈرنا
کشتی تمہیں پہ چھوڑی لنگر اٹھا دِیے ہیں

قہر خدا غضب پر محشر ہے مہر کرنا
کشتی تمہیں پہ چھوڑی لنگر اٹھا دِیے ہیں

دکھ درد کے جھمیلے آفات آ کے گھیرے
جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دِیے ہیں

جب مسکرا کے دیکھا ہے میرے مصطفیٰ نے
جلتے بجھا دِیے ہیں روتے ہنسا دِیے ہیں

مہمان بن کے پہنچے اِسرا میں جب خدا کا
ہونے لگی سلامی پرچم جھکا دِیے ہیں

میزان پر عمل ہے آقا نگاہ رحمت
مشکل میں ہیں براتی پر خار با دِیے ہیں

کیا خوف بے بسی کا کیا مفلسی سے ڈرنا
اب تو غنی کے سر پر بستر جما دِیے ہیں

دوں اور کیا مثالیں میں تیری سروری کی
تو نے تو چلتے پھرے مردے جلا دِیے ہیں

ذکر رسول اور قرآن کریم

مذکورہ عنوان پر ضلع کشی نگر، اتر پردیش (پروانچل) میں ۸ دسمبر ۲۰۲۱ء بروز بدھ ایک سیمینار رہوا جس میں الحمدللہ میری بھی حاضری ہوئی۔ نظم وہیں ترتیب پائی جس کے اکثر شعروں میں قرآن کریم کی آیت سے اقتباس کیا گیا ہے۔

ہر گھڑی اوج رَفَعۡنَا ہے بحال مصطفیٰ
وَالضُّحیٰ وَالشَّمۡس ہے جز و جمالِ مصطفیٰ

کیا حسیں عنوان ہے "قرآن اور ذکر رسول"
"مصحف حق" سارا ہے عکس خصال مصطفیٰ

ہیں وہی خَتۡمُ الرُّسُلۡ اور صاحب خُلُقِ عَظِیۡم
خلق میں کوئی نہیں مثل و مثالِ مصطفیٰ

رب نے بھیجا رحمۃ للعالمیں کر کے انھیں
راحت ہر دہر ہے فعل و مقالِ مصطفیٰ

سورۂ کوثر ذرا چشم بصیرت سے پڑھو
پھر سمجھ میں آئے گا جود و نوالِ مصطفیٰ

اس لئے وہ مانگنے والوں کو لَا کہتے نہیں
کان اَعۡطَیۡنَاكَ ہے مال منال مصطفیٰ

ان کی خاطر نو بہ نو ہے جلوۂ خَیۡرٌ لَّكَ
رفعتوں کا اک تسلسل ہے کمالِ مصطفیٰ

حکم ہے لَا تَرۡفَعُوۡا لَا تَجۡهَرُوۡا ان کے حضور
رعب کی ہے انتہا جاہ و جلالِ مصطفیٰ

ہو گیا ٹکڑے قمر جس وقت چمکا شان سے
ناخن پر نور کی صورت ہلالِ مصطفیٰ

اَنۡتَ حِلٌّ کہہ کے رب نے یاد فرمائی قسم
واہ! اے شانِ قدم، فیض نعال مصطفیٰ

دو جہاں میں کون آخر صاحب اِسرا بنا
ہے یہ سب منفرد شَدِّ رِحَال مصطفیٰ

بزم عالم میں صدائے اَنۡتَ فِیۡهِمۡ کی ہے گونج
ہو نہیں سکتا جہاں سے ارتحالِ مصطفیٰ

دل میں رکھو ہر صحابی کے لئے عشق و ادب
وعدۂ حسنیٰ کے مظہر ہیں رجالِ مصطفیٰ

جگمگاتا ہے فریدیؔ! دیکھیے کس شان سے
چرخ اَوۡ اَدۡنٰی پہ مہتاب کمال مصطفیٰ

کاوش فکر: فریدی صدیقی مصباحی، مسقط، عمان

گلہائے عقیدت

بحضور مظہر شاہ سمناں، آفتاب شریعت، تاجدار اہل سنت، نقیب عظمت سادات، مخدوم المشائخ حضرت علامہ مفتی سید شاہ محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی سرکار کلاں علیہ الرحمۃ والرضوان

اسلام کی شان وشوکت کے اک کوہِ گراں سرکار کلاں
تعمیر ہنر، تنویر قلم، توقیر زباں سرکار کلاں

عالم کی فضا میں ہے اب بھی اُس مرد جری کی بانگ حق
ہر خطۂ کفر و باطل میں ملت کی اذاں سرکار کلاں

اُس پیکر علم و عرفاں کو حاصل ہے بقا کی تابانی
خورشید و قمر سے بھی بڑھ کر ہیں نورفشاں سرکار کلاں

باتوں میں محبت کی خوشبو، لہجے میں کرم کی شیرینی
ہیں عطر زباں، تاثیر لساں، اعجاز بیاں سرکار کلاں

مقطع میں جو کہا ہے وہ حرف حرف حق ہے
جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دِیے ہیں

تیرے قلم میں ہے وہ فضل خدا کا جادو
جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دِیے ہیں

نتیجۂ فکر: ڈاکٹر وصی مکرانی واجدی، بانی وصدر کائنات سخن، ملنگوا، سرلاہی، نیپال

تعزیت نامہ

فقیہ العصر حضرت علامہ مفتی آل مصطفی مصباحی علیہ الرحمہ

نگاہیں رو رہی ہیں اور جگر آنسو بہاتا ہے
تمہاری یاد میں دل رات بھر آنسو بہاتا ہے

تمہاری یاد جب آتی ہے پلکیں بھیگ جاتی ہیں
جگر کا تار میرا اِس قدر آنسو بہاتا ہے

تری تصنیف کاری پر قلم کی روح قرباں ہے
لکھاوٹ پر سیاہی کا گُہر آنسو بہاتا ہے

مرے گھر میں تری آمد کی خوشبو یاد کر کر کے
دریچے اشک برساتے ہیں گھر آنسو بہاتا ہے

دیوانے پوچھتے ہیں کب حجاب اٹھے گا مرقد سے
ہر اک عاشق تمہارا تربہ تر آنسو بہاتا ہے

تری تدریس سے تھیں فقہ کی جو شاخ تابندہ
اسی شاخِ فقاہت کا شجر آنسو بہاتا ہے

فقاہت مسکراتی تھی ترے خامہ کی خوشبو سے
مگر اب روشنائی کا جگر آنسو بہاتا ہے

بہار و جھارکھنڈ یوپی اڑیسہ کیا ہے ہر خطہ
غموں کی بدلیوں میں ڈوب کر آنسو بہاتا ہے

ترا نعم البدل کیا ہے بدل بھی غیر ممکن ہے
قلم یہ سوچ کر آٹھوں پہر آنسو بہاتا ہے

کمالِ علم، تقویٰ، پارسائی ایسی تھی نادر
فقاہت کا محل، افتا کا در آنسو بہاتا ہے

تعزیت نگار: نادر جمالی بنارسی کٹیہار بہار،
8521807150

مخدوم مشائخ اُن کا لقب اور نام ہوا مختار اشرف — کہتے ہیں عقیدت سے ان کو سب پیر و جواں سرکار کلاں
اپنوں کیلئے ان کی فطرت پھولوں سے بھی زیادہ نرم رہی — گستاخ نبی کے خرمن پر اک برق تپاں سرکار کلاں
ارباب محبت کے قائد، سادات کی عظمت کے وہ نقیب — اک مرشد راہ صدق وصفا مہتاب اماں سرکار کلاں
منگتوں کے جگر ہو جاتے ہیں شاداب عطا کے دھارے سے — ہیں آج بھی جو دو بخشش کے اک بحر رواں سرکار کلاں
خود دار جگر، بے باک نظر، غیور طبیعت، زندہ دل — ایماں کی حفاظت کو ہر دم اک عزم جواں سرکار کلاں
جو ہر ہی نرالے ہیں تیرے، اے شاہ کچھوچھہ کے وارث — ہے اب بھی ترے ہاتھوں میں شہ ملت کی کماں سرکار کلاں
یہ لوح و قلم، یہ ارض و سما، مملوک ہیں تیرے نانا کے — کیا شان ہے تیرے جلوؤں کی اے شاہ شہاں سرکار کلاں
قربان میں تیری نسبت پر، اے مالک جنت کے بیٹے — دہلیز تری، ہے میرے لئے گلزار جناں سرکار کلاں
ہر سانس، کتاب ہستی کی، بس عشق نبی میں لکھی تھی — کردار سے تیرے، فکر رضا ہر وقت عیاں سرکار کلاں
مہر و مہ وانجم کا مسکن، اب بھی ہے تمہاری راہ گزر — بیشک ہیں تمہارے نقش قدم عظمت کے نشاں سرکار کلاں
ہر پھول بہار ہستی کے، ناموس نبی پر قرباں تھے — صد رشک محبت ہے تیری چاہت کا جہاں سرکار کلاں
تو بحر نعیمی کا گوہر، تو علمی صدف کا اک موتی — سرمایۂ ملت ہیں تیرے افکار گراں سرکار کلاں
یکجا ہوں نجوم اہل سنن، پھر شب ہو ہماری ثریا جاہ — ہوں ختم اندھیروں کے سارے یہ تیر وسناں سرکار کلاں

یہ اشرفی گلشن پھولے پھلے، سب پھول سدا شاداب رہیں
اعلیٰ ہیں مکیں سب اِس گھر کے، اعلیٰ ہے مکاں سرکار کلاں
عاجز ہے فریدؔی کا خامہ، توصیف تمہاری لکھنے سے
اعجاز تمہارا کیا جانے یہ ہیچ مداں سرکار کلاں

نتیجۂ فکر: محمد سلمان رضا فریدؔی صدیقی مصباحی، بارہ بنکوی

عالمی شہرت یافتہ ثناخوانِ مصطفیٰ

الحاج قاری ریاض الدین اشرفی علیہ الرحمہ کی وفاتِ حسرت آیات پر

رخصت ہوا جہاں سے ثنا خوانِ مصطفیٰ — یعنی وہ اِک مقلد حسانِ مصطفیٰ
صد آہ وہ ریاضِ خوش آواز چل بسا — مغموم ہر طرف ہیں گدایانِ مصطفیٰ
بوئے ثنا سے اپنی وہ اِک لالۂ حسیں — مہکا رہا تھا خیر سے بستانِ مصطفیٰ
تا عمر اُس کے لب پہ رہی حمد اور نعت — اُس کو بشوق سنتے غلامانِ مصطفیٰ
ہر ایک لب پہ اُس کے لئے ہیں دعا کے پھول — زیر لحد بھی پائے وہ فیضانِ مصطفیٰ
دامانِ اشرفی کی ملیں اُس کو برکتیں — لاریب تھا ازل سے وہ قربانِ مصطفیٰ
ہوگا مشاہدؔ اُس پہ خدا کا کرم ضرور — اُس کو ملے گا سایۂ دامانِ مصطفیٰ

عرض نمودہ: محمد حسین مشاہد رضوی (مالیگاؤں)

۱۶ جنوری ۲۰۲۲ء / ۱۳ جمادی الاخریٰ ۱۴۴۳ھ بروز اتوار بعد نمازِ عشاء

ادارہ رضوی کتاب گھر ماہنامہ کنزالایمان کی فکراور ہماری آپ کی ذمہ داری

فکرعوام الناس شب وروز،سنیت کے مداح،اپنے پیرومرشد کے منظورِ نظر،اپنے مرشد کے دربار میں مقام مخصوص حاصل کرنے والے،کردارعظیم،صوم وصلوٰۃ کے پابند،حسن واخلاق کے پیکر،تبسم لب،دینی ودنیاوی تعلیم وتربیت بے مثال،طلب دین،فاصلہ دنیا،بابائے سنیت،مجاہد تجارت وقلم،عالی جناب الحاج حافظ محمد قمرالدین رضوی (مرحوم ومغفور) مالک رضوی کتاب گھر،بانی ایڈیٹر ماہنامہ کنزالایمان (حافظ صاحب) نے ۱۹۹۸ء سے رسالہ کنزالایمان پیغام سنیت عوام الناس میں شائع کرنے کا ارادہ کیا۔آپ کے ہمراہ شانہ بہ شانہ آپ کے کابینہ حضرات نے لبیک کہا جو مشکلات کو نظر انداز کرتے ہوئے آپ کے ساتھ ملحق ہوگئے۔اس ادارہ میں سب سے عظیم قربانی اور ساتھ جو آج تک ہے وہ اللہ کی ذات پاک سے امید قوی ہے کہ اللہ اپنے محبوب کے صدقہ میں اور حضرت غوث پاک کے واسطہ میں قائم ودائم رکھے۔ آمین یارب العٰلمین

فاضل جلیل،عالم نبیل،صاحب العلم والقلم،اعتقاد صحیح عمل صالح،سنیت کے روشن آفتاب،داعی وعامل،کریم النفس،انداز شریفانہ،شیریں گفتار،تقویٰ شعار،عظیم صفات،حامل شخصیت،عالی جناب الحاج حافظ وقاری مفتی محمد ظفرالدین برکاتی صاحب مدظلہ العالی کی شان شہانہ اِس اداراہ کی فلاح وبہبود کے لئے سراپا شب وروز کوشاں ہیں اور مستعدی کے ساتھ ہر ماہ رسالے پہنچانے میں شب وروز کوشاں ہیں وہ خواہ ایک رسالہ ہو یا ۱۰۰ رسالے ہوں وہ کبھی بھی رسالہ بھیجنے میں تاخیر نہیں کرتے۔جو حضرات ایک کتاب یا کتابچہ شائع کرتے ہیں یہ تو وہی جانتے ہیں کہ کیا کیا مشکلات پیش آتی ہوں گی لیکن رضوی کتاب گھر کے کابینہ حضرات ہر ماہ ۶۸ صفحات کا رسالہ ہمیں دستیاب کرواتے ہیں جس کی قیمت دیتے ہوئے بھی ہم کو شرم آنی چاہیے۔ قیمت صرف اور صرف ۲۵ روپے ہوتی ہے۔۶۸ صفحات کے ۵۰ پیسے صفحہ بھی تو نہیں ہوا۔ہم سنیت کا دعویٰ کرنے والوں کو چاہیے کہ پیشگی رسالوں کے پیسے بھیج دیا کریں،اگر پیشگی نہیں بھیج رہے ہیں تو کم سے کم رسالہ حاصل کرنے کے بعد فکر کے ساتھ رقمات ارسال کریں تاکہ یہ سنیت کا کام قائم ودائم رہے۔

ہم برکاتی صاحب کے احسان مند ہیں جن کی ذات عظیم سے اور علم قوی سے ہم کو دینی اور دنیاوی ہر ماہ نئے مضامین کا مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہوتا ہے جس سے ہماری آخرت روشن ہوتی ہے اور دنیا سے بھی خبردار ہورہے ہیں۔تفاسیر وتقاریر سننے اور سنانے کا سلسلہ تو مختصر ہوگیا ہے۔اس وقت مستعدی کے ساتھ صرف اور صرف ۲ رسالے شائع ہورہے ہیں (۱) ماہنامہ کنزالایمان دہلی،اِس رسالہ میں عوام الناس کی سمجھ کے مطابق روزمرہ کے کارآمد مسائل ہوتے ہیں جن سے دنیاوی معلومات میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔(۲) ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ اِس رسالہ میں عالمانہ مضامین ہوتے ہیں جو عوام الناس کی سمجھ سے بلند وبالا ہوتے ہیں۔۱۹۸۸ء سے کچھ رسائل شائع ہونا شروع ہوئے تھے اُن رسائل کے اسم گرامی حسب ذیل ہیں (۱) حضرت بلال کولکاتہ (۲) تصوف ملی کولکاتہ (۳) الکوثر بہار (۴) جام شہود،کولکاتہ (۵) انوارِ حبیب خدا،الہ آباد (۶) سنی دنیا،بریلی شریف۔ یہ سارے رسائل اب نہیں شائع ہوتے ہیں کیوں کہ یہ سب شائع ہونا منقطع ہوگئے اور یہ رسائل شائع کرنا پریس،ایڈیٹر صاحب یا مفتی صاحب نے منقطع نہیں کیے بلکہ یہ عوام الناس نے بند کروائے۔اگر ہم اپنے ملنے والے رسالہ کی رقم ہر ماہ مستعدی سے ارسال کرتے رہتے تو یہ رسائل شائع ہونا بند نہ ہوتے۔ان رسائل کی قیمت اتنی قلیل ہوتی تھی کہ ۱۵ سے لے کر ۲۰ روپے تک کا ایک رسالہ ہوتا تھا لیکن عوام الناس کی لاپروائی کی وجہ سے یہ سارے رسائل ۲۰۱۰ء سے شائع ہونا بند ہوگئے۔

لیکن ماہنامہ کنزالایمان الحمدللہ! بدستور آج بھی شائع ہورہا ہے اور مجھ ناچیز کی دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ وطفیل میں اور حضرت غوپاک کے واسطہ اور پیرومرشد کے فیض خاص سے یہ رسالہ ترقی کے ساتھ صبح قیامت تک قائم ودائم رہے۔آمین رب العالمین

اب میں ذکر کرتی ہوں مثل داداجان جناب الحاج حافظ صاحب ایڈیٹر صاحب کا۔حافظ صاحب جب بھی شاہجہاں پور میں تشریف لاتے تو ہمارے مدرسہ غوث الثقلین میں بھی تشریف لاتے اور مجھ کو اپنی نفیس دعاؤں سے نوازتے تھے۔میں ادارہ کی ترقی کے لئے عوام الناس سے گزارش کرتی ہوں کہ جن حضرات کو رسالہ دستیاب ہوتا ہے اور ان کی جانب اگر ماہ نامہ کی رقم بقیہ ہے تو وہ حضرات رقومات ارسال کرنے کی زحمت گوارہ کریں کیوں کہ ادارہ جب ہی ترقی کی راہ پر ہوگا جب ہم لوگ اپنی جانب سے رسالہ کی رقومات مستعدی کے ساتھ ارسال کرتے رہیں گے۔جب سے میں نے ہوش شعور پایا ہے تب سے اور اب تک ہم نے اپنے حاجی بابا اور حافظ صاحب کا والہانہ تعلق دیکھا ہے۔حافظ صاب کا اطمینان حاجی بابا پر رقومات کے معاملے میں تسلی بخش رہا ہے۔خود ادارہ اس کا گواہ ہے کہ ۱۰۰ ماہنامے ہر ماہ مدرسہ غوث الثقلین میں آتے تھے لیکن اب ہندی کا رسالہ شائع ہونا بند ہوگیا ہے اس لئے آج بھی اردو کے رسالے شمار میں ۴۰ آتے ہیں اور

ہمارے حاجی بابا اُن رسالوں کی پیشگی رقومات جمع کردیتے ہیں۔اس کے علاوہ سالانہ کلنڈر، قرآن کریم، پارہ سیٹ، دیگر کتب کی رقومات پیشگی ارسال کردیتے ہیں۔الحمدللہ! آج ۲۰۲۳ء کا بھی کلینڈر شائع ہو چکا ہے۔ادارہ کو مدرسہ غوث الثقلین کی جانب سے بھی لاپروائی یا زحمت گوارہ نہیں ہوئی۔اگر کسی بھی قیمتی کتاب کا اشتہار کتاب میں شائع ہوا تو حاجی بابا نے وہ کتابیں ضرور دستیاب کیں۔ابھی حال ہی میں دو کتابوں کا اشتہار تھا (۱) امام علم و عرفان نمبر، اس کتاب کی قیمت ۵۰۰ روپے تھی لیکن حاجی بابا نے پھر بھی یہ ۵ کتابیں دستیاب کیں۔(۲) دوسری کتاب ''انوار امام احمد رضا'' اس کتاب کی قیمت ۱۲۰۰ روپے تھے اس کے بھی ۵ سیٹ حاجی بابا نے دستیاب کیے۔اللہ کا شکر ہے کہ اگر رضوی کتاب گھر سے ۱۰۰۰ روپے کی بھی کتاب شائع ہو تب بھی حاجی بابا دو کتابیں ضرور حاصل کرتے ہیں اور پیشگی رقومات ارسال کرتے ہیں۔حاجی بابا کا رضوی کتاب گھر سے سالانہ ۱۵۰۰۰۰ (ایک لاکھ پچاس ہزار روپے) کے آس پاس کی تجارت ہے۔حاجی بابا کی کوئی دکان، بک سینٹر نہیں بلکہ صرف اور صرف مرشد کا کرم اور ماں کی دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔وہ تھیلوں میں کتابیں رکھ کر اور سائیکل کے بنڈل میں تھیلے ٹانگ کر گھروں اور دکانوں پر کتابیں بیچتے ہیں۔رسالہ جتنے روپے کا حافظ صاحب دیتے ہیں اسی قیمت پر وہ بھی بیچتے ہیں۔حاجی بابا کا کہنا ہے کہ رسائل یا کتابوں کا کمیشن نہیں چاہیے کیوں کہ اللہ اس سے محبوب کی جانب سے جو ہم کو مل رہا ہے وہی ہماری دنیا و آخرت کے لئے کافی ہے۔

حاجی بابا سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہو چکے ہیں۔ان کی زندگی کی بسر اللہ تعالیٰ پینشن سے کر رہا ہے۔

مرتبہ: مریم ثقلینی بنت منا ثقلینی ابن نصر اللہ شرافتی، مدرسہ غوث الثقلین۔**تاریخ اشاعت:** ۹ شعبان ۱۴۴۳ھ بروز اتوار مطابق ۱۳ مارچ ۲۰۲۲ء

رابطہ کاری: الحاج محمد نبیہ قصاب ثلقینی ابن نصر اللہ شرافتی بانی مدرسہ غوث الثقلین، مہمند ہدف، شاہجہاں پور (یوپی) الہند

محترمہ مریم صاحبہ! یاد رکھیں کہ ہم مفتی، حاجی اور حافظ تینوں ہی نہیں اِس لئے آئندہ توجہ سے لکھا کریں، صرف برکاتی صاحب لکھا کریں، اِتنا ہی کافی ہے۔ البتہ آپ کا یہ مضمون بہت اچھا ہے۔قارئین بھی یاد رکھیں کہ جنوری ۲۰۲۲ء سے ماہ نامہ کنز الایمان کی ماہانہ قیمت ۳۰ روپے اور سالانہ قیمت ۳۵۰ روپے ہوگئی ہے۔اِس کا خیال رکھیں۔(ادارہ)

پیغامِ تعزیت بر شہادت مولانا حافظ و قاری ریاض الدین اشرفی

۱۶ر جنوری ۲۰۲۲ء بروز یکشنبہ بوقت صبح ۱۲ر جمادی الآخرہ ۱۴۴۳ھ مشہور قاری قرآن اور نعت خواں مولانا حافظ قاری ریاض الدین اشرفی راجستھانی، لندن (برطانیہ) کے قریب ایک کار حادثے میں شہید ہو گئے۔سب سے پہلے اِس حادثے کی خبر عزیزی مولانا محمد شریف نجمی اسلام پوری نے دی اور قراءتِ قرآن کی آواز بھی سنائی، میں ان کی قراءت سن کر دنگ رہ گیا کہ اتنے اچھے قاری ہندوستان میں تھے جو آج ہم سے رخصت ہو گئے، ان کا پڑھا ہوا نعتیہ کلام بھی سنایا۔کیا مدھ بھری اور موثر آواز ہے جو شعر بھی ان کی آواز میں سینے دلوں میں اثر کرتا چلا جاتا ہے۔اس کے بعد عمدۃ القراء حافظ قاری مبارک حسین رضوی (گجرات) نے بھی ان کے بارے میں نہایت درد بھرے انداز میں فرمایا کہ حضرت قاری ریاض الدین صاحب کے چلے جانے سے ایسا لگتا ہے جیسے ہم لوگ یتیم ہو گئے۔آپ فنی کمال کے بھی مالک تھے اور لہجے میں بھی منفرد تھے، آپ پڑھتے تو ایسا لگتا کہ عرب کا کوئی بہترین قاری تلاوتِ قرآن کر رہا ہے۔قاری صاحب مرحوم جماعت اہلِ سنّت کا وقار تھے، آپ نعت پاک پڑھتے تو سننے والا اشک بار ہوئے بغیر نہیں رہتا۔آج انٹرنیٹ کی دنیا میں ان کی دونوں طرح کی آوازوں کو محفوظ کر دیا گیا ہے جس کے طفیل ہم آج بھی ان کے انداز و آواز سے محظوظ ہو رہے ہیں۔عزیزی مولانا عارف رضا نعمانی (جامعہ البرکات، علی گڑھ) نے بتایا کہ ایک بار علی گڑھ آئے اور مسلم یونیورسٹی کے کینیڈی ہال میں مولانا قمر الزماں خاں اعظمی مصباحی کا لکھا ہوا نعتیہ کلام پیش کیا تو سارا مجمع عش عش کر اُٹھا، اور کہا قاری صاحب بڑے با اخلاق اور ملنسار طبیعت کے مالک تھے۔تیر قضا نے ہمارے درمیان سے ایسے قاری اور نعت خواں کو چھین لیا، ربِ کائنات ہمیں ان کا نعم البدل عطا فرمائے، پسماندگان کو صبرِ جمیل سے نوازے۔تجوید و قراءت سے غفلت کے اِس دور میں واقعی قاری ریاض الدین اشرفی کی شخصیت بڑی اہم تھی۔آپ کے کارنامے اور تجوید و قراءت کے میدان میں آپ کی مساعی جمیلہ ہماری نوجوان نسل کے لئے بڑی عبرت آموز ہیں۔ہمارے دینی مدارس کو بھی چاہیے کہ اس خاص فن میں طلبہ کی صحیح تعلیم و تربیت پر بھرپور توجہ دیں، کہ یہ دین کی اہم ضرورت بھی ہے اور حضرت قاری صاحب مرحوم کو بہترین ایصال ثواب بھی۔یہ جان کر بڑی مسرت ہوئی کہ قاری صاحب مرحوم سودے بازی سے گریز کرتے۔اس زمانے میں یہ اخلاص، یہ دین داری اور للّٰہیت بہت ہی کم دیکھنے کو ملتی ہے، قاری صاحب کا یہ عمل ہمارے لئے ایک بہترین نمونہ ہے۔قاری ریاض الدین اشرفی مرحوم تحریک سنی دعوت اسلامی سے وابستہ تھے، مولانا محمد شاکر علی نوری اور مفکر اسلام مولانا قمر الزماں خاں اعظمی مصباحی سے زیادہ تعلق رکھتے تھے، اس لئے میں اُن دونوں حضرات کی خدمت میں تعزیت و تسلی کے کلمات پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔اللہ عز وجلّ قاری صاحب موصوف کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کی کفالت کے غیب سے اسباب فراہم کرے، فرزند اور اُن کے برادر مولانا محمد طارق نجمی کو ان کا سچا جانشین بنائے۔آمین۔

عرض گزار و سوگوار: محمد عبد المبین نعمانی قادری (9838189592) **المجمع الاسلامی**، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی) 276404

نہال وِہار دہلی کے مولانا سید رخسار علی بریلوی کا انتقال

حضرت مولانا سید رخسار میاں علیہ الرحمہ کی شخصیت اہل سنت و جماعت دہلی کے لئے محتاج تعارف نہیں۔ان کے جاننے اور ماننے والوں کی تعداد آج بہت زیادہ ہے۔آج جب وہ اِس دارِفانی سے کوچ کر گئے تو سب کو یہ احساس ہونے لگا ہے کہ ایک بہت سی خوبیوں کے مالک ملنسار، نیک طینت، خوش خلق، رحم دل، سخی اور احکام شریعت وطریقت کے پابند کو ہم نے کھودیا ہے۔مولانا صاحب مضافات بریلی کے قصبہ شاہی میں سید محمد حسن صاحب کے معزز اور دین دار گھرانے میں ۱۹۶۴ء میں پیدا ہوئے۔گھریلو ماحول مہذب اور غیرت مند تھا،اس لئے پاکیزگی، نفاست، دیانت داری آپ کو خاندانی ورثہ میں ملی ہوئی تھی۔سن شعور کو پہنچے تو والد محترم نے مذہبی تعلیم کے لئے قصبہ کے مقامی مدرسہ میں داخل کرایا جہاں آپ نے خداداد ذہانت سے بہت جلد ناظرہ اور اردو وغیرہ کی تعلیم مکمل کی اور مولویت کی ابتدائی کتب بھی آبائی وطن میں ہی پڑھنے کا شرف حاصل کیا بعدہٗ اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے مشہور عالم دین مولانا مختار احمد بریلوی کے مدرسہ بہیڑی ضلع بریلی شریف میں داخلہ لیا جہاں آپ نے اساتذۂ کرام کی عنایتوں اور دعاؤں سے ۹۵۔۱۹۹۴ء میں سند فراغت حاصل کی اور اپنی شرافت ونیک طبیعت کی وجہ سے اپنے ہم سبق ساتھیوں پر فوقیت لے گئے۔تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے ارادت و بیعت حاصل تھی اور اپنے پیرو مرشد سے انھیں قلبی لگاؤ تھا،ان کی پندونصائح پر سختی سے عمل پیرا تھے اور اپنی زندگی کا آئیڈیل اپنے پیرومرشد ہی کو بنا رکھا تھا۔

مسلک ومذہب کی خدمت کا بے پایاں جذبہ دل میں لیے ہندوستان کے دارالخلافہ دہلی میں تشریف لائے اور خیالہ کی جامع مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دینے لگے۔بڑے ہی جذبہ ولگن کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو نبھاتے رہے لیکن چند کم فہم وناتجربہ کار مقتدیوں کو آپ سے جلن وحسد پیدا ہوگیا۔آپ اِس ناروا سلوک سے اتنے دلبرداشتہ ہوئے کہ آپ اپنی ان ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوگئے اور وطن ہی میں رہنے کو ترجیح دی لیکن مخدوم ملت حضرت قاری ریاست علی رضوی قادری نے آپ کی پوشیدہ صلاحیتوں کو اپنی دوربین نگاہوں سے دیکھ لیا تھا،اس لئے حضرت سید صاحب مرحوم کو واپس دہلی لانے کا فیصلہ کیا۔سید صاحب کی بارگاہ میں معروضہ پیش کیا کہ آیئے آپ اور ہم مل کر دہلی کی سرزمین پر کچھ کام کریں۔دہلی میں بچوں کے لئے بہت سے مدارس ہیں،اس لئے سیدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیزوں کے لئے بھی اسلامی تعلیمات کا بندوبست کریں۔قاری صاحب کی خواہش کے پیش نظر سید صاحب مرحوم نے دہلی آنے کا فیصلہ لیا۔اہل سنت وجماعت کی اِن دو مقتدر ہستیوں نے ۲۰۰۳ء میں نہال وِہار میں الجامعۃ الفاطمۃ نام سے ادارہ قائم کیا۔مالی وسائل کے لئے قاری ریاست صاحب نے اپنے تعلقات کا بھرپور استعمال کیا۔مفتی اعظم راجستھان علیہ الرحمۃ والرضوان کے دو انتہائی مخلص برادران حاجی لعل محمد صاحب اور حاجی یعقوب صاحب سجان گڑھ کے تعاون کثیر سے کام کو آگے بڑھایا۔ان کے اس جذبہ دینی کو دیکھ کر سید اختیار علی صاحب کا بھی بہت زبردست مالی تعاون رہا۔موخر الذکر دونوں حضرات اپنے خالق حقیقی سے جاملے ہیں۔(اللہ رب العزت دونوں کو جنت الفردوس عطا فرمائے) آج بحمد اللہ الجامعۃ الفاطمۃ نہال وِہار کی شکل میں دعوت نظارہ دے رہا ہے جب اس کی تعمیر کا کام شروع ہوا تو مسلسل ہوتا ہی چلا گیا لیکن زرِ کثیر صرف ہونے کی وجہ سے دیواروں کی تعمیر کا کام تو مکمل ہوگیا اور چھت کا کام باقی تھا، رقم کی فراہمی میں دِقتیں اور مالی مشکلات آرہی تھیں، اِس وجہ سے دونوں حضرات کافی فکر مند اور شکستہ دل ہو رہے تھے۔اُس وقت مفتی اعظم راجستھان علیہ الرحمہ دہلی تشریف لائے ہوئے تھے۔دونوں حضرات دعاؤں کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔حضرت نے حوصلہ رکھنے، عزم محکم اور ہمت نہ ہارنے کا حکم فرمایا بلکہ بنفس نفیس وہاں جاکر دعا فرمائی۔اللہ رب العزت کے فضل وکرم اور اس کے حبیب علیہ التحیۃ والتسلیم کے صدقہ میں وہ قبولیت دعا کی گھڑی تھی۔حضرت کی اس دعا نے یہ اثر دِکھایا کہ اسی ایک مہینہ کے اندر ہی چھت کا کام مکمل ہوگیا۔بحمدہٖ تعالیٰ۔

حضرت سید صاحب علیہ الرحمہ کا تعلق مجھ سے فاروقیہ بک ڈپو دہلی کے توسط سے ہوا جب وہ تعلیمی نظم ونسق اور مشوروں کے لئے حاجی محمد معین الدین اشرفی شہزادہ مفتی اعظم راجستھان علیہ الرحمہ کے پاس آیا کرتے۔میں نے متعدد بار قوم کی تعلیمی پسماندگی وزبوں حالی اور دین سے دوری پر سید صاحب علیہ الرحمہ کو آبدیدہ ہوتے دیکھا ہے اور قوم مسلم کی سربلندی کے لئے عزم محکم اور بلند اداروں کا حامل پایا۔آج ان کی اِن صفات اور کردار سے ہم کو سبق لینے کی ضرورت ہے۔

یہ بلند ہمت شخصیت ۲۴؍جنوری ۲۰۲۲ء کو بروزِ اتوار طویل علالت کے بعد اپنے قصبہ شاہی میں مالک حقیقی سے جاملی۔اِنا للہ وانا الیہ راجعون

موت تو اس کی ہے کرے جس پہ زمانہ افسوس　یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لئے

آپ کے کوئی اولاد نہیں تھی۔اللہ تبارک وتعالیٰ مرحوم ومغفور سید صاحب کے خیر خواہوں کو آپ کے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے اور کروٹ کروٹ چین وسکون اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم۔نوٹ: ممدوح گرامی کے احوال کو سپردِ قلم کرنے میں تعارفی مشاورت کے لئے قاری ریاست علی قادری صاحب کا بھی تعاون ہے۔فقط

محمد ہارون رشید اشرفی اشفاقی۔فاروقیہ بک ڈپو، دہلی۔۳۱ جنوری ۲۰۲۲ء بروز دوشنبہ-9015233438